تفسیرِ ابنِ کثیر

عصرِ حاضر کی تقریباً تمام تحقیقات سے استفادہ شدہ

جدید مُحقق ایڈیشن

از تحقیقات و تعلیقات

الشیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ
الشیخ المحدث شعیب ارنووط حفظہ اللہ
الشیخ عبد الرزاق مهدی حفظہ اللہ
الشیخ مصطفی السید محمد حفظہ اللہ
الشیخ محمد فضل عجماوی حفظہ اللہ
الشیخ حسن عباس قطب حفظہ اللہ
الشیخ محمد السید رشاد حفظہ اللہ
الشیخ علی احمد الباقی حفظہ اللہ
الشیخ زبیر علی زئی حفظہ اللہ
الشیخ مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ

6	5	4	3	2	1



تالیف
حافظ عماد الدین
ابنِ کثیر الدمشقی رحمہ اللہ

ترجمہ
مولانا محمد
جوناگڑھی رحمہ اللہ

اہتمام
تخریج و تحقیق
حافظ عمران
ایوب لاہوری حفظہ اللہ

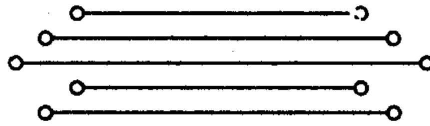


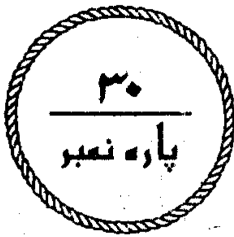
ناشر
فقہ الحدیث پبلیکیشنز
0300-4206199
Fiqh-ul-Hadith Publications Lahore Pakistan
E-mail: editor@fiqhulhadith.com, Website: www.fiqhulhadith.com

ڈسٹری بیوٹر
نعمانی کتب خانہ
042-7321865, 0334-4229127
Nomani Kutab Khana Lahore Pakistan
E-mail: nomania2000@hotmail.com, Web: www.nomanibooks.com



تفسیر ابن کثیر





چند اہم مضامین کی فہرست

تفسیر سورۃ نباء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ① عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ② الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ ③ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ④
ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ⑤ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ⑥ وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا ⑦ وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ⑧
وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ⑨ وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ⑩ وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ⑪ وَّبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ
سَبْعًا شِدَادًا ⑫ وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ⑬ وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ⑭ لِّنُخْرِجَ
بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا ⑮ وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا ⑯

میں اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والے مہربان کے نام سے شروع کرتا ہوں

یہ لوگ کس چیز کی پوچھ گچھ کرتے ہیں ○ اس بڑی خبر کی ○ جس میں یہ مختلف ہیں ○ یقیناً یہ ابھی جان لیں گے ○ اور بالیقین انہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا ○ کیا ہم نے زمین کو فرش نہیں بنایا ○ اور پہاڑوں کو میخیں نہیں بنایا؟ ○ اور ہم نے تمہیں جوڑا جوڑا پیدا کیا ○ اور ہم نے تمہاری نیند کو آرام کا سبب بنایا ○ اور رات کو ہم نے پردہ بنایا ○ اور دن کو ہم نے وقت روزگار بنایا ○ اور تمہارے اوپر ہم نے سات مضبوط آسمان بنائے ○ اور ایک روشن چراغ پیدا کیا ○ اور برسنے والے بادلوں سے ہم نے بکثرت بہتا ہوا پانی برسایا ○ تا کہ اس سے ہم اناج اور سبزہ اگائیں ○ اور گھنے باغ بھی ○

قیامت اور انعاماتِ الٰہی کا ذکر: جو مشرک اور کفار قیامت کے آنے کے منکر تھے اور بطور انکار کے آپس میں سوالات کیا کرتے تھے اور مرنے کے بعد جی اٹھنے پر تعجب کرتے تھے ان کے جواب میں اور قیامت کے قائم ہونے کی خبر میں اور اس کے دلائل میں پروردگار عالم فرماتا ہے کہ یہ لوگ آپس میں کس چیز کے بارے میں سوالات کر رہے ہیں؟ پھر خود فرماتا ہے کہ یہ قیامت کے قائم ہونے کی بابت سوالات کرتے ہیں جو بڑا بھاری دن ہے اور نہایت دل ہلا دینے والا امر ہے۔ مگر حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ مروی ہے کہ اس سے مراد قرآن ہے[1] لیکن بظاہر ٹھیک بات یہی ہے کہ اس سے مراد مرنے کے بعد جینا ہے جیسے کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ اور حضرت ابن زید رحمہ اللہ کا قول ہے، پھر اس آیت ﴿الَّذِیْ هُمْ فِیْهِ مُخْتَلِفُوْنَ﴾ (جس میں یہ لوگ آپس میں اختلاف رکھتے ہیں) میں جس اختلاف کا ذکر ہے وہ یہ ہے کہ لوگ اس کے بارے میں مختلف محاذوں پر ہیں ان کا اختلاف یہ تھا کہ مومن تو مانتے ہیں کہ قیامت ہو گی لیکن کفار اس کے منکر تھے۔ پھر ان منکروں کو اللہ تعالیٰ دھمکاتا ہے کہ تمہیں عنقریب اس کا علم حاصل ہو جائے گا اور تم ابھی معلوم کر لو گے، اس میں سخت ڈانٹ ڈپٹ ہے، پھر اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کی عجیب و غریب نشانیاں بیان فرما رہا ہے جن سے قیامت کے قائم کرنے پر اس کی قدرت کا ہونا صاف طور پر ظاہر ہو

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۳۹۵/۱۲)]

رہا ہے کہ اول مرتبہ پیدا کرنے پر قادر ہے تو فنا کے بعد دوبارہ ان کا پیدا کرنا اس پر کیا مشکل ہوگا؟

زمین کا تذکرہ: تو فرماتا ہے دیکھو کیا ہم نے زمین کو لوگوں کیلئے فرش نہیں بنایا کہ وہ بچھی ہوئی ہے' ٹھہری ہوئی ہے حرکت نہیں کرتی تمہاری فرمانبردار ہے اور مضبوطی کے ساتھ جمی ہوئی ہے اور پہاڑوں کو میخیں بنا کر زمین میں ہم نے گاڑ دیئے ہیں' تاکہ نہ وہ ہل سکے' نہ اپنے اوپر کی چیزوں کو ہلا سکے۔

انسان کی جوڑا جوڑا تخلیق: زمین اور پہاڑوں کی پیدائش پر ایک نظر ڈال کر پھر تم اپنے آپ کو دیکھو کہ ہم نے تمہیں جوڑا جوڑا پیدا کیا یعنی مرد عورت کہ آپس میں ایک دوسرے سے نفع اٹھاتے ہو اور توالد و تناسل ہوتا ہے بال بچے پیدا ہو رہے ہیں جیسے اور جگہ فرمایا ﴿وَمِنْ اٰیٰتِہٖٓ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجاً﴾ [1] الخ' اللہ کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے خود تمہی میں سے تمہارے جوڑے پیدا کیے تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو اس نے اپنی مہربانی سے تم میں آپس میں محبت و رحم ڈال دیا' پھر فرماتا ہے ہم نے تمہاری نیند کو حرکت کے ساکن ہونے کا سبب بنایا تاکہ آرام اور اطمینان حاصل کر لو' اور دن بھر کی تکان کسل اور ماندگی دور ہو جائے۔

اسی معنی کی اور آیت سورۂ فرقان میں بھی گزر چکی ہے' رات کو ہم نے لباس بنایا کہ اس کا اندھیرا اور سیاہی سب لوگوں پر چھا جاتی ہے' جیسے اور جگہ ارشاد فرمایا ﴿وَالَّیْلِ اِذَا یَغْشٰھَا﴾ [2] قسم ہے رات کی جب وہ ڈھانپ لے' عرب شاعر بھی اپنے شعروں میں رات کو لباس کہتے ہیں' حضرت قتادہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ رات سکون کا باعث بن جاتی ہے اور برخلاف رات کے دن کو ہم نے روشن' اجالے والا اور بغیر اندھیرے کے بنایا ہے' تاکہ تم اپنا کام دھندا اس میں کر سکو جا آسکو۔ بیوپار' تجارت لین دین کر سکو اور اپنی روزیاں حاصل کر سکو' ہم نے جہاں تمہیں رہنے سہنے کو زمین بنا دی وہاں ہم نے تمہارے اوپر سات آسمان بنائے جو بڑے لمبے چوڑے پختہ عمدہ اور زینت والے ہیں' تم دیکھتے ہو کہ اس میں ہیروں کی طرح چمکتے ہوئے ستارے لگ رہے ہیں بعض چلتے پھرتے رہتے ہیں اور بعض ایک جگہ قائم ہیں۔

انسانی زندگی کے لیے سورج اور ہوا کی تخلیق: پھر فرمایا ہم نے سورج کو چمکتا چراغ بنایا جو تمام جہان کو روشن کر دیتا ہے ہر چیز کو جگمگا دیتا ہے اور دنیا کو منور کر دیتا ہے' اور دیکھو کہ ہم نے پانی کی بھری بدلیوں سے بکثرت پانی برسایا' ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہوائیں چلتی ہیں تو ادھر سے اُدھر بادلوں کو لے جاتی ہیں پھر ان بادلوں سے خوب بارش برستی ہے اور زمین کو سیراب کرتی ہے اور بھی بہت سے مفسرین نے یہی فرمایا ہے ﴿مُعْصِرَاتِ﴾ سے کچھ نے تو ہوا مراد لی ہے [3] اور بعض نے بادل جو ایک ایک قطرہ پانی برساتے رہتے ہیں۔ ((مَرْاَۃٌ مُّعْصِرَۃٌ)) عرب میں اس عورت کو کہتے ہیں جس کے حیض کا زمانہ بالکل قریب آ گیا ہو' لیکن اب تک حیض جاری نہ ہوا ہو' حضرت حسن اور قتادہ رحمہما اللہ نے فرمایا ((مُعْصِرَاتٌ)) سے مراد آسمان ہے' لیکن یہ قول غریب ہے سب سے زیادہ ظاہر قول یہ ہے کہ مراد اس

---

[1] [سورۃ الروم: آیت ۲۱]　[2] [سورۃ الشمس : آیت ٤]

[3] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۲/۳۹۸)]

سے بادل ہیں جیسے اور جگہ ہے ﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ﴾ [1] الخ' اللہ تعالیٰ ہواؤں کو بھیجتا ہے جو بادلوں کو ابھارتی ہیں اور انہیں پروردگار کی منشاء کے مطابق آسمان میں پھیلا دیتی ہیں اور انہیں وہ ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے پھر تو دیکھتا ہے کہ ان کے درمیان سے پانی نکلتا ہے۔ ﴿ثَجَّاجًا﴾ کے معنی خوب لگاتار بہنے کے ہیں جو بکثرت بہہ رہا ہو اور خوب برس رہا ہو۔ [2]

ثَجَّاجًا کی تشریح: ایک حدیث میں ہے افضل حج وہ ہے جس میں "لَبَّیْكَ" خوب پکاری جائے اور خون بکثرت بہایا جائے یعنی قربانیاں زیادہ کی جائیں [3] اس حدیث میں بھی لفظ "ثَجٌّ" ہے' ایک اور حدیث میں ہے کہ استحاضہ کا مسئلہ پوچھنے والی ایک صحابیہ عورت رضی اللہ عنہا سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم روئی کا پھایا رکھ لو' اس نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہ تو بہت زیادہ ہے میں تو ہر وقت خون بکثرت بہاتی رہتی ہوں [4] اس روایت میں بھی لفظ "اَثُجُّ ثَجًّا" ہے یعنی بے روک برابر خون آتا رہتا ہے' تو یہاں اس آیت میں بھی مراد یہی ہے' کہ پانی ابر سے بکثرت برستا رہتا ہے' واللہ اعلم۔

پھر ہم اس پانی سے جو پاک' صاف' بابرکت' نفع بخش ہے' اناج اور دانے پیدا کرتے ہیں جو انسان حیوان سب کے کھانے میں آتے ہیں' اور سبزیاں اگاتے ہیں جو تر و تازہ کھائی جاتی ہیں' اور اناج کھلیان میں رکھا جاتا ہے پھر کھایا جاتا ہے' اور باغات اس پانی سے پھلتے پھولتے ہیں اور قسم قسم کے ذائقوں' رنگوں اور خوشبوؤں والے میوے اور پھل پھول پیدا ہوتے ہیں گو کہ زمین کے ایک ہی ٹکڑے پر وہ ملے جلے ہیں۔ ﴿اَلْفَافًا﴾ کے معنی جمع کے ہیں' اور جگہ ہے ﴿وَفِی الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ﴾ [5] الخ' زمین میں مختلف ٹکڑے ہیں جو آپس میں ملے جلے ہیں' اور انگور کے درخت ہیں' کھیتیاں ہیں' کھجور کے درخت ہیں' بعض شاخ دار' بعض بغیر زیادہ شاخوں کے' اور وہ سب ایک ہی پانی سے سیراب کئے جاتے ہیں اور ہم ایک سے ایک کو بڑھ کر میوہ میں زیادہ کرتے ہیں یقیناً عقل مندوں کے لئے اس میں نشانیاں ہیں۔

---

[1] [سورۃ الروم : آیت ٤٨]
[2] [تفسیر ابن جریر الطبری (١٢/ ٤٠٠)]

[3] [صحیح : ترمذی : کتاب الحج : باب ما جاء فی فضل التلبیة (٨٢٧) ابن ماجه : کتاب المناسك : باب رفع الصوت بالتلبیة (٢٩٢٤) دارمی : کتاب المناسك : باب ای الحج افضل (٣١/٢) مستدرك حاکم (٤٥٠/١)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی] مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ البتہ حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ منقطع ہے۔]

[4] [حسن : ابو داؤد : کتاب الطھارة : باب باب اذا اقبلت الحیضة تدع الصلوٰة (٢٨٧) ابن ماجه : کتاب الطھارة وسننها : باب ما جاء فی الکبر اذا ابتدئت مستحاضة (٦٢٧) ترمذی : کتاب الطھارة : باب ما جاء فی المستحاضة انها تجمع بین الصلاتین بغسل واحد (١٢٨) مسند احمد (٣٨٢/٦)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ شیخ البانیؒ بھی اسے حسن کہتے ہیں۔ [صحیح ابو داود]

[5] [سورۃ الرعد : آیت ٤]

إِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيقَاتًا ﴿١٧﴾ يَوْمَ يُنفَخُ فِي الصُّورِ فَتَأْتُونَ أَفْوَاجًا ﴿١٨﴾ وَفُتِحَتِ السَّمَاءُ
فَكَانَتْ أَبْوَابًا ﴿١٩﴾ وَسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ﴿٢٠﴾ إِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ﴿٢١﴾ لِّلطَّاغِينَ
مَآبًا ﴿٢٢﴾ لَّابِثِينَ فِيهَا أَحْقَابًا ﴿٢٣﴾ لَّا يَذُوقُونَ فِيهَا بَرْدًا وَلَا شَرَابًا ﴿٢٤﴾ إِلَّا حَمِيمًا وَغَسَّاقًا ﴿٢٥﴾
جَزَاءً وِفَاقًا ﴿٢٦﴾ إِنَّهُمْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ حِسَابًا ﴿٢٧﴾ وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كِذَّابًا ﴿٢٨﴾ وَكُلَّ شَيْءٍ
أَحْصَيْنَاهُ كِتَابًا ﴿٢٩﴾ فَذُوقُوا فَلَن نَّزِيدَكُمْ إِلَّا عَذَابًا ﴿٣٠﴾ ع

بیشک فیصلہ کا دن ہے وقت مقرر کردہ ○ جس دن صور پھونکا جائے گا پھر تم سب جماعت جماعت بن کر آؤ گے ○ اور آسمان کھول دیا جائے گا' اور دروازے ہی دروازے ہو جائیں گے ○ اور پہاڑ چلائے جائیں گے پس وہ سفید بادل (روئی کے گالے) ہو جائیں گے ○ بیشک دوزخ تاک میں ہے ○ شریروں کا ٹھکانا وہی ہے ○ اس میں وہ قرنوں تک پڑے رہیں گے ○ نہ کبھی اس میں خنکی کا ذائقہ پائیں نہ پانی کا ○ سوائے گرم پانی اور بہتی پیپ کے ○ بدلہ دیئے جائیں گے پورا پورا ○ انہیں تو حساب کی توقع ہی نہ تھی ○ اور مکرا مکرا کر ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے تھے ○ ہم نے ہر ایک چیز کا لکھ کر گھیرا کر رکھا ہے ○ اب تم مزہ اٹھاؤ ہم تمہارے عذاب ہی بڑھاتے رہیں گے ○

قیامت کا منظر: یعنی قیامت کا دن ہمارے علم میں مقرر دن ہے' نہ وہ آگے ہو' نہ پیچھے ٹھیک وقت پر آ جائے گا۔ کب آئے گا اس کا صحیح علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو نہیں۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿وَمَا نُؤَخِّرُهُ إِلَّا لِأَجَلٍ مَّعْدُودٍ﴾ [1] نہیں ڈھیل دیتے ہم انہیں لیکن وقت مقرر کے لیے۔ اس دن صور میں پھونک ماری جائے گی اور لوگ جماعتیں جماعتیں بن کر آئیں گے' ہر اک امت اپنے اپنے نبی کے ساتھ الگ الگ ہو گی جیسے فرمایا ﴿يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ﴾ [2] جس دن ہم تمام لوگوں کو ان کے اماموں سمیت بلائیں گے' صحیح بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں دونوں صور کے درمیان چالیس ہوں گے' لوگوں نے پوچھا چالیس دن؟ کہا میں نہیں کہہ سکتا' پوچھا چالیس مہینے؟ کہا مجھے خبر نہیں' پوچھا چالیس سال؟ کہا میں یہ بھی نہیں کہہ سکتا۔ پھر اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی برسائے گا اور جس طرح درخت اگتے ہیں لوگ زمین سے اگیں گے' انسان کا تمام بدن گل سڑ جاتا ہے لیکن ایک ہڈی وہ ہڈی کمر کی ریڑھ کی ہڈی ہے اسی سے قیامت کے دن مخلوق مرکب کی جائے گی [3] آسمان کھول دیئے جائیں گے اور اس میں فرشتوں کے اترنے کے راستے اور دروازے بن جائیں گے پہاڑ چلائے جائیں گے اور بالکل ریت کے ذرے بن جائیں گے' جیسے اور جگہ ہے ﴿وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً﴾ [4] الخ' یعنی تم پہاڑوں کو دیکھ

---

[1] [سورۃ ھود: آیت ۱۰۴]
[2] [سورۃ بنی اسرائیل: آیت ۷۱]
[3] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب و من عم یتسآءلون (۴۹۳۵) صحیح مسلم: کتاب الفتن: باب ما بین النفختین (۲۹۵۵)]
[4] [سورۃ النمل: آیت ۸۸]

رہے ہو، جان رہے ہو وہ پختہ مضبوط اور جامد ہیں لیکن یہ بادلوں کی طرح چلنے پھرنے لگیں گے، اور جگہ ہے ﴿وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنفُوشِ﴾ [1] پہاڑ مثل دھنی ہوئی اون کے ہو جائیں گے، یہاں فرمایا پہاڑ سراب ہو جائیں گے یعنی دیکھنے والا کہتا ہے کہ وہ کچھ ہے حالانکہ دراصل کچھ نہیں۔ آخر میں بالکل برباد ہو جائیں گے نام و نشان تک نہ رہے گا، جیسے اور جگہ ہے ﴿وَيَسْئَلُونَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنسِفُهَا رَبِّي نَسْفًا﴾ [2] الخ، لوگ تجھ سے پہاڑوں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں تو کہہ انہیں میرا رب پراگندہ کر دے گا اور زمین بالکل ہموار میدان رہ جائے گی جس میں نہ کوئی موڑ ہو گا نہ ٹیلا، اور جگہ ہے ﴿وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْأَرْضَ بَارِزَةً﴾ [3] جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور تو دیکھے گا کہ زمین بالکل کھل جائے گی۔ پھر فرماتا ہے سرکش، نافرمان، مخالفین رسول کی تاک میں جہنم لگی ہوئی ہے ان کے لوٹنے اور رہنے کی جگہ ہے۔

اس کے معنی حضرت حسن اور حضرت قتادہ رحمہما اللہ نے یہ بھی کیے ہیں کہ کوئی شخص جنت میں بھی نہیں جا سکتا، جب تک جہنم پر سے نہ گزرے، اگر اعمال ٹھیک ہیں تو نجات پالی اور اگر اعمال بد ہیں تو روک لیا گیا اور جہنم میں جھونک دیا گیا، حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس پر تین تین پل ہیں، پھر فرمایا وہ اس میں مدتوں اور قرنوں پڑے رہیں گے ﴿أَحْقَابٌ﴾ جمع ہے "حَقَبٌ" کی ایک لمبے زمانے کو 'حقب' کہتے ہیں بعض کہتے ہیں 'حقب' اسی (۸۰) سال کا ہوتا ہے، سال بارہ ماہ کا۔ مہینہ تیس دن کا اور ہر دن ایک ہزار سال کا، بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین سے یہ مروی ہے، بعض کہتے ہیں ستر سال کا 'حقب' ہوتا ہے، کوئی کہتا ہے چالیس سال کا ہے، جس میں ہر دن ایک ہزار سال کا، بشیر بن کعب رحمہ اللہ تو کہتے ہیں ایک ایک دن اتنا بڑا اور ایسے تین سو ساٹھ سال کا ایک 'حقب' ایک مرفوع حدیث میں ہے حقب مہینہ، مہینہ تیس دن کا، سال بارہ مہینوں کا، سال کے دن تین سو ساٹھ ہر دن تمہاری گنتی کے اعتبار سے ایک ہزار سال کا (ابن ابی حاتم) [4]

لیکن یہ حدیث سخت منکر ہے اس کے راوی قاسم اور جعفر بن زبیر جو کہ ان سے روایت کریں ہیں، یہ دونوں متروک ہیں، ایک اور روایت میں ہے کہ ابوعلاء سلیمان بن مسلم نے سلیمان تیمی رحمہ اللہ سے پوچھا کہ کیا جہنم میں سے کوئی نکلے گا بھی؟ تو جواب دیا کہ میں نے نافع سے انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی قسم جہنم میں سے کوئی بھی بغیر مدت دراز رہے نہ نکلے گا۔ پھر کہا حقبہ اسی سے اوپر کچھ سال کا ہوتا ہے اور ہر سال تین سو ساٹھ سال کا ہو گا جو تم گنتے ہو۔ [5]

---

[1] [سورة القارعه : آیت ٥] [2] [سورة طه : آیت ١٠٥-١٠٧]

[3] [سورة الكهف : آیت ٤٧]

[4] [ضعیف : طبرانی کبیر (٧٩٥٧)] اس کی سند میں جعفر بن زبیر ضعیف و متروک راوی ہے۔]

[5] [موضوع وباطل : مسند بزار : كتاب صفة جهنم : باب متی یخرج من النار من دخلها (٣٥٠٣)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اس میں سلیمان بن مسلم راوی سخت ضعیف ہے۔[مجمع الزوائد (٣٩٨/١٠)، (١٨٦٣٣)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو موضوع کہتے ہیں۔]

سدی رحمہ اللہ کہتے ہیں سات سو 'حقب' رہیں گے ہر 'حقب' ستر سال کا ہر سال تین سو ساٹھ دن کا اور ہر دن دنیا کے ایک ہزار سال کے برابر کا' حضرت مقاتل بن حیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ آیت ﴿فَذُوْقُوْا﴾ کی آیت سے منسوخ ہو چکی ہے' خالد بن معدان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت اور یہ آیت ﴿اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ﴾ [1] یعنی جہنمی جب تک اللہ چاہے جہنم میں رہیں گے' یہ دونوں آیتیں توحید والوں کے بارے میں ہیں' امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ بھی ممکن ہے کہ احقاب تک رہنا متعلق ہو آیت ﴿حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا﴾ کے ساتھ یعنی وہ ایک ہی عذاب گرم پانی اور بہتی پیپ کا مدتوں رہے گا' پھر دوسری قسم کا عذاب شروع ہو گا لیکن صحیح یہی ہے کہ اس کا خاتمہ ہی نہیں۔

حضرت حسن سے جب یہ سوال ہوا تو کہا کہ 'احقاب' سے مراد ہمیشہ جہنم میں رہنا ہے لیکن 'حقب' کہتے ہیں ستر سال کو جس کا ہر دن دنیا کے ایک ہزار برس کے برابر ہوتا ہے۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ 'احقاب' کبھی ختم نہیں ہوتے ایک 'حقب' ختم ہوا دوسرا شروع ہو گیا ان 'احقاب' کی صحیح مدت کا اندازہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے' ہاں یہ ہم نے سنا ہے کہ ایک 'حقب' اسّی سال کا' ایک سال تین سو ساٹھ دن کا ہر دن دنیا کے ایک ہزار سال کا' ان دوزخیوں کو نہ تو کلیجوں کی ٹھنڈک ہو گی نہ کوئی اچھا پانی ملے گا' ہاں ٹھنڈک کے بدلے گرم کھولتا ہوا پانی ملے گا' اور کھانے پینے کی چیز بہتی ہوئی پیپ ملے گی' 'حمیم' اس سخت گرم درخت کو کہتے ہیں جس کے بعد حرارت کا کوئی درجہ نہ ہو' اور 'غساق' کہتے ہیں جہنمی لوگوں کے لہو پیپ' پسینہ آنسو اور زخموں سے بہے ہوئے خون پیپ وغیرہ کو۔ اس گرم چیز کے مقابلہ میں یہ اس قدر سرد ہو گی جو بجائے خود عذاب ہے اور بے حد بدبودار ہے۔ سورۂ ص میں 'غساق' کی پوری تفسیر بیان ہو چکی ہے' اب یہاں دوبارہ اس کے بیان کی چنداں ضرورت نہیں' اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہمیں اپنے ہر عذاب سے بچائے۔

بعض نے کہا ہے "بَرْدٌ" سے مراد نیند ہے' عرب شاعروں کے شعروں میں بھی برد نیند کے معنی میں پایا جاتا ہے۔ پھر فرمایا یہ ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ ہے' ان کی بداعمالیاں بھی تو دیکھو کہ ان کا عقیدہ تھا کہ حساب کا کوئی دن آنے ہی کا نہیں' ہم نے جو جو دلیلیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی تھیں یہ ان سب کو جھٹلاتے تھے۔ ﴿كِذَّابًا﴾ مصدر ہے اس وزن پر اور مصدر بھی آتے ہیں' پھر فرمایا کہ ہم نے اپنے بندوں کے تمام اعمال و افعال کو گن رکھا ہے اور شمار کر رکھا ہے وہ سب ہمارے پاس لکھے ہوئے ہیں اور سب کا بدلہ بھی ہمارے پاس تیار ہے۔ ان اہل جہنم سے کہا جائے گا کہ اب ان عذابوں کا مزہ چکھو' ایسے ہی اور اس سے بھی بدترین عذاب تمہیں بکثرت ہوتے رہیں گے' حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں دوزخیوں کے لئے اس سے زیادہ سخت اور مایوس کن اور کوئی آیت نہیں۔ ان کے عذاب ہر وقت بڑھتے ہی رہیں گے' حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے سوال ہوا کہ دوزخیوں کیلئے سب سے زیادہ سخت آیت کونسی ہے؟ تو فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو پڑھ کر فرمایا ان لوگوں کو اللہ کی نافرمانیوں نے تباہ

---

[1] [سورۃ ھود : آیت ۱۰۷]

کر دیا' لیکن اس حدیث کے راوی جسر بن فرقد بالکل ضعیف ہیں۔ (1)

اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ مَفَازًا ﴿۳۱﴾ حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا ﴿۳۲﴾ وَّكَوَاعِبَ اَتْرَابًا ﴿۳۳﴾ وَّكَاْسًا دِهَاقًا ﴿۳۴﴾
لَا یَسْمَعُوْنَ فِیْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا ﴿۳۵﴾ جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا ﴿۳۶﴾

یقیناً پرہیز گار لوگوں کیلئے کامیابی ہے ○ باغات اور انگور ○ اور نوجوان کنواری ہم عمر عورتیں ہیں ○ اور جام شراب میں چھلکتے ہوئے ○ وہاں نہ تو بیہودہ باتیں سنیں گے اور نہ جھٹلانا ○ بدلہ ہے تیرے رب کی طرف سے انعام بھرپور ○

پرہیزگاروں کے لیے کامیابی اور جنتی حوریں: نیک لوگوں کیلئے اللہ کے ہاں جو نعمتیں و رحمتیں ہیں ان کا بیان ہو رہا ہے کہ یہ کامیاب مقصد کو پانے والے اور نصیب دار ہیں کہ جہنم سے نجات پائی اور جنت میں پہنچ گئے "حَدَآئِقَ" کہتے ہیں کھجور وغیرہ کے باغات کو' انہیں نوجوان کنواری حوریں بھی ملیں گی جو ابھرے ہوئے سینے والیاں اور ہم عمر ہوں گی' جیسے کہ سورۂ واقعہ کی تفسیر میں اس کا پورا پورا بیان گزر چکا' ایک حدیث میں ہے کہ جنتیوں کے لباس ہی اللہ کی رضامندی کے ہوں گے' بادل ان پر آئیں گے اور ان سے کہیں گے کہ بتلاؤ ہم تم پر کیا برسائیں؟ پھر جو فرمائیں گے' بادل ان پر برسائیں گے یہاں تک کہ نوجوان کنواری لڑکیاں بھی ان پر برسیں گی۔ (ابن ابی حاتم) (2)

انہیں شراب طہور کے چھلکتے ہوئے' پاک صاف' بھرپور جام پر جام ملیں گے جس میں نشہ نہ ہوگا کہ بیہودہ گوئی اور لغو باتیں منہ سے نکلیں اور کان میں پڑیں' جیسے اور جگہ ہے ﴿لَا لَغْوٌ فِیْهَا وَلَا تَاْثِیْمٌ﴾ (3) اس میں نہ لغو ہوگا نہ فضول گوئی اور نہ گناہ کی باتیں' کوئی بات جھوٹ اور فضول نہ ہوگی۔

وہ دار السلام ہے جس میں کوئی عیب کی اور برائی کی بات ہی نہیں' یہ ان پارسا بزرگوں کو جو کچھ بدلے ملے ہیں یہ ان کے نیک اعمال کا نتیجہ ہے جو اللہ کے فضل و کرم' احسان و انعام کی بناء پر ملے ہیں' جو بے حد کافی' بکثرت اور بھرپور ہیں۔ عرب کہتے ہیں ((اَعْطَانِیْ فَاَحْسَبَنِیْ)) انعام دیا اور بھرپور دیا اسی طرح کہتے ہیں ((حَسْبِیَ اللّٰهُ)) یعنی اللہ مجھے ہر طرف سے کافی وافی ہے۔

رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا یَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا ﴿۳۷﴾ یَوْمَ یَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ
صَفًّا ۙ لَّا یَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ﴿۳۸﴾ ذٰلِكَ الْیَوْمُ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى
رَبِّهٖ مَاٰبًا ﴿۳۹﴾ اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِیْبًا ۚ یَّوْمَ یَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ یَدٰهُ وَیَقُوْلُ الْكٰفِرُ یٰلَیْتَنِیْ
كُنْتُ تُرٰبًا ﴿۴۰﴾ ع

(1) [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۱۱/۳۰) مجمع الزوائد (۱۱۴۶۳)]

(2) [ضعیف : بیہقی فی البعث والنشور (ص : ۳۱۸)، (۵۷۹)] اس کی سند میں ابوعبدالرحمٰن قاسم راوی ضعیف اور عطیہ راوی مجہول ہے۔ امام ہیثمی نے فرمایا ہے کہ اسے طبرانی نے بھی روایت کیا ہے لیکن اس میں شعیب بن بیان راوی ضعیف ہے۔ [مجمع الزوائد (۱۳۶/۷)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

(3) [الطور : ۲۳]

پروردگار آسمانوں کا اور زمین کا اور جو ان کے درمیان ہے بڑی بخشش کرنے والا کسی کو اس سے بات چیت کرنے کا اختیار نہیں ○ جس دن روح اور فرشتے صفیں باندھ کر کھڑے ہوں گے کوئی کلام نہیں کر سکے گا مگر جسے رحمٰن اجازت دے اور وہ ٹھیک بات زبان سے نکالے ○ یہ دن حق ہے اب جو چاہے اپنے رب کے پاس ٹھکانہ بنالے ○ ہم نے تمہیں پاس کے عذاب سے ڈرایا ہے جس دن انسان ہاتھوں کی آگے بھیجی ہوئی کمائی کو دیکھ لے گا اور کافر کہے گا کاش کہ میں بھی مٹی بن جاتا ○

قیامت کے دن پروردگار کی شان و شوکت اور کمزور انسان: اللہ تعالیٰ اپنی عظمت و جلال کی خبر دے رہا ہے کہ آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی تمام مخلوق کو پالنے پوسنے والا ہے، وہ رحمٰن ہے، جس کے رحم نے تمام دنیا کو گھیر لیا ہے، جب تک اس کی اجازت نہ ہو اس کے سامنے لب نہیں ہلا سکتا، جیسے اور جگہ ہے ﴿مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ﴾ [1] یعنی کون ہے جو اس کی اجازت بغیر اس کے سامنے سفارش لے جا سکے، اور جگہ ہے ﴿یَوْمَ یَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ﴾ [2] جس دن وہ وقت آجائے گا کوئی بھی بلا اجازت اس سے بات نہ کر سکے گا، روح سے مراد یا تو کل انسانوں کی روحیں ہیں، یا کل انسان ہیں، یا ایک قسم کی خاص مخلوق ہے جو انسانوں کی سی صورتوں والے ہیں کھاتے پیتے ہیں نہ وہ فرشتے ہیں نہ انسان، یا مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں، حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اور جگہ بھی روح کہا گیا ہے، ارشاد ہے ﴿نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ﴾ [3] الخ، اسے امانت دار روح نے تیرے دل پر اتارا ہے تاکہ تو ڈرانے والا بن جائے، یہاں مراد روح سے یقیناً حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں، حضرت مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تمام فرشتوں سے بزرگ، اللہ کے مقرب اور وحی لے کر آنے والے بھی ہیں، یا مراد روح سے قرآن ہے، اس کی دلیل میں یہ آیت پیش کی جاتی ہے ﴿وَكَذٰلِكَ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا﴾ [4] یعنی ہم نے اپنے حکم سے تیری طرف روح اتاری یہاں روح سے مراد قرآن ہے، چھٹا قول یہ ہے کہ یہ ایک فرشتہ ہے جو تمام مخلوق کے برابر ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ فرشتہ تمام فرشتوں سے بڑا ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ روح نامی فرشتہ چوتھے آسمان میں ہے، تمام آسمانوں کل پہاڑوں اور سب فرشتوں سے بڑا ہے، ہر دن بارہ ہزار تسبیحات پڑھتا ہے ہر ایک تسبیح سے ایک ایک فرشتہ پیدا ہوتا ہے، قیامت کے دن وہ اکیلا ایک صف بن کر آئے گا۔ لیکن یہ قول بہت ہی غریب ہے۔ [5]

طبرانی میں حدیث ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ فرشتوں میں ایک فرشتہ وہ بھی ہے کہ اگر اسے حکم ہو کہ تمام آسمانوں اور زمینوں کو لقمہ بنالے تو وہ ایک لقمہ میں سب کو لے لے اس کی تسبیح یہ ہے ﴿سُبْحَانَكَ حَیْثُ

---

[1] [البقرہ : ۲۵۵]

[2] [ھود : ۱۰۵]

[3] [سورة الشعراء : آیت ۱۹۳۔ ۱۹۴]

[4] [سورة الشوری : آیت ۵۲]

[5] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۳۰/۲۲)] اس کی سند میں ابوحمزہ میمون راوی متروک ہے۔ [دیکھئیے : میزان الاعتدال (۳۳۴/۴)، (۸۹۶۹)]

﴿ كُنْتَ ﴾ اللہ تو جہاں کہیں بھی ہے پاک ہے[1] یہ حدیث بھی بہت غریب ہے بلکہ اس کے فرمان رسول ہونے میں بھی کلام ہے، ممکن ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہو اور وہ بھی بنی اسرائیل سے لیا ہوا' واللہ اعلم۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے یہ سب اقوال وارد کئے ہیں لیکن کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ میرے نزدیک تو ان تمام اقوال میں سے بہتر قول یہ ہے کہ یہاں روح سے مراد کل انسان ہیں۔ واللہ اعلم۔ پھر فرمایا صرف وہی اس سے بات کر سکے گا جسے وہ رحمٰن اجازت دے جیسے فرمایا: ﴿ يَوْمَ يَأْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ ﴾[2] یعنی جب وہ وقت آئے گا کوئی نفس بغیر اس کی اجازت کے کلام بھی نہیں کر سکے گا صحیح حدیث میں بھی ہے کہ اس دن سوائے رسولوں کے کوئی بات نہ کر سکے گا[3] پھر فرمایا کہ اس کی بات بھی ٹھیک ٹھاک ہو' سب سے زیادہ حق بات ﴿ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ ﴾ ہے' پھر فرمایا کہ یہ دن حق ہے یقیناً آنے والا ہے' جو چاہے اپنے رب کے پاس اپنے لوٹنے کی جگہ اور وہ راستہ بنا لے جس پر چل کر وہ اس کے پاس سیدھا جا پہنچے' ہم نے تمہیں بالکل قریب آئی ہوئی آفت سے آگاہ کر دیا ہے' آنے والی چیز تو آ گئی ہوئی سمجھنی چاہئے' اس دن نئے پرانے' چھوٹے بڑے' اچھے برے' کل اعمال انسان کے سامنے ہوں گے جیسے فرمایا ﴿ وَوَجَـــدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ﴾[4] جو کیا اسے سامنے پالیں گے۔

اور جگہ ہے ﴿ يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ ﴾[5] ہر انسان کو اس کے اگلے پچھلے اعمال سے متنبہ کیا جائے گا' اس دن کافر آرزو کرے گا کاش کہ وہ مٹی ہوتا پیدا ہی نہ کیا جاتا وجود میں ہی نہ آتا' اللہ کے عذاب کو آنکھ سے دیکھ لے گا اپنی بدکاریاں سامنے ہوں گی جو پاک فرشتوں کے منصف ہاتھوں کی لکھی ہوئی ہیں' پس ایک معنی تو یہ ہوئے کہ دنیا میں ہی مٹی ہونے کی یعنی پیدا نہ ہونے کی آرزو کرے گا' دوسرے معنی یہ ہیں کہ جب جانوروں کا فیصلہ ہوگا اور ان کو قصاص دلوائے جائیں گے یہاں تک کہ بے سنگ والی بکری کو اگر سینگ والی بکری نے مارا ہوگا تو اس سے بھی بدلہ دلوایا جائے گا پھر ان سے کہا جائے گا مٹی ہو جاؤ وہ مٹی ہو جائیں گے' اس وقت یہ کافر انسان بھی کہے گا ہائے کاش! میں بھی حیوان ہوتا اور اب مٹی بن جاتا' حضور ﷺ کی لمبی حدیث میں بھی یہ مضمون وارد ہوا ہے' اور حضرت ابو ہریرہ رحمہ اللہ اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے بھی یہی مروی ہے۔ الحمد للہ سورۂ نبا کی تفسیر ختم ہوئی۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالْمِنَّةُ وَبِهِ التَّوْفِيْقُ وَالْعِصْمَةُ۔

---

[1] [ضعیف: طبرانی کبیر (۱۱۴۷۶) وفی الاوسط (۶۴۳۸) مجمع الزوائد (۱/۸۵)] اس کی سند میں وہب اللہ بن رزق راوی مجہول ہے۔]

[2] [سورۃ هود : آیت ۱۰۵]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الاذان : باب فضل السجود (۸۰۶) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب معرفة طریق الرویة (۱۸۲)]

[4] [سورۃ الکہف: آیت ۴۹]

[5] [سورۃ القیامہ : آیت ۱۳]

تفسیر سورۃ النازعات

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
وَالنّٰزِعٰتِ غَرۡقًا ۙ﴿۱﴾ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشۡطًا ۙ﴿۲﴾ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبۡحًا ۙ﴿۳﴾ فَالسّٰبِقٰتِ سَبۡقًا ۙ﴿۴﴾
فَالۡمُدَبِّرٰتِ اَمۡرًا ۘ﴿۵﴾ یَوۡمَ تَرۡجُفُ الرَّاجِفَۃُ ۙ﴿۶﴾ تَتۡبَعُہَا الرَّادِفَۃُ ؕ﴿۷﴾ قُلُوۡبٌ
یَّوۡمَئِذٍ وَّاجِفَۃٌ ۙ﴿۸﴾ اَبۡصَارُہَا خَاشِعَۃٌ ۘ﴿۹﴾ یَقُوۡلُوۡنَ ءَاِنَّا لَمَرۡدُوۡدُوۡنَ فِی الۡحَافِرَۃِ ﴿۱۰﴾
ءَاِذَا کُنَّا عِظَامًا نَّخِرَۃً ﴿۱۱﴾ قَالُوۡا تِلۡکَ اِذًا کَرَّۃٌ خَاسِرَۃٌ ﴿۱۲﴾ فَاِنَّمَا ہِیَ زَجۡرَۃٌ وَّاحِدَۃٌ ﴿۱۳﴾
فَاِذَا ہُمۡ بِالسَّاہِرَۃِ ﴿۱۴﴾

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

سختی سے کھینچنے والوں کی قسم ○ کھول کر بند چھڑا دینے والوں کی قسم ○ تیرتے پھرنے والوں کی قسم ○ پھر دوڑ کر آگے بڑھنے والوں کی قسم ○ پھر کام کی تدبیر کرنے والوں کی قسم ○ جس دن کانپنے والی کانپے گی ○ اس کے پیچھے ہو گی آنے والی ○ بہت سے دل اس دن دھڑک رہے ہوں گے ○ جن کی نگاہیں نیچی ہوں گی ○ کہتے ہیں کیا ہم اگلی سی حالت کی طرف پھر لوٹائے جائیں گے؟ ○ کیا جس وقت ہم بوسیدہ ہڈیاں ہو جائیں گے ○ کہتے ہیں پھر تو یہ لوٹنا نقصان دہ ہے ○ وہ تو صرف ایک خوفناک آواز ہے ○ کہ ایک دم وہ میدان میں جمع ہو جائیں گے ○

فرشتوں کی قسمیں کھا کر قیامت کی یقین دہانی: اس سے مراد فرشتے ہیں جو بعض لوگوں کی روحوں کو سختی سے گھسیٹتے ہیں اور بعض روحوں کو بہت آسانی سے نکالتے ہیں جیسے کسی کے بند کھول دیئے جائیں' کفار کی روحیں کھینچی جاتی ہیں پھر بند کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم میں ڈبو دیئے جاتے ہیں' یہ ذکر موت کے وقت کا ہے' بعض کہتے ہیں ﴿وَالنّٰزِعٰتِ غَرۡقًا﴾ سے مراد موت ہے' بعض کہتے ہیں' دونوں آیتوں سے مطلب ستارے ہیں' بعض کہتے ہیں سخت لڑائی کرنے والے ہیں' لیکن صحیح بات پہلی ہی ہے' یعنی روح نکالنے والے فرشتے' اسی طرح تیسری آیت کی نسبت بھی یہ تینوں تفسیریں مروی ہیں یعنی فرشتے' موت اور ستارے۔ حضرت عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں مراد کشتیاں ہیں' اسی طرح سابقات کی تفسیر میں بھی تینوں قول ہیں' معنی یہ ہیں کہ آسمان اور تصدیق کی طرف آگے بڑھنے والے عطا رحمہ اللہ فرماتے ہیں مجاہدین کے گھوڑے مراد ہیں۔

پھر حکم اللہ کی تعمیل تدبیر سے کرنے والے اس سے مراد بھی فرشتے ہیں' جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ کا قول ہے' آسمان سے زمین کی طرف اللہ عزوجل کے حکم سے تدبیر کرتے ہیں' امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ان اقوال میں کوئی فیصلہ نہیں کیا' کانپنے والی کے کانپنے اور اس کے پیچھے آنے والی کے پیچھے آنے سے مراد دونوں نفخے ہیں' پہلے

نفخہ کا بیان اس آیت میں بھی ہے ﴿يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ﴾ [1] جس دن زمین اور پہاڑ کپکپا جائیں گے' دوسرے نفخہ کا بیان اس آیت میں ہے ﴿وَحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً﴾ [2] اور زمین اور پہاڑ اٹھا لئے جائیں گے' پھر دونوں ایک ہی دفعہ چور چور کر دیئے جائیں گے۔

مسند احمد کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کانپنے والی آئے گی اس کے پیچھے ہی پیچھے آنے والی ہوگی یعنی موت اپنے ساتھ اپنی آفتیں لئے ہوئے آئے گی' ایک شخص نے کہا حضور ﷺ اگر میں اپنے وظیفہ کا تمام وقت آپ پر درود پڑھنے میں گزاروں تو؟ آپ نے فرمایا پھر تو اللہ تعالیٰ تجھے دنیا اور آخرت کے تمام غم و رنج سے بچا لے گا۔ [3] ترمذی میں ہے دو تہائی رات گزارنے کے بعد رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوتے اور فرماتے لوگو! اللہ کو یاد کرو کپکپانے والی آرہی ہے پھر اس کے پیچھے ہی اور آرہی ہے' موت اپنے ساتھ کی تمام آفات کو لئے ہوئے چلی آرہی ہے [4] اس دن بہت سے دل ڈر رہے ہوں گے' ایسے لوگوں کی نگاہیں ذلت وحقارت کے ساتھ پست ہوں گی کیونکہ وہ اپنے گناہوں اور اللہ کے عذاب کا معائنہ کر چکے ہیں' مشرکین جو روز قیامت کے منکر تھے اور کہا کرتے تھے کہ کیا قبروں میں جانے کے بعد بھی ہم زندہ کئے جائیں گے؟ وہ آج اپنی اس زندگی کو رسوائی اور برائی کے ساتھ آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔

﴿حَافِرَةٌ﴾ کہتے ہیں قبروں کو بھی' یعنی قبروں میں چلے جانے کے بعد جسم کے ریزے ریزے ہو جانے کے بعد' جسم اور ہڈیوں کے گل سڑ جانے اور کھوکھلی ہو جانے کے بعد بھی کیا ہم زندہ کئے جائیں گے؟ پھر تو یہ دوبارہ کی زندگی خسارے اور گھاٹے والی ہوگی' کفار قریش کا یہ مقولہ تھا' ﴿حَافِرَةٌ﴾ کے معنی موت کے بعد کی زندگی کے بھی مروی ہیں' اور جہنم کا نام بھی ہے اس کے نام بہت سے ہیں جیسے جحیم' سقر' جهنم' هاويه' حافره' لظی' حطمه وغیرہ۔ اب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس چیز کو یہ بڑی بھاری' اور انہونی اور ناممکن سمجھے ہوئے ہیں وہ ہماری قدرت کاملہ کے ماتحت ایک ادنیٰ سی بات ہے' ادھر ایک آواز دی ادھر سب زندہ ہو کر ایک میدان میں جمع ہو گئے' یعنی اللہ تعالیٰ حضرت اسرافیل علیہ السلام کو حکم دے گا وہ صور پھونک دیں گے بس ان کے صور پھونکتے ہی تمام اگلے پچھلے جی اٹھیں گے اور اللہ کے سامنے ایک ہی میدان میں کھڑے ہو جائیں گے' جیسے اور جگہ ہے ﴿يَوْمَ يَدْعُوكُمْ﴾ [5] الخ' جس دن وہ تمہیں پکارے گا اور تم اس کی تعریفیں کرتے ہوئے اسے جواب دو گے اور جان لو

---

[1] [سورة المزمل: آیت ١٤] [2] [سورة الحاقه: آیت ١٤]

[3] [حسن بالشواهد : مسند احمد (١٣٦/٥)] مولانا مبشر احمد ربانی فرماتے ہیں کہ یہ روایت اپنے شواہد کے ساتھ حسن ہے۔]

[4] [حسن : ترمذی : کتاب صفة القيامة : باب فی الترغيب فی ذکر الله و ذکر الموت (٢٤٥٧)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔[صحيح ترمذی ، صحيح الترغيب (١٦٧٠) السلسلة الصحيحه (٩٥٤) فضل الصلاة على النبی (١٤) المشكاة (٥٣٥١)]

[5] [بنی اسرائيل : ٥٢]

گے کہ بہت ہی کم ٹھہرے اور جگہ فرمایا ﴿وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ﴾ [1] ہمارا حکم بس یکبارگی ہو جائے گا جیسے آنکھ کا جھپکنا۔

اور جگہ ہے ﴿وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ﴾ [2] امر قیامت مثل آنکھ جھپکنے کے ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ قریب' یہاں بھی یہی بیان ہو رہا ہے کہ صرف ایک آواز ہی کی دیر ہے اس دن پروردگار سخت غضبناک ہوگا' یہ آواز بھی غصہ کے ساتھ ہوگی' یہ آخری نفخہ ہے جس کے پھونکے جانے کے بعد تمام لوگ زمین کے اوپر آ جائیں گے' حالانکہ اس سے پہلے نیچے تھے' ﴿سَاهِرَةٌ﴾ روئے زمین کو کہتے ہیں اور سیدھے صاف میدان کو بھی کہتے ہیں' ثوری رحمہ اللہ کہتے ہیں اس سے مراد شام کی زمین ہے' عثمان بن ابوعاتکہ کا قول ہے اس سے مراد بیت المقدس کی زمین ہے۔

وہب بن منبہ رحمہ اللہ کہتے ہیں بیت المقدس کے ایک طرف یہ ایک پہاڑ ہے' قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں جہنم کو بھی "سَاهِرَةٌ" کہتے ہیں۔ لیکن یہ اقوال سب غریب ہیں' ٹھیک قول پہلا ہی ہے یعنی روئے زمین کے سب لوگ زمین پر جمع ہو جائیں گے' جو سفید ہوگی اور بالکل صاف اور خالی ہوگی جیسے میدے کی روٹی ہوتی ہے اور جگہ ہے ﴿يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ﴾ [3] الخ' یعنی جس دن یہ زمین بدل کر دوسری زمین ہوگی اور آسمان بھی بدل جائیں گے اور سب مخلوق اللہ تعالیٰ واحد وقہار کے روبرو ہو جائے گی' اور جگہ ہے لوگ تجھ سے پہاڑوں کے بارے میں پوچھتے ہیں تو کہہ دے کہ انہیں میرا رب ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا اور زمین بالکل ہموار میدان بن جائے گی جس میں کوئی موڑ توڑ نہ ہوگا' نہ اونچی نیچی جگہ۔ [4] اور جگہ ہے ہم پہاڑوں کو چلنے والا کر دیں گے' اور زمین صاف ظاہر ہو جائے گی [5] غرض ایک بالکل نئی زمین ہوگی جس پر نہ کبھی کوئی خطا ہوئی نہ قتل و گناہ۔

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ﴿۱۵﴾ اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ﴿۱۶﴾ اِذْهَبْ
اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۱۷﴾ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى ﴿۱۸﴾ وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ﴿۱۹﴾
فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ﴿۲۰﴾ فَكَذَّبَ وَعَصٰى ﴿۲۱﴾ ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ﴿۲۲﴾ فَحَشَرَ فَنَادٰى ﴿۲۳﴾
فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ﴿۲۴﴾ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى ﴿۲۵﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ
لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ﴿۲۶﴾ ع

کیا حضرت موسیٰ کا قصہ بھی تجھے پہنچا ہے؟ ○ انہیں ان کے رب نے پاک میدان طویٰ میں پکارا ○ کہ تم فرعون کے پاس جاؤ اس نے سرکشی اختیار کر لی ہے ○ اس سے کہو کہ کیا تو درستگی چاہتا ہے ○ کہ میں تجھے تیرے رب کی راہ دکھاؤں تو ڈرنے لگے ○ پس اسے بڑی نشانی دکھائی ○ پھر بھی وہ جھٹلاتا اور نافرمانی کرتا رہا ○ اور الگ ہٹ کر کوششیں کرنے لگا ○ پھر سب کو

---

[1] [القمر : ۵۰]　[2] [النحل : ۷۷]　[3] [ابراھیم : ۴۸]

[4] [طہ : ۱۰۵-۱۰۸]　[5] [الکہف : ۴۷]

جمع کر کے باآواز بلند کہنے لگا ○ تم سب کا رب میں ہی ہوں سب سے بلند وبالا ○ اللہ نے بھی اسے آخرت کے اور دنیا کے عذاب میں گرفتار کر لیا ○ بیشک اس میں اس شخص کیلئے عبرت ہے جو ڈرے ○

موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا مختصر ذکر: اللہ تعالیٰ اپنے رسول حضرت محمد ﷺ کو خبر دیتا ہے کہ اس نے اپنے بندے اور رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی طرف بھیجا اور معجزات سے ان کی تائید کی' لیکن باوجود اس کے فرعون اپنی سرکشی اور اپنے کفر سے باز نہ آیا بالآخر اللہ کا عذاب اترا اور برباد ہو گیا' اسی طرح اے پیغمبر آخرالزماں ﷺ آپ کے مخالفین کا بھی حشر ہو گا۔ اسی لئے اس واقعہ کے خاتمہ پر فرمایا ڈر والوں کے لئے اس میں عبرت ہے' پس فرماتا ہے کہ تجھے خبر بھی ہے؟ موسیٰ علیہ السلام کو اس کے رب نے آواز دی جبکہ وہ ایک مقدس میدان میں تھے جس کا نام طویٰ ہے۔ اس کا تفصیل سے بیان سورۂ طٰہٰ میں گزر چکا ہے' آواز دے کر فرمایا کہ فرعون نے سرکشی تکبر' تجبر اور تمرد اختیار کر رکھا ہے تم اس کے پاس پہنچو اور اسے میرا یہ پیغام پہنچا دو کہ کیا تو چاہتا ہے کہ میری مان کر اس راہ پر چلے جو پاکیزگی کی راہ ہے' میری سن میری مان' سلامتی کے ساتھ پاکیزگی حاصل کر لے گا' میں تجھے اللہ کی عبادت کے وہ طریقے بتاؤں گا جس سے تیرا دل نرم اور روشن ہو جائے اس میں خشوع وخضوع پیدا ہو اور دل کی سختی اور بدبختی دور ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے پاس جا پہنچے اللہ کا فرمان پہنچایا' حجت ختم کی دلائل بیان کئے یہاں تک کہ اپنی سچائی کے ثبوت میں معجزات بھی دکھائے لیکن وہ برابر حق کی تکذیب کرتا رہا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی باتوں کی نافرمانی پر جما رہا چونکہ دل میں کفر جاگزین ہو چکا تھا اس سے طبیعت نہ ہٹی اور حق واضح ہو جانے کے باوجود ایمان وتسلیم نصیب نہ ہوئی۔ یہ اور بات ہے کہ دل سے جانتا تھا کہ یہ حق برحق نبی ہیں اور ان کی تعلیم بھی برحق ہے۔

لیکن دل کی معرفت اور چیز ہے اور ایمان اور چیز ہے دل کی معرفت پر عمل کرنے کا نام ایمان ہے کہ حق کا تابع فرمان بن جائے اور اللہ رسول کی باتوں پر عمل کرنے کیلئے جھک جائے۔ پھر اس نے حق سے منہ موڑ لیا اور خلاف حق کوشش کرنے لگا جادوگروں کو جمع کر کے ان کے ہاتھوں موسیٰ علیہ السلام کو نیچا دکھانا چاہا۔ اپنی قوم کو جمع کیا اور اس میں منادی کی کہ تم سب میں بلند وبالا میں ہی ہوں' اس سے چالیس سال پہلے وہ کہہ چکا تھا کہ ﴿ مَاعَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ ﴾ [1] یعنی میں نہیں جانتا کہ میرے سوا تمہارا معبود کوئی اور بھی ہو' اب تو اس کی طغیانی حد سے بڑھ گئی اور صاف کہہ دیا کہ میں ہی رب ہوں' بلندیوں والا سب پر غالب میں ہی ہوں' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے بھی اس سے وہ انتقام لیا جو اس جیسے تمام سرکشوں کے لئے ہمیشہ ہمیشہ سبب عبرت بن جائے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی بدترین عذاب تو ابھی باقی ہیں' جیسے فرمایا ﴿ وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴾ [2] یعنی ہم نے انہیں جہنم کی طرف بلانے والے پیش رو بنائے قیامت کے دن یہ مدد نہ کئے جائیں گے' پس صحیح ترمعنی آیت کے یہی ہیں کہ آخرت اور اولیٰ سے مراد دنیا اور آخرت ہے' بعض نے کہا اول آخر سے مراد اس کے دونوں قول ہیں یعنی پہلے یہ کہنا کہ

---

[1] [سورۃ القصص: آیت ۳۸]　[2] [القصص: ۴۱]

میرے علم میں میرے سوا تمہارا کوئی اللہ نہیں' پھر یہ کہنا کہ تمہارا سب کا بلند رب میں ہوں' بعض کہتے ہیں مراد کفر و نافرمانی ہے' لیکن صحیح قول پہلا ہی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں اس میں ان لوگوں کیلئے عبرت و نصیحت ہے جو نصیحت حاصل کریں اور باز آ جائیں۔

ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ؕ بَنٰىهَا ﴿۲۷﴾ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ﴿۲۸﴾ وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا ﴿۲۹﴾ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ﴿۳۰﴾ اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰىهَا ﴿۳۱﴾ وَالْجِبَالَ اَرْسٰىهَا ﴿۳۲﴾ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿۳۳﴾

کیا تمہارا پیدا کرنا زیادہ سخت ہے یا آسمان کا؟ اللہ نے اسے بنایا ○ اس کی بلندی اونچی کی اسے ٹھیک ٹھاک کر دیا ○ اس کی رات کو تاریکی' اس کے دن کو روشن بنایا ○ اور اس کے بعد زمین کو ہموار بچھا دیا ○ اور اس میں سے پانی' چارہ پیدا کیا ○ اور پہاڑوں کو مضبوط گاڑ دیا ○ تمہارا اور تمہارے جانوروں کے فائدے کیلئے ○

موت کے بعد دوبارہ زندگی پر دلائل: جو لوگ مرنے کے بعد زندہ ہونے کے منکر تھے' انہیں پروردگار دلیلیں دیتا ہے کہ تمہاری پیدائش سے تو بہت زیادہ مشکل پیدائش آسمانوں کی ہے جیسے اور جگہ ہے ﴿لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ﴾ [1] یعنی زمین و آسمان کی پیدائش انسانوں کی پیدائش سے زیادہ بھاری ہے اور جگہ ہے ﴿اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ بَلٰى وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ﴾ [2] کیا جس نے زمین و آسمان کو پیدا کر دیا وہ ان جیسے انسانوں کو دوبارہ پیدا کرنے پر قدرت نہیں رکھتا؟ ضرور وہ قادر ہے اور وہی بڑا پیدا کرنے والا اور خوب جاننے والا ہے' آسمانوں کو اس نے بنایا یعنی بلند و بالا خوب چوڑا اور کشادہ اور بالکل برابر بنایا پھر اندھیری راتوں میں خوب چمکنے والے ستارے اس میں جڑ دیئے' رات کو سیاہ اور اندھیرے والی بنایا اور دن کو روشن اور نور والا بنایا اور اس کے بعد زمین کو بچھا دیا یعنی پانی اور چارہ نکالا۔ سورۂ حم سجدہ میں یہ بیان گزر چکا ہے کہ زمین کی پیدائش تو آسمان سے پہلے ہے ہاں اس کی برکات کا اظہار آسمانوں کی پیدائش کے بعد ہوا جس کا بیان یہاں ہو رہا ہے' ابن عباس رضی اللہ عنہما اور بہت سے مفسرین سے یہی مروی ہے' امام ابن جریر رحمہ اللہ بھی اسی کو پسند فرماتے ہیں' اس کا تفصیلی بیان اوپر گزر چکا ہے اور پہاڑوں کو اس نے خوب مضبوط گاڑ دیا ہے وہ حکمتوں والا صحیح علم والا ہے اور ساتھ ہی اپنی مخلوق پر بے حد مہربان ہے۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا وہ ہلنے لگی پروردگار نے پہاڑوں کو پیدا کر کے زمین پر گاڑ دیا جس سے وہ ٹھہر گئی فرشتوں کو اس سے سخت تر تعجب ہوا اور پوچھنے لگے اللہ تیری مخلوق میں ان پہاڑوں سے بھی زیادہ سخت چیز کوئی اور ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہاں لوہا' پوچھا اس سے بھی زیادہ سخت؟ فرمایا آگ' پوچھا اس سے بھی زیادہ سخت؟ فرمایا ہاں پانی' پوچھا اس سے بھی زیادہ سخت؟ فرمایا ہوا' پوچھا پروردگار کیا تیری مخلوق

---

[1] [غافر : ۵۷] [2] [یسین : ۸۱]

میں اس سے بھاری کوئی اور چیز ہے؟ فرمایا ہاں ابن آدم وہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ سے جو خرچ کرتا ہے اس کی خبر بائیں ہاتھ کو بھی نہیں ہوتی [1] ابن جریر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب زمین کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا تو وہ کانپنے لگی اور کہنے لگی مجھ پر تو آدم اور اس کی اولاد کو پیدا کرنے والا ہے جو اپنی گندگی مجھ پر ڈالیں گے اور میری پیٹھ پر تیری نافرمانیاں کریں گے' اللہ تعالیٰ نے پہاڑ گاڑ کر زمین کو ٹھہرا دیا بہت سے پہاڑ تم دیکھ رہے ہو اور بہت سے تمہاری نگاہوں سے اوجھل ہیں' زمین کا پہاڑوں کے بعد سکون حاصل کرنا بالکل ایسا ہی تھا جیسے اونٹ کو ذبح کرتے ہی اس کا گوشت تھرکتا رہتا ہے پھر کچھ دیر بعد ٹھہر جاتا ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ یہ سب تمہارے اور تمہارے جانوروں کے فائدہ کیلئے ہے' یعنی زمین سے چشموں اور نہروں کا جاری کرنا' زمین کے پوشیدہ خزانوں کو ظاہر کرنا' کھیتیاں اور درخت اگانا' پہاڑوں کا گاڑنا تاکہ زمین سے پورا پورا فائدہ تم اٹھا سکو' یہ باتیں انسانوں کے فائدہ کیلئے ہیں اور ان کے جانوروں کے فائدہ کیلئے پھر وہ جانور بھی انہی کے فائدے کیلئے ہیں کہ بعض کا گوشت کھاتے ہیں بعض پر سواریاں لیتے ہیں اور اپنی عمر اس دنیا میں سکھ چین سے بسر کر رہے ہیں۔

فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ﴿٣٤﴾ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى ﴿٣٥﴾ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ
لِمَنْ يَّرٰى ﴿٣٦﴾ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ﴿٣٧﴾ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿٣٨﴾ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿٣٩﴾ وَاَمَّا
مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ﴿٤٠﴾ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿٤١﴾ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ
السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ﴿٤٢﴾ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ﴿٤٣﴾ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا ﴿٤٤﴾ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ
مَنْ يَّخْشٰىهَا ﴿٤٥﴾ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا ﴿٤٦﴾

پس جبکہ وہ بہت بڑے ہنگامے کا دن آ جائے گا ○ جس دن انسان اپنے کیئے ہوئے کاموں کو یاد کرے گا ○ اور ہر دیکھنے والے کے سامنے جہنم ظاہر کی جائے گی ○ جس شخص نے سرکشی کی ہوگی ○ اور دنیوی زندگی کو ترجیح دی ہوگی ○ اور اس کا ہی ٹھکانا جہنم ہے ○ ہاں جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا رہا ہوگا اور اپنے نفس کو خواہشوں سے روکا ہوگا ○ اس ہی کا ٹھکانا جنت ہے ○ لوگ تجھ سے قیامت کے قائم ہونے کا وقت دریافت کر رہے ہیں ○ تجھے اس کے بیان کرنے سے کیا تعلق ○ اس کے علم کی انتہا تو اللہ کی جانب ہے ○ تو تو صرف اس سے ڈرتے رہنے والوں کو آگاہ کرنے والا ہے ○ جس روز یہ اسے دیکھ لیں گے تو ایسا معلوم ہوگا کہ صرف دن کا آخری حصہ یا اول حصہ ہی دنیا میں رہے ○

دنیا کو ترجیح دینے والا جہنم میں: ﴿طَآمَّةُ الْكُبْرٰى﴾ سے مراد قیامت کا دن ہے اس لئے کہ وہ ہولناک اور

---

[1] [ضعیف : مسند احمد (۱۲٤/۳) مسند ابو یعلی (٤۳۱۰) ترمذی : کتاب التفسیر : باب و من سورة المعوذتين (۳۳٦۹) الضياء في المختارة (۱۲٥/۱)] شیخ البانی اور شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔[ضعیف ترمذی ، المشکاة (۱۹۲۳) الموسوعة الحديثية (۱۲۲٥٤)] تاہم حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

بڑے ہنگامے والا دن ہوگا' جیسے اور جگہ ہے ﴿وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ﴾ [1] یعنی قیامت بڑی سخت اور ناگوار چیز ہے' اس دن ابن آدم اپنے بھلے برے اعمال کو یاد کرے گا اور کافی نصیحت حاصل کرلے گا' جیسے اور جگہ ہے ﴿يَوْمَئِذٍ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى﴾ [2] یعنی اس دن آدمی نصیحت حاصل کرلے گا لیکن آج کی نصیحت اسے کچھ فائدہ نہ دے گی' لوگوں کے سامنے جہنم لائی جائے گی اور وہ اپنی آنکھوں سے اسے دیکھ لیں گے اس دن سرکشی کرنے والوں اور دنیا کو دین پر ترجیح دینے والوں کا ٹھکانا جہنم ہوگا' ان کی خوراک زقوم ہوگا' ان کا پانی حمیم ہوگا' ہاں ہمارے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتے رہنے والوں اور اپنے آپ کو نفسانی خواہشوں سے بچاتے رہنے والوں' خوف اللہ دل میں رکھنے والوں اور برائیوں سے باز رہنے والوں کا ٹھکانا جنت ہے۔ اور وہاں کی تمام نعمتوں کے حصہ دار یہی ہیں' پھر فرمایا کہ قیامت کے بارے میں تم سے سوال ہو رہے ہیں تم کہہ دو کہ نہ مجھے اس کا علم ہے نہ مخلوق میں سے کسی اور کو صرف اللہ ہی جانتا ہے کہ قیامت کب آئے گی۔ اس کا صحیح وقت کسی کو معلوم نہیں وہ زمین و آسمان پر بھاری پڑ رہی ہے' وہ اچانک آئے گی' لوگ تجھ سے اس طرح پوچھتے ہیں کہ گویا تو اسے جانتا ہے۔ حالانکہ دراصل اس کا علم سوائے اللہ تبارک و تعالیٰ کے اور کسی کو نہیں' حضرت جبرائیل علیہ السلام بھی جس وقت انسانی صورت میں آپ کے پاس آئے اور کچھ سوالات کئے جن کے جوابات آپ نے دیئے پھر یہی قیامت کے دن کے تعین کا سوال کیا تو آپ نے فرمایا جس سے پوچھتے ہو نہ وہ اسے جانتا ہے نہ خود پوچھنے والے کو اس کا علم ہے [3] پھر فرمایا کہ اے نبی ﷺ تم صرف لوگوں کو ڈرانے والے ہو اور اس سے نفع انہیں کو پہنچے گا جو اس خوفناک دن کا ڈر رکھتے ہیں وہ تیاری کرلیں گے اور اس دن کے خطرے سے بچ جائیں گے' باقی جو لوگ ہیں وہ آپ کے فرمان سے عبرت حاصل نہیں کریں گے بلکہ مخالفت کریں گے اور اس دن بدترین نقصان اور مہلک عذابوں میں گرفتار ہوں گے' لوگ جب اپنی اپنی قبروں سے اٹھ کر محشر کے میدان میں جمع ہوں گے' اس وقت اپنی دنیا کی زندگی بہت ہی تھوڑی نظر آئے گی اور ایسا معلوم ہوگا کہ صرف صبح کا یا صرف شام کا حصہ دنیا میں گزارا ہے' ظہر سے لے کر غروب آفتاب ہونے کے وقت کو 'عَشِيَّة' کہتے ہیں اور سورج نکلنے سے لے کر آدھے دن تک کے وقت کو 'ضُحٰی' کہتے ہیں' مطلب یہ ہے کہ آخرت کو دیکھ کر دنیا کی لمبی عمر بھی اتنی کم محسوس ہونے لگی۔ سورۂ نازعات کی تفسیر ختم ہوئی' فالحمدللہ رب العالمین۔

---

[1] [سورۃ القمر : آیت ٤٦]

[2] [سورۃ الفجر : آیت ٢٣]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الایمان : باب بیان سؤال جبریل النبی عن الایمان (٥٠) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب بیان الایمان والاسلام والاحسان (٩٣۔ ٩٤) ابن ماجہ : مقدمہ : باب فی الایمان (٦٥٣) ترمذی : کتاب الایمان : باب ما جآء فی وصف جبریل النبی الایمان والاسلام (٢٦١٠) نسائی : کتاب الایمان : باب لعت الاسلام (٥٠٠٥) مسند احمد (٤٢٦/٢)]

تفسیر سورۃ عبس

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
عَبَسَ وَتَوَلّٰىٓ ﴿۱﴾ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ﴿۲﴾ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰىٓ ﴿۳﴾ اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ
الذِّكْرٰى ﴿۴﴾ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى ﴿۵﴾ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى ﴿۶﴾ وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى ﴿۷﴾ وَاَمَّا مَنْ جَاۗءَكَ
يَسْعٰى ﴿۸﴾ وَهُوَ يَخْشٰى ﴿۹﴾ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ﴿۱۰﴾ كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ﴿۱۱﴾ فَمَنْ شَاۗءَ ذَكَرَهٗ ﴿۱۲﴾ وقف لازم
فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ﴿۱۳﴾ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ﴿۱۴﴾ بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ﴿۱۵﴾ كِرَامٍ بَرَرَةٍ ﴿۱۶﴾

اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع جو بہت بڑا رحمان ورحیم ہے

ترش رو ہو کر منہ موڑ لیا○ اس سے کہ اس کے پاس ایک نابینا آیا○ تجھے کیا خبر شاید وہ سنور جاتا○ یا نصیحت سنتا اور اسے نصیحت فائدہ پہنچاتی○ جو بے پرواہی کرتا ہے○ اس کی طرف تو تو پوری توجہ کرتا ہے○ حالانکہ اس کے نہ سنورنے سے تیرا کوئی نقصان نہیں○ اور جو شخص تیرے پاس دوڑتا ہوا آتا ہے○ اور ڈر بھی رہا ہو○ تو تو اس سے بے رخی برتتا ہے○ یہ ٹھیک نہیں قرآن تو نصیحت کی چیز ہے○ جو چاہے اسے یاد کرلے○ یہ تو پُرعظمت صحیفوں میں ہے○ جو بلند و بالا پاک صاف ہیں○ جو ایسے لکھنے والوں کے ہاتھوں میں ہے○ جو بزرگ اور پاک باز ہیں○

دعوت دین میں امیر وغریب سب برابر: بہت سے مفسرین سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ قریش کے سرداروں کو اسلامی تعلیم سمجھا رہے تھے اور مشغولیت کے ساتھ ان کی طرف متوجہ تھے۔ دل میں خیال تھا کہ کیا عجب کہ اللہ انہیں اسلام نصیب کردے ناگہاں حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آئے' پرانے مسلمان تھے عموماً حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے تھے اور دین اسلام کی تعلیم سیکھتے رہتے تھے اور مسائل دریافت کیا کرتے تھے' آج بھی حسب عادت آتے ہی سوالات شروع کئے اور آگے بڑھ کر حضور ﷺ کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہا۔ آپ ﷺ چونکہ اس وقت ایک اہم امر دینی میں پوری طرح مشغول تھے ان کی طرف توجہ نہ فرمائی بلکہ ذرا گراں خاطر گزرا اور پیشانی پر بل پڑ گئے اس پر یہ آیات نازل ہوئیں کہ آپ کی بلند شان اور اعلیٰ اخلاق کے لائق یہ بات نہ تھی کہ اس نابینا سے جو ہمارے خوف سے دوڑتا بھاگتا آپ ﷺ کی خدمت میں علم دین سیکھنے کیلئے آئے اور آپ ﷺ اس سے منہ پھیر لیں اور ان کی طرف متوجہ ہوں جو سرکش ہیں' مغرور ومتکبر ہیں۔ بہت ممکن ہے کہ یہی پاک ہو جائے اور اللہ کی باتیں سن کر برائیوں سے بچ جائے اور احکام کی تعمیل میں تیار ہو جائے۔ یہ کیا ہے کہ آپ ﷺ ان بے پرواہ لوگوں کی جانب تمام تر توجہ فرما لیں؟ آپ پر کوئی ان کو راہ راست پر لا کھڑا کرنا ضروری تھوڑے ہی ہے؟ وہ اگر آپ کی باتیں نہ مانیں تو آپ پر ان کے اعمال کی پکڑ ہرگز نہیں' مطلب یہ ہے کہ تبلیغ دین میں شریف وضعیف' فقیر وغنی' آزاد وغلام' مرد وعورت' چھوٹے بڑے سب برابر ہیں' آپ سب کو یکساں نصیحت کیا کریں۔ ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ اگر کسی کو راہ راست سے دور رکھے تو اس کی حکمت وہی

جانتا ہے جسے اپنی راہ لگالے اسے بھی وہی خوب جانتا ہے' حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے آنے کے وقت حضور ﷺ کا مخاطب ابی بن خلف تھا اس کے بعد حضور ﷺ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کی بڑی تکریم اور آؤ بھگت کیا کرتے تھے (مسند ابویعلی) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو قادسیہ کی لڑائی میں دیکھا ہے' زرہ پہنے ہوئے تھے اور سیاہ جھنڈا لیئے ہوئے تھے (1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب یہ آئے اور کہنے لگے کہ حضرت ﷺ مجھے بھلائی کی باتیں سکھایئے اس وقت رؤساء قریش آپ کی مجلس میں تھے آپ نے ان کی طرف پوری توجہ نہ فرمائی انہیں سمجھاتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہو میری بات ٹھیک ہے وہ کہتے جاتے تھے ہاں حضرت درست ہے (2) ان لوگوں میں عتبہ بن ربیعہ' ابوجہل بن ہشام' عباس بن عبدالمطلب تھے آپ ﷺ کی بڑی کوشش تھی اور پوری حرص تھی کہ کسی طرح یہ لوگ دین حق کو قبول کرلیں ادھر یہ آگئے اور کہنے لگے حضور ﷺ قرآن پاک کی کوئی آیت مجھے سنایئے اور اللہ کی باتیں سکھایئے' آپ کو اس وقت ان کی بات ذرا بے موقع لگی اور منہ پھیر لیا اور ادھر ہی متوجہ رہے' جب ان سے باتیں پوری کرکے آپ گھر جانے لگے تو آنکھوں تلے اندھیرا چھا گیا اور سر نیچا ہوگیا اور یہ آیتیں اتریں' پھر تو آپ ﷺ ان کی بڑی عزت کیا کرتے تھے اور پوری توجہ سے کان لگا کر ان کی باتیں سنا کرتے تھے آتے جاتے ہر وقت پوچھتے کہ کچھ کام ہے' کچھ حاجت ہے' کچھ کہتے ہو' کچھ مانگتے ہو؟ (ابن جریر وغیرہ) (3) یہ روایت غریب اور منکر ہے اور اس کی سند میں بھی کلام ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے ہیں کہ بلال رضی اللہ عنہ رات رہتے ہوئے اذان دیا کرتے ہیں تو تم سحری کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کی اذان سنو یہ وہ نابینا ہیں جن کے بارے میں ﴿عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى﴾ اتری تھی' یہ بھی مؤذن تھے بینائی میں نقصان تھا جب لوگ صبح صادق دیکھ لیتے اور اطلاع کرتے کہ صبح ہوئی تب یہ اذان کہا کرتے تھے (ابن ابی حاتم) (4) ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کا مشہور نام تو عبداللہ ہے بعض نے کہا ہے ان کا نام عمرو ہے' واللہ اعلم ﴿اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ﴾ یعنی یہ نصیحت ہے اس سے مراد یا تو یہ سورت ہے یا یہ مساوات کہ تبلیغ دین میں سب یکساں ہیں مراد ہے' سدی رحمہ اللہ کہتے ہیں مراد اس سے قرآن ہے' جو شخص چاہے اسے یاد کرلے یعنی اللہ کو یاد کرے اور اپنے تمام کاموں میں اس کے فرمان کو مقدم

---

(1) [صحیح : مسند ابو یعلی (۳۱۲۳)] شیخ عبدالرزاق مہدی فرماتے ہیں کہ اس کی سند حسن اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔ حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ قتادہ نے سماع کی صراحت نہیں کی۔]

(2) [صحیح : ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب و من سورة عبس (۳۳۳۱) مسند ابو یعلی (۴۸۴۸) مستدرك حاكم (۲/۵۱۴) تفسیر ابن جریر الطبری (۳۶۳۱۸)] شیخ البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔[ضعیف ترمذی] شیخ عبدالرزاق مہدی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

(3) [ضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (۳۶۳۱۹)] اس کی سند میں عطیہ عوفی راوی ضعیف ہے۔ شیخ عبدالرزاق مہدی نے بھی اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔]

(4) [اسنادہ ضعیف ولہ شواھد : اس کی سند میں عبداللہ بن صالح راوی ضعیف ہے۔ البتہ اس کے کچھ صحیح شواہد ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے : صحیح بخاری کتاب الاذان (۶۱۷) صحیح مسلم : کتاب الصلاة (۳۸۱)]

رکھے، یا یہ مطلب ہے کہ وحی الٰہی کو یاد کرلے یہ سورت اور وعظ ونصیحت بلکہ سارے کے سارا قرآن موقر معزز اور معتبر صحیفوں میں ہے جو بلند قدر اور اعلیٰ مرتبہ والے ہیں جو میل کچیل اور کمی زیادتی سے محفوظ و پاک صاف ہیں، جو فرشتوں کے پاک ہاتھوں میں ہیں اور یہ بھی مطلب ہوسکتا ہے کہ اصحاب رسول اللہ ﷺ کے پاکیزہ ہاتھوں میں ہے۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اس سے مراد قاری ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ نبطی زبان کا لفظ ہے معنی ہیں قاری، امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں صحیح بات یہی ہے کہ اس سے مراد فرشتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے درمیان سفیر ہیں، سفیر اسے کہتے ہیں جو صلح اور بھلائی کیلئے لوگوں میں کوشش کرتا پھرے، عرب شاعر کے شعر میں یہی معنی پائے جاتے ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے مراد فرشتے ہیں جو فرشتے اللہ کی جانب سے وحی وغیرہ لے کر آتے ہیں وہ ایسے ہی ہیں جیسے لوگوں میں صلح کرانے والے سفیر ہوتے ہیں (1) وہ ظاہر باطن میں پاک ہیں، وجیہ، خوش، روشریف اور بزرگ ظاہر میں، اخلاق وافعال کے پاکیزہ باطن میں۔ یہاں سے یہ بھی معلوم کرنا چاہیے کہ قرآن کے پڑھنے والوں کو اعمال واخلاق اچھے رکھنے چاہئیں، مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جو قرآن کو پڑھے اوراس کی مہارت حاصل کرے وہ بزرگ لکھنے والے فرشتوں کے ساتھ ہوگا اور جو باوجود مشقت کے بھی پڑھے اسے دوہرا اجر ملے گا۔ (2)

قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ ﴿۱۷﴾ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ﴿۱۸﴾ مِنْ نُّطْفَةٍ ۭ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ﴿۱۹﴾
ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ﴿۲۰﴾ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ﴿۲۱﴾ ثُمَّ اِذَا شَاۗءَ اَنْشَرَهٗ ﴿۲۲﴾ كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ﴿۲۳﴾
فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖٓ ﴿۲۴﴾ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَاۗءَ صَبًّا ﴿۲۵﴾ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ﴿۲۶﴾ فَاَنْۢبَتْنَا
فِيْهَا حَبًّا ﴿۲۷﴾ وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا ﴿۲۸﴾ وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا ﴿۲۹﴾ وَّحَدَاۗىِٕقَ غُلْبًا ﴿۳۰﴾ وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ﴿۳۱﴾
مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿۳۲﴾

اللہ کی مار انسان بھی کیا ناشکرا ہے ○ اسے اللہ نے کس چیز سے پیدا کیا؟ ○ اسے نطفہ سے پیدا کیا، پھر اس کی تقدیر مقرر کی ○ پھر اسے راستہ آسان کر دیا ○ پھر اسے مار ڈالا اور قبر کی جگہ دی، پھر جب چاہے گا اسے زندہ کر دے گا ○ ہرگز نہیں اس نے اب تک اللہ کے حکم کی بجا آوری نہیں کی ○ انسان کو چاہیے کہ اپنے کھانے کی طرف دیکھ لے ○ کہ ہم نے بارش برسائی ○ پھر زمین کو شق کیا ○ پھر اس میں اناج لگائے ○ اور انگور اور ترکاری ○ اور زیتون اور کھجور ○ اور گنجان باغات ○ اور میوہ اور چارہ ○ فائدہ ہے تمہارے لئے اور تمہارے چوپاؤں کیلئے ○

---

(1) [صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب تفسیر سورہ عبس تحت السورۃ]

(2) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب تفسیر سورۃ عبس (٤٩٣٧) صحیح مسلم : کتاب صلوۃ المسافرین وقصرھا : باب فضل الماھر بالقرآن والذی یتعتع فیہ (٧٩٨) ابن ماجہ : کتاب الادب : باب ثواب القرآن (٣٧٧٩) ابو داؤد : کتاب الصلاۃ : باب ثواب قراءۃ القرآن (١٤٥٤) ترمذی : کتاب فضائل القرآن : باب ما جآء فی فضل قاری القرآن (٢٩٠٤) مسند احمد (٤٨/٦)]

مرنے کے بعد دوبارہ پیدائش پر دلائل: جو لوگ مرنے کے بعد جی اٹھنے کے انکاری تھے ان کی یہاں مذمت بیان ہو رہی ہے، ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یعنی انسان پر لعنت ہو یہ کتنا بڑا ناشکر گزار ہے اور یہ بھی معنی بیان کئے گئے ہیں کہ عموماً تمام انسان جھٹلانے والے ہیں بلا دلیل محض اپنے خیال سے ہر ایک چیز کو ناممکن جان کر باوجود علمی سرمایہ کی کمی کے جھٹ سے اللہ کی باتوں کی تکذیب کر دیتے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسے اس جھٹلانے پر کونسی چیز آمادہ کرتی ہے؟ اس کے بعد اس کی اصلیت جتائی جاتی ہے کہ وہ خیال کرے کہ کس قدر حقیر اور ذلیل چیز سے اللہ نے اسے بنایا ہے کیا وہ دوبارہ پیدا کرنے پر قدرت نہیں رکھتا؟ اس نے انسان کو منی کے قطرے سے پیدا کیا پھر اس کی تقدیر مقدر کی یعنی عمر، روزی، عمل اور نیک و بد ہونا لکھا۔ پھر اس کیلئے ماں کے پیٹ سے نکلنے کا راستہ آسان کر دیا اور یہ بھی معنی ہیں کہ ہم نے اپنے دین کا راستہ آسان کر دیا یعنی واضح اور ظاہر کر دیا جیسے اور جگہ ہے ﴿اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا﴾ [1] یعنی ہم نے اسے راہ دکھائی پھر یا تو وہ شکر گزار بنے یا ناشکرا، حسن اور ابن زید رحمہ اللہ اسی کو راجح بتاتے ہیں۔ واللہ اعلم۔ اس کی پیدائش کے بعد پھر اسے موت دی اور پھر قبر میں لے گیا، عرب کا محاورہ ہے کہ وہ جب کسی کو دفن کریں تو کہتے ہیں ((قَبَرْتُ الرَّجُلَ)) اور کہتے ہیں ((اَقْبَرَهُ اللّٰهُ)) اسی طرح کے اور بھی محاورے ہیں مطلب یہ ہے کہ اب اللہ نے اسے قبر والا بنا دیا، پھر جب اللہ چاہے گا اسے دوبارہ زندہ کر دے گا، اسی کی زندگی کو بعث بھی کہتے ہیں اور نشور بھی، جیسے اور جگہ ہے ﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ﴾ [2] اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر تم انسان بن کر اٹھ بیٹھے اور جگہ ہے ﴿كَيْفَ نُنْشِزُهَا﴾ [3] ہڈیوں کو دیکھو کہ ہم کس طرح انہیں اٹھاتے بٹھاتے ہیں، پھر کس طرح انہیں گوشت چڑھاتے ہیں، ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ انسان کے تمام اعضاء وغیرہ مٹی کھا جاتی ہے مگر ریڑھ کی ہڈی کو نہیں کھاتی، لوگوں نے کہا وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا رائی کے دانے کے برابر ہے۔ اسی سے پھر تمہاری پیدائش ہو گی [4] یہ حدیث بغیر سوال و جواب کی زیادتی کے بخاری مسلم میں بھی ہے کہ ابن آدم گل سڑ جاتا ہے مگر ریڑھ کی ہڈی کہ اسی سے پیدا کیا گیا ہے اور اسی سے پھر ترکیب دیا جائے گا۔ [5] پھر اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ جس طرح یہ ناشکرا اور بے قدر انسان کہتا ہے کہ اس نے اپنی جان و مال میں اللہ کا جو حق تھا وہ ادا کر دیا لیکن ایسا ہرگز نہیں بلکہ ابھی تو اس نے فرائض اللہ سے سبکدوشی حاصل نہیں کی۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کسی شخص سے اللہ تعالیٰ کے فرائض کی پوری ادائیگی نہیں

---

[1] [دھر : ۳] [2] [روم : ۲۰] [3] [البقرہ : ۲۵۹]

[4] [**اسنادہ ضعیف ولہ اصل صحیح:** اس کی سند دراج راوی کے ضعف کی وجہ سے ضعیف ہے مگر اس کی اصل صحیحین میں موجود ہے۔ آئندہ حدیث ملاحظہ فرمائیے۔]

[5] [**صحیح:** صحیح بخاری : كتاب التفسير : باب يوم ينفخ فی الصور (۴۹۳۵) صحیح مسلم : كتاب الفتن : باب ما بين النفختين (۲۹۵۵) ابو داؤد : كتاب السنة : باب فی ذكر البعث والصور (۴۷۴۳) ابن ماجه : كتاب الزهد : باب ذكر القبر والبلى (۴۲۶۶) مسند احمد (۲/۳۲۲)]

ہوسکتی۔ حسن بصری رحمہ اللہ سے بھی ایسے ہی معنی مروی ہیں متقدمین سے میں نے تو اس کے سوا کوئی اور کلام نہیں پایا' ہاں مجھے اس کے یہ معنی معلوم ہوتے ہیں کہ فرمان باری کا یہ مطلب ہے کہ پھر جب چاہے دوبارہ پیدا کرے گا' اب تک اس کے فیصلے کے مطابق وقت نہیں آیا' یعنی ابھی ابھی وہ ایسا نہیں کرے گا یہاں تک کہ مدت ختم ہو جائے اور بنی آدم کی تقدیر پوری ہو' ان کی قسمت میں دنیا میں آنا اور یہاں برا بھلا کرنا وغیرہ جو مقدر ہو چکا ہے وہ سب اللہ کے اندازے کے مطابق پورا ہو چکے اس وقت وہ خلاق کل دوبارہ زندہ کر دے گا اور جیسے کہ پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا اب دوسری دفعہ پیدا کر دے گا' ابن ابی حاتم میں حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عزیز علیہ السلام نے فرمایا میرے پاس ایک فرشتہ آیا اس نے مجھ سے کہا قبریں زمین کے پیٹ میں ہیں اور زمین مخلوق کی ماں ہے جب کہ کل مخلوق پیدا ہو چکے گی پھر قبروں میں پہنچ جائے گی اس وقت دنیا کا سلسلہ ختم ہو جائے گا اور جو بھی زمین پر ہوں گے سب مر جائیں گے اور زمین میں جو کچھ ہے اسے زمین اگل دے گی اور قبروں میں جو مردے ہیں سب باہر نکال دیئے جائیں گے' یہ قول ہم اپنی اس تفسیر کی دلیل میں پیش کر سکتے ہیں۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم' پھر ارشاد ہوتا ہے کہ میرے اس احسان کو دیکھیں کہ میں نے انہیں کھانا دیا' اس میں بھی دلیلیں ہیں موت کے بعد جی اٹھنے کی کہ جس طرح خشک غیر آباد زمین سے ہم نے تر و تازہ درخت اگائے اور ان سے اناج وغیرہ پیدا کر کے تمہارے لئے کھانا مہیا کیا اسی طرح گلی سڑی کھوکھلی اور چورا چورا ہڈیوں کو بھی ہم ایک روز زندہ کر دیں گے اور انہیں گوشت پوست پہنا کر دوبارہ تمہیں زندہ کر دیں گے' تم دیکھ لو کہ آسمان سے برابر پانی برسایا پھر ہم نے انہیں زمین میں پہنچا کر ٹھہرا دیا وہ بیج میں پہنچا اور زمین میں پڑے ہوئے دانوں میں سرایت کی جس سے وہ دانے اگے درخت پھوٹا اونچا ہوا اور کھیتیاں لہلہانے لگیں' کہیں اناج پیدا ہوا کہیں انگور اور کہیں ترکاریاں۔ 'حب' تو کہتے ہیں ہر دانے کو' عنب' کہتے ہیں انگور کو 'قضب' کہتے ہیں اس سبز چارے کو جسے جانور کھاتے ہیں' اور زیتون پیدا کیا جو روٹی کے ساتھ سالن کا کام دیتا ہے' جلایا جاتا ہے تیل نکالا جاتا ہے' اور کھجوروں کے درخت پیدا کئے جو گدرائی ہوئی بھی کھائی جاتی ہیں' تر بھی کھائی جاتی ہے خشک بھی کھائی جاتی ہے اور پکی بھی اور اس کا شیرہ اور سرکہ بھی بنایا جاتا ہے اور باغات پیدا کئے۔ ﴿ غُلْبًا ﴾ کے معنی کھجوروں کے بڑے بڑے میوہ دار درخت ہیں۔ 'حدائق' کہتے ہیں ہر اس باغ کو جو گھنا اور خوب ہرا بھرا اور گہرے سائے والا اور بڑے بڑے درختوں والا ہو' موٹی گردن والے کو بھی عرب 'اغلب' کہتے ہیں' اور میوے پیدا کئے اور "اب" کہتے ہیں زمین کی اس سبزی کو جسے جانور کھاتے ہیں اور انسان اسے نہیں کھاتے' جیسے گھاس پات وغیرہ "اب" جانوروں کیلئے ایسا ہی ہے جیسے انسان کیلئے ﴿ فَاكِهَه ﴾ یعنی پھل' میوہ۔ عطا رحمہ اللہ کا قول ہے کہ زمین پر جو کچھ اگتا ہے اسے "اب" کہتے ہیں۔ ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں سوائے میوؤں کے باقی سب "اَبّ" ہے' ابو السائب رحمہ اللہ فرماتے ہیں اَبّ آدمی کے کھانے میں بھی آتا ہے اور جانوروں کے کھانے میں بھی' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اس بابت سوال ہوتا ہے تو فرماتے ہیں کونسا آسمان مجھے اپنے تلے سایہ دے گا اور کونسی زمین مجھے اپنی پیٹھ پر اٹھائے گی اگر میں کتاب اللہ میں کہوں جس کا مجھے علم نہ ہو' لیکن یہ اثر

منقطع ہے۔ ابراہیم تیمی نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا' ہاں البتہ صحیح سند سے ابن جریر میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے منبر پر سورۂ عبس پڑھی اور یہاں تک پہنچ کر کہا کہ ﴿فاکھہ﴾ کو تو ہم جانتے ہیں لیکن یہ ﴿اَبّ﴾ کیا چیز ہے؟ پھر خود ہی فرمانے لگے اس تکلیف کو چھوڑ [1] اس سے مراد یہ ہے کہ اس کی شکل وصورت اس کی تعیین معلوم نہیں ورنہ اتنا تو صرف آیت کے پڑھنے سے ہی صاف طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ یہ زمین سے اگنے والی ایک چیز ہے' کیونکہ پہلے یہ لفظ موجود ہے ﴿فَاَنبَتْنَا فِيهَا﴾ الخ پھر اللہ فرماتا ہے یہ تمہاری زندگی کے قائم رکھنے' تمہیں فائدہ پہنچانے اور تمہارے جانوروں کیلئے ہے کہ قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا اور تم اس سے فیض یاب ہوتے رہو گے۔

فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ﴿٣٣﴾ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ﴿٣٤﴾ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ﴿٣٥﴾ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ﴿٣٦﴾ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ﴿٣٧﴾ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ﴿٣٨﴾ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿٣٩﴾ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ﴿٤٠﴾ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿٤١﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ﴿٤٢﴾

پس جبکہ کان بہرے کر دینے والی قیامت آ جائے ○ اس دن آدمی اپنے بھائی سے ○ اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے ○ اور اپنی بیوی سے اور اولاد سے بھاگے گا ○ ان میں سے ہر ایک کو اس دن ایک ایسا مشغلہ ہو گا جو اسے کافی ہو گا ○ اس دن بہت سے چہرے روشن ہوں ○ جو ہنستے ہوئے اور ہشاش بشاش ہوں گے ○ اور بہت سے چہرے اس دن غبار آلودہ ہوں گے ○ جن پر سیاہی چڑھی ہوئی ہو گی ○ یہی ہیں کافر بدکردار ○

جب انسان اپنے والدین اور بیوی بچوں سے بھاگے گا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿صاخۃ﴾ قیامت کا نام ہے اور اس نام کی وجہ یہ ہے کہ اس کے نفخہ کی آواز اور ان کا شور وغل کانوں کے پردے پھاڑ دے گا' اس دن انسان اپنے ان قریبی رشتہ داروں کو دیکھے گا لیکن بھاگتا پھرے گا کوئی کسی کے کام نہ آئے گا' بیوی کو دیکھ کر کہے گا بتا تیرے ساتھ میں نے دنیا میں کیسا کچھ سلوک کیا وہ کہے گی کہ بیشک آپ نے میرے ساتھ بہت ہی اچھا سلوک کیا' بہت پیار محبت سے رکھا یہ کہے گا کہ آج مجھے ضرورت ہے صرف ایک نیکی دے دو تا کہ اس آفت سے چھوٹ جاؤں' تو وہ جواب دے گی کہ سوال تھوڑی سی چیز کا ہی ہے مگر کیا کروں یہی ضرورت مجھے درپیش ہے اور اسی کا خوف مجھے لگ رہا ہے میں تو نیکی نہیں دے سکتی' بیٹا باپ سے ملے گا یہی کہے گا اور یہی جواب پائے گا' صحیح حدیث میں شفاعت کا بیان فرماتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اولوالعزم پیغمبروں سے لوگ شفاعت طلب کریں گے اور ان میں سے ہر ایک یہی کہے گا کہ نفسی نفسی یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام بھی یہی فرمائیں گے کہ آج میں اللہ سے سوائے اپنی جان کے اور کسی کیلئے کچھ نہ کہوں گا میں تو آج اپنی والدہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کیلئے

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۲/۴۵۱)]

بھی کچھ نہ کہوں گا جن کے بطن سے میں پیدا ہوا ہوں' الغرض دوست دوست سے' رشتہ دار رشتہ دار سے منہ چھپاتا پھرے گا۔ ہر ایک آپا دھاپی میں لگا ہوگا' کسی کو دوسرے کا ہوش نہ ہوگا' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں تم ننگے پیروں ننگے بدن اور بے ختنہ اللہ کے ہاں جمع کئے جاؤ گے آپ کی بیوی صاحبہ نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ پھر تو ایک دوسرے کی شرمگاہوں پر نظریں پڑیں گی فرمایا اس روز گھبراہٹ کا حیرت انگیز ہنگامہ ہر شخص کو مشغول کئے ہوئے ہوگا' بھلا کسی کو دوسرے کی طرف دیکھنے کا موقعہ اس دن کہاں؟ (ابن ابی حاتم) [1] بعض روایات میں ہے کہ آپ نے پھر اسی آیت کی تلاوت فرمائی ﴿لِكُلِّ امْرِئٍ﴾ [2] الخ' دوسری روایت میں ہے کہ یہ بیوی صاحبہ حضرت ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں [3] اور روایت میں ہے کہ ایک دن حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ سے کہا یا رسول ﷺ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں میں ایک بات پوچھتی ہوں ذرا بتا دیجئے آپ نے فرمایا اگر میں جانتا ہوں تو ضرور بتاؤں گا پوچھا حضور ﷺ لوگوں کا حشر کس طرح ہوگا؟ آپ نے فرمایا ننگے پیروں اور ننگے بدن تھوڑی دیر کے بعد پوچھا کیا عورتیں بھی اسی حالت میں ہوں گی؟ فرمایا ہاں یہ سن کر ام المومنین رضی اللہ عنہا افسوس کرنے لگیں آپ نے فرمایا عائشہ رضی اللہ عنہا اس آیت کو سن لو پھر تمہیں اس کا کوئی رنج وغم نہ رہے گا کہ کپڑے پہنے ہیں یا نہیں؟ پوچھا حضور ﷺ وہ آیت کون سی ہے؟ فرمایا ﴿لِكُلِّ امْرِئٍ﴾ الخ [4] ایک اور روایت میں ہے کہ ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا یہ سن کر کہ لوگ اس طرح ننگے بدن' ننگے' پاؤں بے ختنہ جمع کئے جائیں گے پسینے میں غرق ہوں گے کسی کے منہ تک پسینہ پہنچ جائے گا اور کسی کے کانوں تک تو آپ نے یہ آیت پڑھ کر سنائی [5] پھر ارشاد ہوتا ہے کہ وہاں لوگوں کے دو گروہ ہوں گے بعض تو وہ ہوں گے جن کے چہرے خوشی سے چمک رہے ہوں گے' دل خوشی سے مطمئن ہوں گے' منہ خوبصورت اور نورانی ہوں گے یہ تو جنتی جماعت ہے' دوسرا گروہ جہنمیوں کا ہوگا ان کے چہرے سیاہ ہوں گے' گرد آلود ہوں گے' حدیث میں ہے کہ ان کا پسینہ مثل لگام کے ہو رہا ہوگا پھر گرد وغبار پڑا ہوگا [6] یہ ہیں جن کے دلوں میں کفر تھا اور اعمال میں بدکاری تھی جیسے اور جگہ ہے ﴿وَلَا يَلِدُوْا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا﴾ [7] یعنی ان

---

[1] [نسائی فی التفسیر (٦٦٧) مستدرك حاكم (٢/٢٥١)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔]

[2] [**حسن صحیح** : ترمذی : کتاب التفسیر : تفسیر سورة عبس (٣٣٣٢)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ بھی اسے حسن صحیح کہتے ہیں۔[صحیح ترمذی] شیخ عبدالرزاق مہدی اور مولانا مبشر احمد ربانی نے اسے صحیح کہا ہے۔حافظ زبیر علی زئی نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔]

[3] [**ضعیف** : تفسیر ابن جریر الطبری (٣٦٣٩٢)] اس میں عائذ بن شریح ضعیف ہے۔]

[4] [**صحیح** : نسائی : کتاب الجنائز : باب البعث (٢٠٨٣) مستدرك حاكم (٤/٥٦٤)] شیخ عبدالرزاق مہدی اسے صحیح کہتے ہیں۔حافظ زبیر علی زئی نے اسے شواہد کی بنا پر صحیح کہا ہے۔]

[5] [**اسنادہ ضعیف** : بغوی فی التفسیر (٤/٤١٨) مستدرك حاكم (٢/٥١٤)] حافظ زبیر علی زئی فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں اسماعیل بن ابی اویس راوی ہے جو علی الراجح ضعیف ہے۔]

[6] [**اسنادہ ضعیف** : اس میں ابو علی راوی مجہول ہے۔شیخ عبدالرزاق مہدی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[7] [سورۃ نوح : آیت ٢٧]

کفار کی اولاد بھی بدکار کافر ہی ہو گی۔ سورۂ عبس کی تفسیر ختم ہوئی فالحمد للہ والمنۃ۔

تفسیر سورۃ التکویر

مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جو شخص قیامت کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہے وہ ﴿اِذَا الشَّمۡسُ كُوِّرَتۡ﴾ اور ﴿اِذَا السَّمَآءُ انۡفَطَرَتۡ﴾ اور ﴿اِذَا السَّمَآءُ انۡشَقَّتۡ﴾ پڑھ لے۔ [1]

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ
اِذَا الشَّمۡسُ كُوِّرَتۡ ۝۱ وَاِذَا النُّجُوۡمُ انۡكَدَرَتۡ ۝۲ وَاِذَا الۡجِبَالُ سُيِّرَتۡ ۝۳ وَاِذَا الۡعِشَارُ
عُطِّلَتۡ ۝۴ وَاِذَا الۡوُحُوۡشُ حُشِرَتۡ ۝۵ وَاِذَا الۡبِحَارُ سُجِّرَتۡ ۝۶ وَاِذَا النُّفُوۡسُ زُوِّجَتۡ ۝۷ وَاِذَا
الۡمَوۡءٗدَةُ سُئِلَتۡ ۝۸ بِاَىِّ ذَنۡۢبٍ قُتِلَتۡ ۝۹ وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتۡ ۝۱۰ وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتۡ ۝۱۱
وَاِذَا الۡجَحِيۡمُ سُعِّرَتۡ ۝۱۲ وَاِذَا الۡجَنَّةُ اُزۡلِفَتۡ ۝۱۳ عَلِمَتۡ نَفۡسٌ مَّاۤ اَحۡضَرَتۡ ۝۱۴

اللہ رحمٰن ورحیم کے نام سے شروع کرتا ہوں

جب سورج لپیٹ لیا جائے ○ اور جب ستارے بے نور ہو جائیں ○ اور جب پہاڑ چلائے جائیں ○ اور جب گابھن اونٹنیاں بیکار کر دی جائیں ○ اور جب وحشی جانور اکٹھے کئے جائیں ○ اور جب دریا بھڑکا دیئے جائیں ○ اور جب ہر قسم کے لوگ ملا دیئے جائیں ○ اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے سوال کیا جائے ○ کہ کس وجہ سے وہ قتل کی گئی ○ اور جب نامہ اعمال کھول دیئے جائیں ○ اور جب آسمان کی کھال اتار لی جائے ○ اور جب جہنم بھڑکائی جائے ○ اور جب جنت نزدیک کر دی جائے ○ اس دن ہر شخص جان لے گا جو کچھ لے کر آیا ○

یعنی سورج بے نور ہو جائے گا' جاتا رہے گا' اوندھا کر کے لپیٹ کر زمین پر پھینک دیا جائے گا' ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں سورج' چاند اور ستاروں کو لپیٹ کر بے نور کر کے سمندروں میں ڈال دیا جائے گا اور پھر مغربی ہوائیں چلیں گی اور آگ لگ جائے گی' ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ اس کو تہہ کر کے جہنم میں ڈال دیا جائے گا (ابن ابی حاتم) [2] اور ایک حدیث میں سورج چاند کا ذکر بھی ہے لیکن وہ ضعیف ہے [3] صحیح بخاری میں یہ حدیث الفاظ کی

---

[1] [صحیح: ترمذی: کتاب التفسیر: باب ومن سورۃ اذا الشمس کورت (۳۳۳۳) مسند احمد (۲/۲۷)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ترمذی، السلسلۃ الصحیحۃ (۱۰۸۱)]

[2] [مرسل وضعیف: الدر المنثور للسیوطی (۶/۵۲۵)] شیخ عبدالرزاق مہدی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مرسل ہے۔ حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[3] [ضعیف: مسند ابویعلی (۴۱۱۶) ابن عدی (۳/۱۰۲) ابو الشیخ فی العظمۃ (۶۴۳) مجمع الزوائد (۱۸۰۹۹) ابن جوزی فی الموضوعات (۱/۱۴۰)] امام ابن جوزیؒ نے اس روایت کو غیر صحیح کہا ہے۔ اس کی سند میں درست بن زیاد راوی ضعیف ہے، امام ابن حبانؒ نے فرمایا ہے کہ اس سے حجت پکڑنا جائز نہیں۔ شیخ عبدالرزاق مہدی فرماتے ہیں کہ اس میں ایک اور علت بھی ہے اور وہ یہ کہ اس میں یزید رقاشی راوی بھی ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

تبدیلی سے مروی ہے' اس میں ہے کہ سورج چاند قیامت کے دن لپیٹ لئے جائیں گے' امام بخاری رحمہ اللہ اسے کتاب بدء الخلق میں لائے ہیں (۱) لیکن یہاں لانا زیادہ مناسب تھا یا مطابق عادت وہاں اور یہاں دونوں جگہ لاتے جیسے امام صاحب کی عادت ہے' حضرت ابوہریرہ رحمہ اللہ نے جب یہ حدیث بیان کی کہ قیامت کے دن یہ ہوگا' تو حضرت حسن کہنے لگے ان کا کیا گناہ ہے؟ فرمایا میں نے حدیث کہی اور تم اس پر باتیں بناتے ہو' سورج کی قیامت والے دن یہ حالت ہوگی ستارے سارے متغیر ہوکر جھڑ جائیں گے جیسے اور جگہ ہے ﴿وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ﴾ (۲) یہ بھی گدلے اور بے نور ہوکر بجھ جائیں گے' حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' قیامت سے پہلے چھ نشانیاں ہوں گی لوگ اپنے بازاروں میں ہوں گے کہ اچانک سورج کی روشنی جاتی رہے گی اور پھر ناگہاں ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگیں گے' پھر اچانک پہاڑ زمین پر گر پڑیں گے اور زمین زور زور سے جھٹکے لینے لگے گی اور بے طرح ہلنے لگے گی بس پھر کیا انسان کیا جنات کیا اور جانور کیا جنگلی جانور سب آپس میں خلط ملط ہو جائیں گے' جانور بھی جو انسانوں سے بھاگے پھرتے تھے انسانوں کے پاس آ جائیں گے لوگوں کو اس قدر بدحواسی اور گھبراہٹ ہوگی کہ بہتر سے بہتر مال اونٹنیاں جو بیاہنے والیاں ہوں گی ان کی بھی خیر خبر نہ لیں گے۔ جنات کہیں گے کہ ہم جاتے ہیں تحقیق کریں کیا ہو رہا ہے لیکن وہ آئیں گے تو دیکھیں گے کہ سمندروں میں بھی آگ لگ رہی ہے' اسی حال میں ایک دم زمین پھٹنے لگے گی اور آسمان بھی ٹوٹنے لگیں گے' ساتوں زمینوں اور ساتوں آسمانوں کا یہی حال ہوگا ادھر سے ایک تند ہوا چلے گی جس سے تمام جاندار مر جائیں گے۔ (ابن ابی حاتم وغیرہ) ایک اور روایت میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ سارے ستارے اور جن جن کی اللہ کے سوا عبادت کی گئی ہے سب جہنم میں گرا دیئے جائیں گے۔ صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا بچ رہیں گے اگر یہ بھی اپنی عبادت سے خوش ہوتے تو یہ بھی جہنم میں گرا دیئے جاتے (ابن ابی حاتم) پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائیں گے اور بے نام ونشان ہو جائیں گے' زمین صاف چٹیل ہموار میدان رہ جائے گی' اونٹنیاں بیکار چھوڑ دی جائیں گی' نہ ان کی کوئی نگرانی کرے گا نہ چرائے چگائے گا' نہ دودھ نکالے گا نہ سواری لے گا ''عِشَارُ'' جمع ہے عشر کی' جو حاملہ اونٹنی دسویں مہینے میں لگ جائے اسے ''عشراء'' کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ گھبراہٹ اور بدحواسی بے چینی اور پریشانی اس قدر ہوگی کہ بہتر سے بہتر مال کی بھی پرواہ نہ رہے گی' قیامت کی ان بلاؤں نے دل اڑا دیا ہوگا کلیجے منہ کو آئے ہوں گے' بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ قیامت کے دن ہوگا اور لوگوں کو اس سے کچھ سروکار نہ ہوگا ہاں ان کے دیکھنے میں یہ ہوگا' اس قول کے قائل ''عشار'' کے کئی معنی بیان کرتے ہیں' ایک تو یہ کہتے ہیں اس سے مراد بادل ہیں جو دنیا کی بربادی کی وجہ سے آسمان وزمین کے درمیان پھرتے پھریں گے' بعض کہتے ہیں اس سے مراد وہ زمین ہے جس کا عشر دیا جاتا ہے' بعض کہتے ہیں اس سے مراد گھر ہیں جو پہلے آباد تھے اب ویران ہیں' امام قرطبی رحمہ اللہ ان اقوال کو بیان کر کے ترجیح اسی کو دیتے ہیں کہ

---

(۱) [صحیح: صحیح بخاری : کتاب بدء الخلق : باب صفة الشمس والقمر (۳۲۰۰)]

(۲) [سورۃ الانفطار : آیت ۲]

مراد اس سے اونٹنیاں ہیں اور اکثر مفسرین کا یہی قول ہے اور میں تو یہی کہتا ہوں کہ سلف سے اور ائمہ سے اس کے سوا کچھ وارد ہی نہیں ہوا۔ واللہ اعلم۔ اور وحشی جانور جمع کئے جائیں گے، جیسے فرمان ہے ﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ﴾ (١) الخ، یعنی زمین پر چلنے والے کل جانور اور ہوا میں اڑنے والے کل پرند بھی تمہاری طرح گروہ ہیں ہم نے اپنی کتاب میں کوئی چیز نہیں چھوڑی پھر یہ سب اپنے رب کے سامنے جمع کئے جائیں گے، سب جانداروں کا حشر اسی کے پاس ہوگا یہاں تک کہ مکھیاں بھی، ان سب میں اللہ تعالیٰ انصاف کے فیصلے کرے گا، ان جانوروں کا حشر ان کی موت ہی ہے، البتہ جن وانس اللہ کے سامنے کھڑے کئے جائیں گے اور ان سے حساب کتاب ہوگا۔ ربیع بن خثیم نے کہا مراد وحشیوں کے حشر سے ان پر اللہ کا امر آنا ہے لیکن ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ سن کر فرمایا کہ اس سے مراد موت ہے، یہ تمام جانور بھی ایک دوسرے کے ساتھ اور انسانوں کے ساتھ ہو جائیں گے، خود قرآن میں اور جگہ ہے ﴿وَالطَّيْرَ مَحْشُوْرَةً﴾ (٢) پرند جمع کئے ہوئے، پس ٹھیک مطلب اس آیت کا بھی یہی ہے کہ وحشی جانور جمع کئے جائیں گے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک یہودی سے پوچھا جہنم کہاں ہے؟ اس نے کہا سمندر میں، آپ نے فرمایا میرے خیال میں یہ سچا ہے قرآن کہتا ہے ﴿وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ﴾ (٣) اور فرماتا ہے ﴿وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ﴾ ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ مغربی ہوائیں بھیجے گا وہ اسے بھڑکا دیں گی اور شعلے مارتی ہوئی آگ بن جائے گا، آیت ﴿وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ﴾ (٤) کی تفسیر میں اس کا مفصل بیان گزر چکا ہے، حضرت معاویہ بن سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بحر روم میں برکت ہے یہ زمین کے درمیان میں ہے، سب نہریں اس میں گرتی ہیں اور بحر کبیر بھی اس میں پڑتا ہے، اس کے نیچے کنویں ہیں جن کے منہ تانبے سے بند کیے ہوئے ہیں قیامت کے دن وہ سلگ اٹھیں گے، یہ اثر عجیب ہے اور ساتھ ہی غریب بھی ہے، ہاں ابوداؤد میں ایک حدیث ہے کہ سمندر کا سفر صرف حاجی کریں اور عمرہ کرنے والے یا جہاد کرنے والے غازی اس لئے کہ سمندر کے نیچے آگ ہے اور آگ کے نیچے پانی ہے۔ (٥) اس کا بیان بھی سورۂ فاطر کی تفسیر میں گزر چکا ہے۔ ﴿سُجِّرَتْ﴾ کے معنی یہ بھی کئے گئے ہیں کہ خشک کر دیا جائے گا۔ ایک قطرہ بھی باقی نہ رہے گا، یہ معنی بھی کئے گئے ہیں کہ بہا دیا جائے گا اور ادھر ادھر بہہ نکلے گا۔ پھر فرماتا ہے کہ ہر قسم کے لوگ یکجا جمع کر دیئے جائیں گے، جیسے اور جگہ ہے ﴿اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ﴾ (٦) ظالموں کو اور ان کے جوڑوں یعنی ان جیسوں کو جمع کرو۔ حدیث میں ہے ہر شخص کا اس قوم کے ساتھ حشر کیا جائے گا جو اس جیسے اعمال کرتی ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَّكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً﴾ (٧) الخ تم تین طرح کے گروہ ہو جاؤ گے، کچھ وہ جن کے داہنے ہاتھ میں نامہ اعمال ہوں گے کچھ بائیں

---

(١) [سورۃ الانعام : آیت ٣٨] (٢) [سورۃ ص : آیت ١٩]

(٣) [سورۃ طور : آیت ٦] (٤) [ایضا]

(٥) [ضعیف : ابوداؤد : کتاب الجهاد : باب فی رکوب البحر فی الغزو (٢٤٨٩) بیهقه (٣٣٤/٤)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ابوداود] اس میں بشیر بن مسلم راوی مجہول ہے۔]

(٦) [سورۃ الصافات : آیت ٢٢] (٧) [سورۃ واقعه : آیت ٧-١٠]

ہاتھ والے کچھ سبقت کرنے والے۔ (1)

ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے خطبہ پڑھتے ہوئے اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا ہر جماعت اپنے جیسوں میں مل جائے گی' دوسری روایت میں ہے کہ وہ دو شخص جن کے عمل ایک جیسے ہوں وہ یا تو جنت میں ساتھ رہیں گے یا جہنم میں ساتھ جلیں گے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر پوچھی گئی تو فرمایا نیک نیکوں کے ساتھ مل جائیں گے اور بد بدوں کے ساتھ آگ میں' حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ لوگوں سے اس آیت کی تفسیر پوچھی تو سب خاموش رہے' آپ نے فرمایا لو میں بتاؤں' آدمی کا جوڑا جنت میں اسی جیسا ہوگا' اسی طرح جہنم میں بھی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مطلب اس سے یہی ہے کہ تین قسم کے لوگ ہو جائیں گے یعنی اصحاب الیمین' اصحاب الشمال اور سابقین۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہر قسم کے لوگ ایک ساتھ ہوں گے' یہی قول امام ابن جریر رحمہ اللہ بھی پسند کرتے ہیں' اور یہی ٹھیک بھی ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ عرش کے پاس سے پانی کا ایک دریا جاری ہوگا جو چالیس سال تک بہتا رہے گا اور بڑی نمایاں چوڑان میں ہوگا اس سے تمام مرے سڑے گلے اگنے لگیں گے اس طرح کے ہو جائیں گے کہ جو انہیں پہچانتا ہو وہ اگر انہیں اب دیکھ لے تو بیک نگاہ پہچان لے پھر روحیں چھوڑی جائیں گی اور ہر روح اپنے جسم میں آ جائے گی یہی معنی ہیں ﴿وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ﴾ یعنی روحیں جسموں میں ملادی جائیں گی۔ اور یہ معنی بھی بیان کئے گئے ہیں کہ مومنوں کا جوڑا حوروں سے لگایا جائے گا اور کافروں کا شیطان کے ساتھ (تذکرہ قرطبی) پھر ارشاد ہوتا ہے ﴿وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ﴾ الخ' جمہور کی قرأت یہی ہے اہل جاہلیت لڑکیوں کو ناپسند کرتے تھے اور انہیں زندہ درگور کر دیا کرتے تھے' ان سے قیامت کے دن سوال ہوگا کہ یہ کیوں قتل کی گئیں؟ تاکہ ان کے قاتلوں کو زیادہ ڈانٹ ڈپٹ اور شرمندگی ہو اور یہ بھی سمجھ لیجئے کہ جب مظلوم سے سوال ہوا تو ظالم کا تو کہنا ہی کیا ہے؟ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ خود پوچھیں گی کہ انہیں کس بنا پر زندہ درگور کیا گیا؟ اس کے متعلق احادیث سنئے۔ مسند احمد میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں نے قصد کیا کہ لوگوں کو' حالت حمل کی مجامعت سے روک دوں لیکن میں نے دیکھا کہ رومی اور فارسی یہ کام کرتے ہیں اور ان کی اولاد کو اس سے کچھ نقصان نہیں پہنچتا۔ لوگوں نے آپ سے عزل کے بارے میں سوال کیا یعنی بروقت نطفہ کو باہر ڈال دینے کے بارے میں تو آپ نے فرمایا کہ یہ درپردہ زندہ گاڑ دینا ہے اور اسی کا بیان ﴿وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ﴾ (2) الخ میں ہے۔ سلمہ بن یزید رضی اللہ عنہ اور ان کے بھائی سرکار نبوت میں حاضر ہو کر سوال کرتے ہیں کہ ہماری ماں امیر زادی تھیں' وہ صلہ رحمی کرتی تھیں۔ مہمان نوازی کرتی تھیں اور بھی نیک کام بہت کچھ کرتی تھیں لیکن جاہلیت میں ہی مرگئی ہیں تو

---

(1) [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۳۶۴۵۱)] اس میں ولید بن عبداللہ اور سماک بن حرب ضعیف ہے۔ شیخ عبد الرزاق مہدی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

(2) [صحیح : صحیح مسلم : کتاب النکاح : باب جواز الغیلة وهی وطئ المرضع و کراهة العزل (۱۴۴۲) ابو داؤد : کتاب الطب : باب فی الغیل (۳۸۸۲) نسائی : کتاب النکاح : باب الغیلة (۳۳۲۸) ترمذی : کتاب الطب : باب ما جاء فی الغیلة (۲۰۷۶) مسند احمد (۶/۴۳۴)]

کیا اس کے یہ نیک کام اسے کچھ نفع دیں گے؟ آپ نے فرمایا نہیں' انہوں نے کہا کہ اس نے ہماری ایک بہن کو زندہ دفن کر دیا ہے کیا وہ بھی اسے کچھ نفع دے گی؟ آپ نے فرمایا زندہ گاڑی ہوئی اور زندہ گاڑنے والی جہنم میں ہیں ہاں یہ اور بات ہے کہ وہ اسلام کو قبول کر لے (مسند احمد) (۱) ابن ابی حاتم میں ہے زندہ دفن کرنے والی اور جسے دفن کیا ہے دونوں جہنم میں ہیں ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا کے سوال پر کہ جنت میں کون جائے گا؟ آپ نے فرمایا نبی' شہید' بچے' اور زندہ درگور کی ہوئی۔ (۲) یہ حدیث مرسل ہے حضرت حسن سے جسے بعض محدثین نے قبولیت کا مرتبہ دیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مشرکوں کے چھوٹی عمر میں مرے ہوئے بچے جنتی ہیں جو انہیں جہنمی کہے وہ جھوٹا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿ وَإِذَا الْمَوْءُدَةُ ﴾ الخ' (ابن ابی حاتم) قیس بن عاصم رضی اللہ عنہ سوال کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے جاہلیت کے زمانے میں اپنی بچیوں کو زندہ دبا دیا ہے میں کیا کروں؟ آپ نے فرمایا ہر ایک کے بدلے ایک غلام آزاد کرو' انہوں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم غلام والا تو میں ہوں نہیں' البتہ میرے پاس اونٹ ہیں' فرمایا ہر ایک کے بدلے ایک اونٹ قربان کرو' (عبدالرزاق) (۳) دوسری روایت میں ہے کہ میں نے اپنی آٹھ لڑکیاں اس طرح زندہ دبادی ہیں آپ کا فرمان ہے کہ اگر چاہے تو یوں کر (۴) اور روایت میں ہے کہ بارہ تیرہ لڑکیاں زندہ دفن کر دی ہیں۔ آپ نے فرمایا ان کی گنتی کے مطابق غلام آزاد کرو انہوں نے کہا بہت بہتر میں یہی کروں گا دوسرے سال وہ ایک سو اونٹ لے کر آئے اور کہنے لگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ میری قوم کا صدقہ ہے جو اس کے بدلے ہے جو میں نے مسلمانوں کے ساتھ کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم ان اونٹوں کو لے جاتے تھے اور ان کا نام قیسیہ رکھ چھوڑا تھا۔ (۵) پھر ارشاد ہے کہ نامہ اعمال بانٹے جائیں گے کسی کے داہنے ہاتھ میں اور کسی کے بائیں ہاتھ میں' اے ابن آدم! تو لکھوا رہا ہے جو لپیٹ کر پھیلا کر تجھے دیا جائے گا دیکھ لے گا کیا لکھوا کر لایا ہے' آسمان گھسیٹ لیا جائے گا اور کھینچ لیا جائے گا اور سمیٹ لیا جائے گا اور برباد ہو جائے گا' جہنم بھڑکائی جائے گی' اللہ کے غضب اور بنی

---

(۱) [صحیح : مسنداحمد (۳/ ۴۷۸) طبرانی کبیر (۶۳۱۹) نسائی فی التفسیر (۶۶۹)] امام ہیثمی نے فرمایا ہے کہ اسے احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ [مجمع الزوائد (۱/ ۱۲۴)] شیخ عبدالرزاق مہدی اس روایت کو صحیح کہتے ہیں۔ حافظ زبیر علی زئی نے بھی اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔]

(۲) [صحیح : مسند احمد (۵/ ۴۰۹) ابو داؤد : کتاب الجهاد : باب فی فضل الشهادة (۲۵۲۱)] شیخ البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابو داود] مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

(۳) [حسن : مسند بزار (۲۲۸۰) بیهقی (۸/ ۱۱۶) تفسیر ابن جریر الطبری (۳۶۴۶۷) طبرانی کبیر (۱۸/ ۳۳۷)] امام ہیثمی نے فرمایا ہے کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں سوائے حسین بن مہدی کے اور وہ بھی ثقہ ہے۔ [مجمع الزوائد (۷/ ۱۳۷)] شیخ عبدالرزاق مہدی اور حافظ زبیر علی زئی اس روایت کو حسن کہتے ہیں۔]

(۴) [حسن : ابن منده کما فی الاصابه (۳/ ۳۵۳)] شیخ عبدالرزاق مہدی اسے حسن کہتے ہیں۔]

(۵) [ضعیف : شیخ عبدالرزاق مہدی فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں قیس بن ربیع راوی ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ طبرانی (۱۸/ ۱۳۸) میں یہ روایت ایک دوسری سند کے ساتھ مروی ہے مگر اس میں یحییٰ بن عبد الحمید راوی ہے، امام ہیثمی نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [مجمع الزوائد (۷/ ۱۱۴۷۰)]

آدم کے گناہوں سے اس کی آگ تیز ہو جائے گی۔ جنت جنتیوں کے پاس آ جائے گی' جب یہ تمام کام ہو چکیں گے اس وقت ہر شخص جان لے گا کہ اس نے اپنی دنیا کی زندگی میں کیا کچھ اعمال کئے تھے۔ وہ سب عمل اس کے سامنے موجود ہوں گے۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿يَوۡمَ تَجِدُ كُلُّ نَفۡسٍ مَّا عَمِلَتۡ﴾ [1] الخ' جس دن ہر شخص اپنے کئے ہوئے اعمال کو پالے گا نیک ہیں تو سامنے دیکھ لے گا اور بد ہیں تو اس دن آرزو کرے گا کہ کاش! اس کے اور اس کے درمیان بہت دوری ہوتی۔ اور جگہ ہے ﴿يُنَبَّؤُا الۡاِنۡسَانُ يَوۡمَئِذٍۭ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ﴾ [2] اس دن انسان کو اس کے تمام اگلے پچھلے اعمال سے تنبیہ کی جائے گی' حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس سورت کو سنتے رہے اور اس کو سنتے ہی فرمایا اگلی تمام باتیں اسی لئے بیان ہوئی تھیں۔

فَلَاۤ اُقۡسِمُ بِالۡخُنَّسِ ﴿۱۵﴾ الۡجَوَارِ الۡكُنَّسِ ﴿۱۶﴾ وَالَّيۡلِ اِذَا عَسۡعَسَ ﴿۱۷﴾ وَالصُّبۡحِ اِذَا تَنَفَّسَ ﴿۱۸﴾ اِنَّهٗ لَقَوۡلُ رَسُوۡلٍ كَرِيۡمٍ ﴿۱۹﴾ ذِىۡ قُوَّةٍ عِنۡدَ ذِى الۡعَرۡشِ مَكِيۡنٍ ﴿۲۰﴾ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيۡنٍ ﴿۲۱﴾ وَمَا صَاحِبُكُمۡ بِمَجۡنُوۡنٍ ﴿۲۲﴾ وَلَقَدۡ رَاٰهُ بِالۡاُفُقِ الۡمُبِيۡنِ ﴿۲۳﴾ وَمَا هُوَ عَلَى الۡغَيۡبِ بِضَنِيۡنٍ ﴿۲۴﴾ وَمَا هُوَ بِقَوۡلِ شَيۡطٰنٍ رَّجِيۡمٍ ﴿۲۵﴾ فَاَيۡنَ تَذۡهَبُوۡنَ ﴿۲۶﴾ اِنۡ هُوَ اِلَّا ذِكۡرٌ لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۲۷﴾ لِمَنۡ شَآءَ مِنۡكُمۡ اَنۡ يَّسۡتَقِيۡمَ ﴿۲۸﴾ وَمَا تَشَآءُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۲۹﴾ ع

میں قسم کھاتا ہوں پیچھے ہٹنے والے ○ چلنے پھرنے والے چھپنے والے ستاروں کی ○ اور رات کی جب جانے لگے ○ اور صبح کی جب چمکنے لگے ○ یقیناً یہ ایک بزرگ پیغامبر کا کلام ہے ○ جو قوت والا ہے' عرش والے اللہ کے نزدیک ذی عزت ہے ○ جس کی آسمانوں میں اطاعت کی جاتی ہے امین ہے ○ تمہارا رفیق دیوانہ نہیں ○ اس نے اس فرشتے کو آسمان کے کھلے کناروں پر دیکھا بھی ہے ○ اور یہ پوشیدہ باتوں کے بتلانے پر بخیل بھی نہیں ○ اور یہ قرآن شیطان مردود کا کلام نہیں ○ پھر تم کہاں جا رہے ہو؟ ○ یہ تو تمام دنیا جہان کیلئے نصیحت نامہ ہے ○ بالخصوص اس کیلئے جو تم میں سے سیدھی راہ چلنا چاہے ○ اور تم بغیر اللہ پروردگار عالم کے چاہے کچھ نہیں چاہ سکتے ○

ستاروں کی قسمیں: حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے صبح کی نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سورت کی تلاوت کرتے ہوئے سنا۔ اس نماز میں میں بھی مقتدیوں میں شامل تھا۔ (مسلم) [3] یہ ستاروں کی قسمیں کھائی گئی ہیں' جو دن کے وقت پیچھے ہٹ جاتے ہیں یعنی چھپ جاتے ہیں' اور رات کو ظاہر ہوتے ہیں' حضرت علی رضی اللہ عنہ یہی فرماتے ہیں اور بھی صحابہ تابعین وغیرہ سے اس کی یہی تفسیر مروی ہے۔ بعض ائمہ نے فرمایا ہے طلوع کے وقت ستاروں کو خنس کہا جاتا ہے اور اپنی اپنی جگہ پر انہیں جوار کہا جاتا ہے اور چھپ جانے کے وقت انہیں کنس کہا جاتا ہے' بعض نے کہا ہے اس سے مراد جنگلی گائے ہے' یہ بھی مروی ہے کہ مراد ہرن ہے۔ ابراہیم رحمہ اللہ نے

---

[1] [سورة آل عمران : آیت ۳۰]　[2] [سورة القیامه : آیت ۱۳]

[3] [صحيح : صحيح مسلم : كتاب الصلاة : باب القراءة في الصبح (٤٥٦)]

حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اس کے معنی پوچھے تو حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم نے اس بارے میں کچھ نہیں سنا البتہ لوگ کہتے ہیں کہ اس سے مراد ستارے ہیں۔ انہوں نے پھر سوال کیا کہ جو تم نے سنا ہو وہ کہو تو فرمایا ہم سنتے ہیں کہ اس سے مراد نیل گائے ہے جبکہ وہ اپنی جگہ چھپ جائے۔ حضرت ابراہیم رحمہ اللہ نے فرمایا وہ مجھ پر جھوٹ باندھتے ہیں جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اسفل کو اعلیٰ کا اور اعلیٰ کو اسفل کا ضامن بنایا' امام ابن جریر رحمہ اللہ نے اس میں سے کسی کی تعیین نہیں کی اور فرمایا ہے ممکن ہے تینوں چیزیں مراد ہوں یعنی ستارے' نیل گائے اور ہرن۔ [1] 'عَسۡعَسَ' کے معنی ہیں اندھیرے والی ہوئی اور اٹھ کھڑی ہوئی' اور لوگوں کو ڈھانپ لیا اور جانے لگی۔ صبح کی نماز کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ نکلے اور فرمانے لگے کہ وتر کے بارے میں پوچھنے والے کہاں ہیں؟ پھر یہ آیت پڑھی۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ اسی کو پسند فرماتے ہیں کہ معنی یہ ہیں کہ رات جب جانے لگے کیونکہ اس کے مقابلہ میں ہے کہ جب صبح چمکنے لگے' شاعروں نے عَسۡعَسَ کو اَدۡبَرَ کے معنی میں باندھا ہے میرے نزدیک ٹھیک معنی یہ ہیں کہ قسم ہے رات کی جب وہ آئے اور اندھیرا پھیلائے اور قسم ہے دن کی جب وہ آئے اور روشنی پھیلائے' جیسے اور جگہ ہے ﴿وَالَّيۡلِ اِذَا يَغۡشٰى ○ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى﴾ [2] اور جگہ ہے ﴿وَالضُّحٰى ○ وَالَّيۡلِ اِذَا سَجٰى﴾ [3] اور جگہ ہے ﴿فَالِقُ الۡاِصۡبَاحِ وَجَعَلَ الَّيۡلَ سَكَنًا﴾ [4] اور بھی اس قسم کی آیتیں بہت سی ہیں مطلب سب کا یکساں ہے' ہاں بیشک اس لفظ کے معنی پیچھے ہٹنے کے ہی ہیں۔ علماء اصول نے فرمایا ہے کہ یہ لفظ آگے آنے اور پیچھے جانے کے دونوں معنی میں آتا ہے' اس بناء پر یہ دونوں معنی ٹھیک ہو سکتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

اور قسم ہے صبح کی جبکہ طلوع ہو اور روشنی کے ساتھ آئے' پھر ان قسموں کے بعد فرماتا ہے کہ یہ قرآن ایک بزرگ' شریف' پاکیزہ رو' خوش منظر فرشتے کا کلام ہے یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام کا' وہ قوت والے ہیں جیسے اور جگہ ہے ﴿عَلَّمَهٗ شَدِيۡدُ الۡقُوٰى ○ ذُوۡمِرَّةٍ﴾ [5] یعنی سخت مضبوط اور سخت پکڑ اور فعل والا فرشتہ' وہ اللہ عزوجل کے پاس جو عرش والا ہے' بلند و پایہ اور ذی مرتبہ ہے۔ وہ نور کے ستر پردوں میں جا سکتے ہیں اور انہیں عام اجازت ہے۔ ان کی بات وہاں سنی جاتی ہے' برتر فرشتے ان کے فرمانبردار ہیں' آسمانوں میں ان کی سرداری ہے کہ اور فرشتے ان کے تابع فرمان ہیں' وہ اس پیغام رسانی پر مقرر ہیں کہ اللہ کا کلام اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچائیں' یہ فرشتے اللہ کے امین ہیں' مطلب یہ ہے کہ فرشتوں میں سے جو اس رسالت پر مقرر ہیں وہ بھی پاک صاف ہیں اور انسانوں میں جو رسول مقرر ہیں وہ بھی پاک اور برتر ہیں' اس لئے اس کے بعد فرمایا تمہارے ساتھی یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم دیوانے نہیں' یہ پیغمبر اس فرشتے کو اس کی اصلی صورت میں بھی دیکھ چکے ہیں جبکہ وہ اپنے چھ سو پروں سمیت ظاہر ہوئے تھے یہ واقعہ بطحا کا ہے اور یہ پہلی مرتبہ دیکھنا تھا آسمان کے کھلے کناروں پر یہ دیدار جبرائیل علیہ السلام حاصل ہوا تھا' اسی کا بیان اس آیت میں ہے ﴿عَلَّمَهٗ شَدِيۡدُ الۡقُوٰى ○ ذُوۡمِرَّةٍ فَاسۡتَوٰى ○ وَهُوَ بِالۡاُفُقِ الۡاَعۡلٰى ○

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (١٢/٤٦٧)]
[2] [سورہ اللیل : آیت ١-٢]
[3] [سورۃ الضحی : آیت ١-٢]
[4] [سورۃ انعام : آیت ٩٦]
[5] [سورۃ النجم : آیت ٥-٦]

﴿ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ○ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ○ فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى﴾ [1] یعنی انہیں ایک فرشتہ تعلیم کرتا ہے جو بڑا طاقتور ہے قوی ہے۔ جو اصلی صورت پر آسمان کے بلند و بالا کناروں پر ظاہر ہوا تھا پھر وہ نزدیک آیا اور بہت قریب آ گیا صرف دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا بلکہ اس سے بھی کم پھر جو وحی اللہ نے اپنے بندے پر نازل کرنی چاہی نازل فرمائی' اس آیت کی تفسیر سورۃ النجم میں گزر چکی ہے۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورت معراج سے پہلے اتری ہے اس لئے کہ اس میں صرف پہلی مرتبہ کا دیکھنا ذکر ہوا ہے اور دوبارہ کا دیکھنا اس آیت میں مذکور ہے ﴿وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى﴾ [2] الخ' یعنی انہوں نے اس کو ایک مرتبہ اور بھی سدرۃ المنتہی کے پاس دیکھا ہے جس کے قریب جنت الماویٰ ہے' جبکہ اس درخت سدرہ کو ایک عجیب و غریب چیز چھپائے ہوئے تھی۔ اس آیت میں دوسری مرتبہ کے دیکھنے کا ذکر ہے' یہ سورت واقعہ معراج کے بعد نازل ہوئی تھی۔ ﴿بِضَنِيْنٍ﴾ کی دوسری قراءت ﴿بِظَنِيْنٍ﴾ بھی مروی ہے' یعنی ان پر کوئی تہمت نہیں' اور ضاد سے جب پڑھو تو معنی ہوں گے یہ بخیل نہیں ہیں' بلکہ ہر شخص کو جو غیب کی باتیں آپ کو اللہ کی طرف سے معلوم کرائی جاتی ہیں یہ سکھا دیا کرتے ہیں۔ یہ دونوں قراءتیں مشہور ہیں اور صحیح ہیں' پس آپ نے نہ تو تبلیغ احکام میں کمی کی' نہ تہمت لگی۔ یہ قرآن شیطان مردود کا کلام نہیں' نہ شیطان اسے لے سکے' نہ اس کے مطلب کی یہ چیز' نہ اس کے قابل' جیسے اور جگہ ہے ﴿وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيَاطِيْنُ ○ وَمَا يَنْبَغِيْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ○ اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ﴾ [3] نہ اسے لیکر شیطان اترے نہ انہیں یہ لائق ہے نہ اس کی انہیں طاقت ہے وہ تو اس کے سننے سے بھی محروم اور دور ہیں' پھر فرمایا تم کہاں جا رہے ہو' یعنی قرآن کی حقانیت اور اس کی صداقت ظاہر ہو چکنے کے بعد بھی تم کیوں اسے جھٹلا رہے ہو؟ تمہاری عقلیں کہاں جاتی رہیں؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس جب بنو حنیفہ کے لوگ مسلمان ہو کر حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا مسیلمہ جس نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کر رکھا ہے جسے تم آج تک مانتے رہے اس نے جو کلام گھڑ رکھا ہے ذرا اسے تو سناؤ۔ جب انہوں نے سنایا تو دیکھا کہ نہایت رکیک الفاظ ہیں بلکہ بکواس محض ہے تو آپ نے فرمایا تمہاری عقلیں کہاں جاتی رہیں؟ ذرا تو سوچو کہ ایک فضول بکواس کو تم کلام اللہ جانتے رہے ناممکن ہے کہ ایسا بے معنی اور بے نور کلام اللہ کا کلام ہو' یہ بھی مطلب بیان کیا گیا ہے کہ تم کتاب اللہ سے اور اطاعت اللہ سے کہاں بھاگ رہے ہو؟ پھر فرمایا یہ قرآن تمام لوگوں کیلئے پند و نصیحت ہے۔ ہر ایک ہدایت کے طالب کو چاہئے کہ اس قرآن کا عامل بن جائے یہی نجات اور ہدایت کا کفیل ہے' اس کے سوا دوسرے کلام میں ہدایت نہیں' تمہاری چاہتیں کام نہیں آتیں کہ جو چاہے گمراہ ہو جائے بلکہ یہ سب کچھ منجانب اللہ ہے وہ رب العالمین جو چاہے کرتا ہے اسی کی چاہت چلتی ہے' اس سے اگلی آیت کو سن کر ابوجہل نے کہا تھا کہ پھر تو ہدایت و ضلالت ہمارے بس کی بات ہے اس کے جواب میں یہ آیت اتری۔ سورۃ تکویر کی تفسیر ختم ہوئی' فالحمدللہ۔

---

[1] [سورۃ النجم : آیت ۵۔۱۰]

[2] [سورۃ النجم : آیت ۱۳۔۱۶]

[3] [سورۃ الشعراء : آیت ۲۱۰۔۲۱۲]

تفسیر سورۃ الانفطار

نسائی میں ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عشاء کی نماز پڑھائی اور اس میں لمبی قراءت پڑھی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معاذ کیا یہ سورتیں نہ تھیں؟ ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ اور ﴿وَالضُّحَى﴾ اور ﴿إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ﴾ [1] اس حدیث کی اصل بخاری و مسلم میں بھی ہے [2] ہاں ﴿إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ﴾ کا ذکر صرف نسائی کی روایت میں ہے اور وہ حدیث پہلے گزر چکی ہے جس میں بیان ہے کہ جو شخص قیامت کے دن کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہے وہ ﴿إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ﴾ اور ﴿إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ﴾ اور ﴿إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ﴾ پڑھ لے۔ [3]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۝١ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۝٢ وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۝٣ وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ۝٤
عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ ۝٥ يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ۝٦
الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۝٧ فِيْٓ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ۝٨ كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ
بِالدِّيْنِ ۝٩ وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۝١٠ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۝١١ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝١٢

اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والے مہربان کے نام سے میں شروع کرتا ہوں

جب آسمان پھٹ جائے ○ اور جب ستارے جھڑ جائیں ○ اور جب دریا بہہ چلیں ○ اور جب قبریں شق کر دی جائیں ○ اس وقت ہر شخص اپنے آگے بھیجے ہوئے اور پیچھے چھوڑے ہوئے کو معلوم کر لے گا ○ اے انسان تجھے اپنے رب کریم سے کس چیز نے بہکایا ○ جس رب نے تجھے پیدا کیا پھر ٹھیک ٹھاک کیا پھر درست اور برابر بنایا ○ جس صورت میں چاہا تیری ترکیب کی ○ نہیں نہیں بلکہ تم تو جزا سزا کے دن کو جھٹلاتے ہو ○ یقیناً تم پر نگہبان بزرگ لکھنے والے مقرر ہیں ○ جو کچھ تم کرتے ہو وہ جانتے ہیں ○

---

[1] [صحیح: نسائی : کتاب الافتتاح : باب القراءۃ فی العشاء الاخرہ سبح اسم ربك الاعلی (۹۹۸) وفی التفسیر (٦٧٢)] شیخ البانیؒ نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔ [صحیح نسائی، صحیح ابوداود (۷۵٦)] شیخ عبدالرزاق مہدی بھی اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔ جبکہ حافظ زبیر علی زئی فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے، اعمش مدلس کا عنعنہ ہے۔]

[2] [صحیح: صحیح بخاری : کتاب الاذان : باب من شکا امامہ اذا طول (۷۰۵) صحیح مسلم : کتاب الصلاۃ : باب القراءۃ فی العشاء (٤٦٥)]

[3] [صحیح: ترمذی : کتاب التفسیر : باب ومن اذا الشمس کورت (۳۳۳۳) مسند احمد (۲۷/۲) مستدرك حاکم (۵۱۵/۲)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی، السلسلة الصحیحة (۱۰۸۱)] مولانا مبشر احمد ربانی نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ عبدالرزاق مہدی اور حافظ زبیر علی زئی نے اسے حسن کہا ہے۔]

جب آسمان پھٹ جائے گا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قیامت کے دن آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے۔ جیسے فرمایا ہے ﴿اَلسَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِهٖ﴾ [1] اور ستارے سب کے سب گر پڑیں گے اور کھاری اور میٹھے سمندر آپس میں خلط ملط ہو جائیں گے اور پانی سوکھ جائے گا قبریں پھٹ جائیں گی ان کے شق ہونے کے بعد مردے بھی جی اٹھیں گے، پھر ہر شخص اپنے اگلے پچھلے اعمال کو بخوبی جان لے گا' پھر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دھمکاتا ہے کہ تم کیوں مغرور ہو گئے ہو؟ یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کا جواب طلب کرتا ہو یا سکھاتا ہو' بعض نے یہ بھی کہا ہے بلکہ انہوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کے کرم نے غافل کر رکھا ہے۔ یہ معنی بیان کرنے غلط ہیں۔ صحیح مطلب یہی ہے کہ اے ابن آدم! اپنے باعظمت اللہ سے تو نے کیوں بے پرواہی برت رکھی ہے' کس چیز نے تجھے اس کی نافرمانی پر اکسار رکھا ہے؟ اور کیوں تو اس کے مقابلے پر آمادہ ہو گیا ہے؟ حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا' اے ابن آدم! تجھے میری جانب سے کسی چیز نے مغرور کر رکھا تھا؟ اے ابن آدم! بتا تو نے میرے نبیوں کو کیا جواب دیا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو اس آیت کی تلاوت کرتے ہوئے سنا تو فرمایا انسانی جہالت نے اسے غافل بنا رکھا ہے۔ ابن عمر' ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی یہی مروی ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اسے بہکانے والا شیطان ہے' حضرت فضیل ابن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر مجھ سے یہ سوال ہو تو میں جواب دوں کہ تیرے لٹکائے ہوئے پردوں نے۔ حضرت ابوبکر وراق رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں تو کہوں گا کریم کے کرم نے بےفکر کر دیا' بعض سخن شناس فرماتے ہیں کہ یہاں پر کریم کا لفظ لانا گویا جواب کی طرف اشارہ سکھانا ہے' لیکن یہ قول کچھ فائدہ مند نہیں۔ بلکہ مطلب صحیح یہ ہے کہ کرم والوں کو اللہ کے کرم کے مقابلہ میں بدافعال اور برے اعمال نہ کرنے چاہئیں' کلبی اور مقاتل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اخنس بن شریق کے بارے میں یہ نازل ہوئی ہے۔ اس خبیث نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مارا تھا اور اسی وقت اس پر کچھ عذاب نہ آیا تو وہ پھول گیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ [2]

پھر فرماتا ہے وہ اللہ جس نے تجھے پیدا کیا' پھر درست بنایا' پھر درمیانہ قد وقامت بخشا' خوش شکل اور خوبصورت بنایا' مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ہتھیلی میں تھوکا پھر اس پر اپنی انگلی رکھ کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ابن آدم! کیا تو مجھے عاجز کر سکتا ہے؟ حالانکہ میں نے تجھے اس جیسی چیز سے پیدا کیا ہے' پھر ٹھیک ٹھاک کیا' پھر صحیح قامت بنایا' پھر تجھے پہنا اوڑھا کر چلنا پھرنا سکھایا۔ آخر کار تیرا ٹھکانا زمین کے اندر ہے تو نے خوب دولت جمع کی اور میری راہ میں دینے سے باز رہا یہاں تک کہ جب دم حلق میں آ گیا تو کہنے لگا میں صدقہ کرتا ہوں۔ بھلا اب صدقے کا وقت کہاں؟ [3] جس صورت میں چاہا ترکیب دی یعنی باپ کی' ماں کی' ماموں

---

[1] [سورہ المزمل: آیت ۱۸]

[2] **[ضعیف**: بغوی (٤/٤٢٤)] اس کی سند میں محمد بن سائب کلبی متروک اور متہم بالوضع ہے۔ شیخ عبدالرزاق مہدی اس روایت کو باطل کہتے ہیں۔]

[3] **[حسن**: مسند احمد (٤/٢١٠) ابن ماجه: كتاب الوصايا: باب النهي عن الامساك في الحياة والتبذير عند الموت (٢٧٠٧)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [صحیح ابن ماجه] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔]

کی، چچا کی صورت پر پیدا کیا۔ ایک شخص سے حضور ﷺ نے فرمایا تیرے ہاں کیا بچہ ہوگا ؟ اس نے کہا یا لڑکا یا لڑکی ۔فرمایا کس کے مشابہ ہوگا ؟ کہا یا میرے یا اس کی ماں کے ۔فرمایا خاموش ایسا نہ کہہ نطفہ جب رحم میں ٹھہرتا ہے تو حضرت آدم علیہ السلام کا نسب اس کے سامنے ہوتا ہے پھر آپ نے آیت ﴿فِيٓ أَيِّ صُورَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ﴾ پڑھی اور فرمایا جس صورت میں اس نے چاہا تجھے چلایا۔ (1) یہ حدیث اگر صحیح ہوتی تو آیت کے معنی ظاہر کرنے کیلئے کافی تھی لیکن اس کی سند ثابت نہیں ہے، مطہر بن ہثیم رحمہ اللہ جو اس کے راوی ہیں یہ متروک الحدیث ہیں ان پر اور جرح بھی ہے۔ بخاری و مسلم کی ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے حضور ﷺ کے پاس آ کر کہا میری بیوی کو جو بچہ پیدا ہوا ہے وہ سیاہ فام ہے، آپ نے فرمایا تیرے پاس اونٹ بھی ہیں؟ کہا ہاں۔ فرمایا کس رنگ کے؟ کہا سرخ رنگ کے۔ فرمایا کیا ان میں کوئی چتکبرا بھی ہے؟ کہاں ہاں۔ فرمایا اس رنگ کا بچہ سرخ نر و مادہ کے درمیان کیسے پیدا ہوگیا؟ کہنے لگا شاید اس کی نسل کی طرف کوئی رگ کھینچ لے گئی ہو۔ آپ نے فرمایا اسی طرح تیرے بچے کے سیاہ رنگ ہونے کی وجہ بھی شاید یہی ہو۔ (2) حضرت عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر چاہے بندر کی صورت بنا دے اگر چاہے سور کی۔ ابو صالح رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر چاہے کتے کی صورت میں بنا دے اگر چاہے گدھے کی اگر چاہے سور کی، قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ سب سچ ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے لیکن وہ مالک ہمیں بہترین، عمدہ، خوش شکل اور دل لبھانے والی پاکیزہ شکلیں صورتیں عطا فرماتا ہے۔

پھر فرماتا ہے کہ اس کریم اللہ کی نافرمانیوں پر تمہیں آمادہ کرنے والی چیز صرف یہی ہے کہ تمہارے دلوں میں قیامت کی تکذیب ہے تم اس کا آنا ہی برحق نہیں جانتے اس لئے اس سے بے پرواہی برت رہے ہو، تم یقین مانو کہ تم پر بزرگ محافظ اور کاتب فرشتے مقرر ہیں تمہیں چاہئے کہ ان کا لحاظ رکھو وہ تمہارے اعمال لکھ رہے ہیں، تمہیں برائی کرتے ہوئے شرم آنی چاہئے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اللہ کے یہ بزرگ فرشتے تم سے جنابت اور پاخانہ کی حالت کے سوا کسی وقت الگ نہیں ہوتے۔ تم انکا احترام کرو، غسل کے وقت بھی پردہ کر لیا کرو، دیوار سے یا اوٹ سے ہی سہی یہ بھی نہ ہو تو اپنے کسی ساتھی کو کھڑا کر و تا کہ وہی پردہ ہو جائے (ابن ابی حاتم) (3) بزار کی اس حدیث کے الفاظ میں کچھ تغیر و تبدل ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ننگا ہونے سے منع کرتا ہے اللہ کے ان فرشتوں سے شرماؤ، اس میں یہ بھی ہے کہ غسل کے وقت بھی یہ فرشتے دور ہو جاتے ہیں۔ (4) ایک حدیث میں ہے

---

(1) [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (٣٦٥٦٧) مجمع الزوائد (١١٤٧٣)] اس میں مطہر بن ہثیم ضعیف ہے۔]

(2) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الطلاق : باب اذا عرض بنفی الولد (٥٣٠٥) صحیح مسلم : کتاب اللعان (١٥٠٠) نسائی : کتاب الطلاق (٣٥٠٨) ابن ماجہ : کتاب النکاح (٢٠٠٢) ابو داؤد : کتاب الطلاق (٢٢٦٠) ترمذی : کتاب الولاء والھبة (٢١٢٨) مسند احمد (٢٣٩/٢)]

(3) [مرسل : تفسیر قرطبی (٢٤٨/١٩) یہ روایت مرسل ہے جو کہ ضعیف کی ایک قسم ہے۔]

(4) [ضعیف : مختصر زوائد البزار (١٨١/١)] اس کی سند میں حفص بن سلیمان راوی ضعیف ہے۔ شیخ عبدالرزاق مہدی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

کہ جب یہ کراماً کاتبین بندے کے روزانہ نامہ اعمال اللہ کے سامنے پیش کرتے ہیں تو اگر شروع اور آخر میں استغفار ہو تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کے درمیان کی سب خطائیں میں نے اپنے غلام کی بخش دیں (بزار) (1) ایک اور ضعیف حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعض فرشتے انسانوں کو اور ان کے اعمال جو جانتے پہچانتے ہیں جب کسی بندے کو نیکی میں مشغول پاتے ہیں تو آپس میں کہتے ہیں آج کی رات فلاں شخص نجات پا گیا فلاح حاصل کر گیا اور اس کے خلاف دیکھتے ہیں تو آپس میں ذکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آج کی رات فلاں شخص ہلاک ہوا۔ (2)

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ﴿۱۳﴾ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ ﴿۱۴﴾ يَّصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿۱۵﴾
وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِيْنَ ﴿۱۶﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿۱۷﴾ ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿۱۸﴾
يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا ۭ وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ﴿۱۹﴾ ع

یقیناً نیک لوگ نعمتوں میں ہیں ○ اور یقیناً بدکار لوگ دوزخ میں ہیں ○ بدلے والے دن اسی میں جائیں گے ○ یہ لوگ اس سے چھپ نہ سکیں گے ○ تجھے کچھ خبر بھی ہے کہ بدلے کا دن کیا ہے؟ ○ میں پھر کہتا ہوں کہ تجھے کیا معلوم کہ جزا اور سزا کا دن کیا ہے ○ اس دن کوئی شخص کسی شخص کیلئے کسی چیز کا مختار نہیں ہوگا ○ اور تمام تر احکام و فرمان اس روز اللہ تعالیٰ کے ہی ہوں گے ○

نیک لوگ نعمتوں میں: جو لوگ اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزار فرمانبردار ہیں' گناہوں سے دور رہتے ہیں' انہیں اللہ تعالیٰ جنت کی خوشخبری دیتا ہے۔ حدیث میں ہے انہیں ابرار اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ اپنے ماں باپ کے فرمانبردار تھے اور اپنی اولاد کے ساتھ نیک سلوک کرتے تھے (3) بدکار لوگ دائمی عذاب میں پڑیں گے' قیامت والے دن جو حساب کا اور بدلے کا دن ہے ان کا داخلہ اس میں ہوگا ایک ساعت بھی ان پر عذاب ہلکا نہ ہوگا' نہ موت آئے گی' نہ راحت ملے گی' نہ ایک ذرا سی دیر اس سے الگ ہوں گے۔ پھر قیامت کی بڑائی اور اس دن کی ہولناکی ظاہر کرنے کیلئے دو دو بار فرمایا کہ تمہیں کس چیز نے معلوم کرایا کہ وہ دن کیسا ہے؟ پھر خود ہی بتلایا کہ اس دن کوئی کسی کو کچھ بھی نفع نہ پہنچا سکے گا' نہ عذاب سے نجات دلوا سکے گا۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ کسی کی سفارش کی اجازت خود ہی اللہ تبارک وتعالیٰ عطا فرمائے۔ اس موقعہ پر یہ حدیث وارد کرنی بالکل مناسب ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے بنو ہاشم! اپنی جانوں کو جہنم سے بچانے کیلئے نیک اعمال کی تیاریاں کر لو میں تمہیں اس دن اللہ کے عذاب سے بچانے کا

---

(1) [ضعیف : مسند بزار (۳۲۵۲) مجمع الزوائد (۱۷۵۸۰)] اس کی سند میں تمام بن نجیح راوی ضعیف ہے۔ شیخ عبدالرزاق مہدی فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں ضعف کا احتمال ہے جبکہ حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

(2) [ضعیف : مسند بزار (۳۲۱٤) مجمع الزوائد (۱۷٦۸۹)] اس میں سلام راوی متروک ہے۔]

(3) [ضعیف : الادب المفرد (۹٤) المقاصد الحسنة للسخاوی (ص : ۳٦۵) الفردوس بماثور الخطاب (۳٤٦/۱) کشف الخفاء (٤۲۷/۱)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف الادب المفرد (۲۱) السلسلة الضعيفة (۳۲۲۱)]

اختیار نہیں رکھتا۔ (1) یہ حدیث سورہ شعراء کی تفسیر میں گزر چکی ہے یہاں بھی فرمایا کہ اس دن امر محض اللہ کا ہی ہوگا۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ﴾ (2) اور جگہ ارشاد ہے ﴿اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِنِ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ﴾ (3) اور فرمایا ﴿مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ (4) مطلب سب کا یہی ہے کہ ملک وملکیت اس دن صرف اللہ واحد وقہار ورحمٰن کی ہی ہوگی' گو آج بھی اس کی ملکیت ہے وہ ہی تنہا مالک ہے اسی کا حکم چلتا ہے مگر وہاں تو کوئی ظاہرداری حکومت' ملکیت اور امروالا بھی نہ ہوگا۔ سورۂ انفطار کی تفسیر ختم ہوئی۔ فالحمد للہ۔

تفسیر سورۃ المطففین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۙ﴿۱﴾ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ﴿۲﴾ۖ وَاِذَا كَالُوْهُمْ
اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۗ﴿۳﴾ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۙ﴿۴﴾ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۙ﴿۵﴾ يَّوْمَ
يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۗ﴿۶﴾

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی ○ کہ جب لوگوں سے ناپ کرلیں تو تب پورا پورا کرلیں ○ اور جب انہیں ناپ کر یا تول کر دیں تو کم دیں ○ کیا انہیں اپنے مرنے کے بعد جی اٹھنے کا یقین نہیں ○ اس بڑے بھاری دن ○ جس دن سب لوگ اللہ تعالیٰ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے ○

ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے ہلاکت: نسائی اور ابن ماجہ میں ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے اس وقت اہل مدینہ ناپ تول کے اعتبار سے بہت برے تھے۔ جب یہ آیت اتری پھر انہوں نے ناپ تول بہت درست کرلیا۔ (5) ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت ھلال بن طلق رحمہ اللہ نے ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ مکے مدینے والے بہت ہی عمدہ ناپ تول رکھتے ہیں' آپ نے فرمایا وہ کیوں نہ رکھتے جب کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ﴿وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ﴾ الخ ہے۔ پس ''تطفیف'' سے مراد ناپ تول کی کمی ہے خواہ اس صورت میں کہ اوروں سے لیتے وقت زیادہ لے لیا اور دیتے وقت کم دیا' اسی لئے انہیں دھمکایا کہ یہ نقصان اٹھانے والے اور ہلاک ہونے والے ہیں کہ جب اپنا حق لیں تو پورا لیں بلکہ زیادہ لے لیں اور

---

(1) [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب قوله تعالى وانذر عشيرتك الاقربين (۲۰٤)]

(2) [غافر: ١٦] (3) [الفرقان: ٢٦] (4) [فاتحه: ٣]

(5) [حسن: ابن ماجه: کتاب التجارات: باب التوقی فی الکیل والوزن (۲۲۲۳) نسائی فی التفسیر (٦٧٤) طبرانی (١٢٠٤١) مستدرك حاكم (٢/٣٣)] شیخ البانی نے اسے حسن کہا ہے۔ [صحیح ابن ماجه] شیخ عبدالرزاق مہدی اور حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسے حسن کہا ہے۔]

دوسروں کو دینے بیٹھیں تو کم دیں۔ ٹھیک یہ ہے کہ "کَالُوْا" اور "وَزَنُوْا" کو متعدی مانیں اور ھُمْ کو محلاً منصوب کہیں، گو بعض نے اسے ضمیر موکد مانا ہے جو ﴿کَالُوْا﴾ اور ﴿وَزَنُوْا﴾ کی پوشیدہ ضمیر کی تاکید کیلئے ہے اور مفعول مخذوف مانا ہے جس پر دلالت کلام موجود ہے' دونوں طرح مطلب قریب قریب ایک ہی ہے۔ قرآن کریم نے ناپ تول درست کرنے کا حکم اس آیت میں بھی دیا ہے ﴿وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ﴾ [1] الخ یعنی ناپو تو ناپ پورا کرواور وزن بھی سیدھے ترازو سے تول کر دیا کرو۔ اور جگہ حکم ہے ﴿وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ﴾ [2] الخ' ناپ تول انصاف کے ساتھ برابر کر دیا کرو مگر ہم کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے۔ اور جگہ فرمایا ﴿وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ﴾ [3] یعنی تول کو قائم رکھو اور میزان کو گھٹاؤ نہیں۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کو اس کی بدعات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے غارت و برباد کر دیا' یہاں بھی اللہ تعالیٰ ڈرا رہا ہے کہ لوگوں کے حق مارنے والے کیا قیامت کے دن سے نہیں ڈرتے جس دن یہ اس ذات پاک کے سامنے کھڑے کئے جائیں گے۔ جس پر نہ تو کوئی پوشیدہ بات ہے نہ ظاہر۔ وہ دن بھی نہایت ہولناک وخطرناک ہوگا' بڑی گھبراہٹ اور پریشانی والا دن ہوگا' اس دن یہ نقصان رساں لوگ جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے' جس دن لوگ اللہ کے سامنے کھڑے ہوں گے اس حالت میں کہ ننگے پیر ہوں گے اور ننگے بدن ہوں گے اور بے ختنہ ہوں گے' وہ جگہ بھی نہایت تنگ و تاریک ہوگی اور میدان آفات و بلیات سے پر ہوگا اور وہ مصائب نازل ہو رہے ہوں گے کہ دل پریشان ہوں گے' حواس بگڑے ہوئے ہوں گے' ہوش جاتا رہے گا۔ صحیح حدیث میں ہے کہ آدھے آدھے کانوں تک پسینہ پہنچ گیا ہوگا۔ (موطا امام مالک) [4] مسند احمد کی حدیث میں ہے اس دن رحمٰن عزوجل کی عظمت کے سامنے سب کھڑے کپکپا رہے ہوں گے۔ [5] اور حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن بندوں سے سورج اس قدر قریب ہو جائے گا کہ ایک یا دو نیزے کے برابر اونچا ہوگا اور سخت تیز ہوگا' ہر شخص اپنے اپنے اعمال کے مطابق اپنے پسینے میں غرق ہوگا' بعض کی ایڑیوں تک پسینہ ہوگا بعض کے گھٹنوں تک' بعض کی کمر تک بعض کو تو ان کا پسینہ لگام بنا ہوا ہوگا۔ [6] اور حدیث میں

---

[1] [بنی اسرائیل : ۳۵]　[2] [الانعام : ۱۵۲]　[3] [الرحمن : ۹]

[4] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الرقاق : باب قوله تعالى الا يظن اولئك انهم مبعوثون (۶۵۳۱) صحیح مسلم : کتاب صفة الجنة : باب فی صفة يوم القيامة اعاننا الله على اهوالها (۲۸۶۲) ابن ماجه : كتاب الزهد : باب ذكر البعث (۴۲۷۸) ترمذی : کتاب صفة القيامة : باب ما جآء شان الحساب والقصاص (۲۴۲۲)]

[5] [صحیح : مسند احمد (۲/۳۱) تفسیر ابن جریر الطبری (۳۶۵۸۲)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۴۸۶۲)] شیخ عبدالرزاق مہدی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس روایت کو شیخ احمد شاکر ؒ نے صحیح کہا ہے۔]

[6] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الجنة : باب فی صفة يوم القيامة اعاننا الله على اهواله (۲۸۶۴) ترمذی : کتاب صفة القيامة والرقائق والورع : باب ما جآء فی شان الحساب والقصاص (۲۴۲۱) مسند احمد (۶/۳)]

ہے دھوپ اس قدر تیز ہوگی کہ کھوپڑی بھنا اٹھے گی اور اس طرح اس میں جوش اٹھنے لگے گا جس طرح ہنڈیا میں ابال آتا ہے۔ (1) اور روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے منہ پر انگلیاں رکھ کر بتایا کہ اس طرح پسینہ کی لگام چڑھی ہوئی ہوگی پھر آپ نے ہاتھ سے اشارہ کر کے بتایا کہ بعض بالکل ڈوبے ہوئے ہوں گے۔ (2) اور حدیث میں ہے ستر سال تک بغیر بولے چالے کھڑے رہیں گے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ تین سو سال تک کھڑے رہیں گے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ چالیس ہزار سال تک کھڑے رہیں گے اور دس ہزار سال میں فیصلہ کیا جائے گا۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ اس دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہوگی (3) ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بشیر غفاری رضی اللہ عنہ سے فرمایا تو کیا کرے گا؟ جس دن لوگ اللہ رب العالمین کے سامنے تین سو سال تک کھڑے رہیں گے نہ تو کوئی خبر آسمان سے آئے گی نہ کوئی حکم کیا جائے گا۔ حضرت بشیر رضی اللہ عنہ کہنے لگے اللہ مددگار ہے۔ آپ نے فرمایا سنو! جب بستر پر جاؤ تو اللہ تعالیٰ سے قیامت کے دن کی تکلیفوں اور حساب کی برائی سے پناہ مانگ لیا کرو۔ (4) سنن ابو داؤد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ قیامت کے دن کے کھڑے ہونے کی جگہ کی تنگی سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ (5) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ چالیس سال تک لوگ اونچا سر کیے کھڑے رہیں گے۔ کوئی بولے گا نہیں۔ نیک و بد کو پسینے کی لگامیں چڑھی ہوئی ہوں گی۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں سو سال تک کھڑے رہیں گے (ابن جریر) ابو داؤد' نسائی' ابن ماجہ میں ہے کہ حضور ﷺ جب رات کو اٹھ کر تہجد کی نماز شروع کرتے تو دس مرتبہ اللہ اکبر کہتے' دس مرتبہ الحمد للہ کہتے' دس مرتبہ سبحان اللہ کہتے' دس مرتبہ استغفر اللہ کہتے۔ پھر کہتے ﴿اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَاهْدِنِيْ وَارْزُقْنِيْ وَعَافِنِيْ﴾ اے اللہ! مجھے بخش' مجھے ہدایت دے' مجھے روزیاں دے اور عافیت عنایت فرما۔ پھر اللہ تعالیٰ سے قیامت کے دن کے مقام کی تنگی سے پناہ مانگتے۔ (6)

---

(1) [صحیح : مسند احمد (٥/٢٥٤)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح الترغیب (٣٥٨٧) صحیح الجامع الصغیر (٢٩٣٣)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو قوی کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (٢٢١٨٦)]

(2) [صحیح : مسند احمد (٤/١٥٧) مستدرك حاكم (٤/٥٧١)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اور شیخ شعیب ارناؤوط بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔[صحیح الترغیب (٣٥٨٨) الموسوعة الحديثية (١٧٤٣٩)]

(3) [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الزكاة : باب اثم مانع الزكاة (٩٨٧)]

(4) [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (٣٤٦٩٠)] اس کی سند میں عبدالسلام راوی ضعیف ہے۔]

(5) [حسن صحیح : ابو داؤد : کتاب الصلاة : باب ما يستفتح به الصلاة من الدعاء (٧٦٦)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔[صحی ابوداود]

(6) [حسن صحیح : ابن ماجه : كتاب اقامة الصلاة : باب ما جاء في الدعاء اذا قام الرجل من الليل (١٣٥٦) مسند احمد (٦/١٤٣)] شیخ البانیؒ اسے حسن صحیح کہتے ہیں۔[صحیح ابن ماجه]

كَلَّآ إِنَّ كِتَٰبَ ٱلْفُجَّارِ لَفِى سِجِّينٍ ﴿٧﴾ وَمَآ أَدْرَىٰكَ مَا سِجِّينٌ ﴿٨﴾ كِتَٰبٌ مَّرْقُومٌ ﴿٩﴾ وَيْلٌ
يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿١٠﴾ ٱلَّذِينَ يُكَذِّبُونَ بِيَوْمِ ٱلدِّينِ ﴿١١﴾ وَمَا يُكَذِّبُ بِهِۦٓ إِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ ﴿١٢﴾
إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ ءَايَٰتُنَا قَالَ أَسَٰطِيرُ ٱلْأَوَّلِينَ ﴿١٣﴾ كَلَّا ۖ بَلْ ۜ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِم مَّا
كَانُوا۟ يَكْسِبُونَ ﴿١٤﴾ كَلَّآ إِنَّهُمْ عَن رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ ﴿١٥﴾ ثُمَّ إِنَّهُمْ لَصَالُوا۟
ٱلْجَحِيمِ ﴿١٦﴾ ثُمَّ يُقَالُ هَٰذَا ٱلَّذِى كُنتُم بِهِۦ تُكَذِّبُونَ ﴿١٧﴾

یقیناً بدکاروں کا نامہ اعمال سجین میں ہے ○ تجھے کس نے بتایا کہ سجین کیا چیز ہے؟ ○ یہ تو کتاب میں لکھا جا چکا ہے ○ اس دن جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہے ○ جو جزا سزا کے دن کو جھٹلا رہے ہیں ○ اسے صرف وہی جھٹلاتا ہے جو حد سے آگے نکل جانے والا اور گنہگار ہو ○ جب اس کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جائیں تو کہہ دے کہ یہ اگلوں کے افسانے ہیں ○ یوں نہیں بلکہ ان کے دلوں پر ان کے اعمال کی وجہ سے رنگ چڑھ گیا ہے ○ یہی نہیں یہ لوگ آج کے دن دیدار باری سے محروم ہیں ○ پھر یہ لوگ بالیقین جہنم میں پہنچنے والے ہیں ○ پھر کہہ دیا جائے گا کہ یہی ہے وہ جسے تم جھٹلاتے رہے ○

تکذیب کا بدلہ جہنم: مطلب یہ ہے کہ برے لوگوں کا ٹھکانا ﴿سجین﴾ ہے یہ لفظ "فِعِّيلٌ" کے وزن پر "سِجْنٌ" سے ماخوذ ہے۔ سجن کہتے ہیں لغتاً تنگی کو "فِسِّيقٌ شِرِّيبٌ خِمِّيرٌ سِكِّيرٌ" وغیرہ کی طرح یہ لفظ بھی ﴿سِجِّيْنٌ﴾ ہے۔ پھر اس کی مزید برائیاں بیان کرنے کیلئے فرمایا کہ تمہیں اس کی حقیقت معلوم نہیں وہ المناک اور ہمیشہ کے دکھ درد کی جگہ ہے۔ مروی ہے کہ یہ جگہ ساتوں زمینوں کے نیچے ہے۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی ایک مطول حدیث میں یہ گزر چکا ہے کہ کافر کی روح کے بارے میں جناب باری کا ارشاد ہوتا ہے کہ اس کی کتاب سجین میں لکھ لو [1] اور سجین ساتویں زمین کے نیچے ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ ساتویں زمین کے نیچے سبز رنگ کی ایک چٹان ہے اور کہا گیا ہے کہ جہنم میں ایک گڑھا ہے۔ ابن جریر کی ایک غریب منکر اور غیر صحیح حدیث میں ہے کہ 'فلق' جہنم کا ایک منہ بند کردہ کنواں ہے اور سجین کھلے منہ والا گڑھا ہے [2] صحیح بات یہ ہے کہ اس کے معنی ہیں تنگ جگہ جیل خانہ کے نیچے کی مخلوق میں تنگی ہے اور اوپر کی مخلوق میں کشادگی۔ آسمانوں میں ہر اوپر والا آسمان نیچے والے آسمان سے کشادہ ہے اور زمینوں میں ہر نیچے کی زمین اوپر کی زمین سے تنگ ہے یہاں تک کہ بالکل نیچے کی تہہ بہت تنگ ہے اور سب سے زیادہ تنگ جگہ ساتویں زمین کا وسطی مرکز ہے چونکہ کافروں کے لوٹنے کی جگہ جہنم ہے اور وہ سب سے نیچے ہے۔ اور جگہ ہے ﴿ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ ○ سَافِلِيْنَ إِلَّا الَّذِيْنَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ﴾ [3] یعنی ہم نے اسے پھر نیچوں کا نیچ کر دیا ہاں جو ایمان والے اور نیک اعمال والے ہیں' غرض سجین

---

(1) [صحیح : صحيح الجامع الصغير للألبانی (١٦٧٦) المشكاة (١٦٣٠) صحيح الترغيب (٢١٩/٣)]

(2) [ضعیف : تفسير ابن جرير الطبری (٣٦٦١٤)] اس کی سند میں شعیب بن صفوان ضعیف ہے۔]

(3) [سورة التين : آيت ٥-٦]

ایک تنگ اور تہہ کی جگہ ہے جیسے قرآن کریم نے اور جگہ فرمایا ہے ﴿ وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ﴾ (۱) جب وہ جہنم کی کسی تنگ جگہ میں ہاتھ پاؤں جکڑ کر ڈال دیئے جائیں گے تو وہاں موت ہی موت پکاریں گے۔ ﴿ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ﴾ یہ سجین کی تفسیر نہیں بلکہ یہ اس کی تفسیر ہے جو ان کیلئے لکھا جا چکا ہے کہ آخرش جہنم میں پہنچیں گے۔ ان کا یہ نتیجہ لکھا جا چکا ہے اور اس سے فراغت حاصل کر لی گئی ہے نہ اب اس میں کچھ زیادتی ہو نہ کمی' تو فرمایا ان کا انجام سجین ہونا ہماری کتاب میں پہلے سے ہی لکھا جا چکا ہے' ان جھٹلانے والوں کی اس دن خرابی ہوگی انہیں جہنم کا قید خانہ اور رسوائی والے المناک عذاب ہوں گے۔ ویل کی مکمل تفسیر اس سے پہلے گزر چکی ہے خلاصہ مطلب یہ ہے کہ ان کی ہلاکی و بربادی اور خرابی ہے جیسے کہا جاتا ہے "وَيْلٌ لِّفُلَان" مسند اور سنن کی حدیث میں ہے ویل ہے اس شخص کے لئے جو کوئی جھوٹی بات کہہ کر لوگوں کو ہنسانا چاہے اور اسے ویل ہے' اسے ویل ہے۔ (۲) پھر ان جھٹلانے والوں بدکار کافروں کی مزید تشریح کی اور فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو روز جزا کو نہیں مانتے اسے خلاف عقل کہہ کر اس کے واقع ہونے کو محال جانتے ہیں پھر فرمایا کہ قیامت کا جھٹلانا انہی لوگوں کا کام ہے جو اپنے کاموں میں حد سے بڑھ جائیں' حرام کام کرنے لگیں یا ناجائز کاموں میں حد سے بڑھ جائیں' اسی طرح اپنے اقوال میں گنہگار ہوں' جھوٹ بولیں' وعدہ خلافی کریں' گالیاں بکیں وغیرہ۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ ہماری آیتوں کو سن کر انہیں جھٹلاتے ہیں بدگمانی کرتے ہیں اور کہہ گزرتے ہیں کہ پہلی کتابوں سے کچھ اکٹھا کر لیا ہے۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ مَّاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴾ (۳) جب انہیں کہا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا کچھ نازل فرمایا تو کہتے ہیں اگلوں کے افسانے ہیں' اور جگہ ہے ﴿ وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴾ (۴) یعنی یہ کہتے ہیں کہ اگلوں کے قصے ہیں جو اسے صبح شام لکھوائے جا رہے ہیں' اللہ تعالیٰ انہیں جواب میں فرماتا ہے کہ واقعہ ان کے قول اور ان کے خیال کے مطابق نہیں بلکہ دراصل یہ قرآن کلام الٰہی ہے۔ اس کی وحی ہے جو اس نے اپنے بندے پر نازل کی ہے' ہاں ان کے دلوں پر ان کے بداعمال نے پردے ڈال دیئے ہیں' گناہوں اور خطاؤں کی کثرت نے ان کے دلوں کو زنگ آلود کر دیا ہے۔ کافروں کے دلوں پر رین ہوتا ہے اور نیک کار لوگوں کے دلوں پر غیم ہوتا ہے۔ ترمذی' نسائی' ابن ماجہ وغیرہ میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ بندہ جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نکتہ ہو جاتا ہے اگر توبہ کر لیتا ہے تو اس کی صفائی ہو جاتی ہے اور اگر اور گناہ کرتا ہے تو وہ سیاہی پھیلتی جاتی ہے اسی کا بیان ﴿ كَلَّا

---

(۱) [سورة الفرقان : آیت ۱۳]

(۲) [حسن : ابو داؤد : کتاب الادب : باب التشدید فی الکذب (۴۹۹۰) ترمذی : کتاب الزھد : باب فیمن تکلم بکلمة یضحك بها الناس (۲۳۱۵) مسند احمد (۵/۲-۳)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ شیخ البانیؒ نے بھی اسے حسن کہا ہے۔ [صحیح ابوداود (۴۱۷۵) غایة المرام (۳۷۶)] شیخ عبدالرزاق مہدی بھی اسے حسن کہتے ہیں۔]

(۳) [سورة النحل : آیت ۲۴] (۴) [سورة الفرقان : آیت ۵]

﴿بَلْ رَانَ﴾ میں ہے۔[1] نسائی کے الفاظ میں کچھ اختلاف بھی ہے۔ مسند احمد میں بھی یہ حدیث ہے۔[2] حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ گناہوں پر گناہ کرنے سے دل اندھا ہو جاتا ہے اور پھر مر جاتا ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ لوگ ان عذابوں میں مبتلا ہو کر دیدار باری سے بھی محروم اور محجوب کر دیئے جائیں گے۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس آیت میں دلیل ہے کہ مومن قیامت کے دن دیدار باری تعالیٰ سے مشرف ہوں گے۔

امام صاحب کا یہ فرمان بالکل درست ہے اور آیت کا صاف مفہوم یہی ہے اور دوسری جگہ کھلے الفاظ میں بھی یہ بیان موجود ہے۔ فرمان ہے ﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ○ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾[3] یعنی اس دن بہت سے چہرے تر و تازہ ہوں گے اور اپنے رب کو دیکھ رہے ہوں گے، صحیح اور متواتر احادیث سے بھی یہی ثابت ہے کہ ایماندار قیامت والے دن اپنے رب عزوجل کو اپنی آنکھوں سے قیامت کے میدان میں اور جنت کے نفیس باغیچوں میں دیکھیں گے۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حجاب ہٹ جائیں گے اور مومن اپنے رب کو دیکھیں گے اور کافر۔ پھر کافر کو پردوں کے پیچھے کر دیا جائے گا البتہ مومن ہر صبح و شام پروردگار کا دیدار حاصل کریں گے، یا اسی جیسا اور کلام ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ برے لوگ نہ صرف دیدار الٰہی سے ہی محروم رہیں گے بلکہ یہ لوگ جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے اور انہیں حقارت ذلت اور ڈانٹ ڈپٹ کے طور پر غصہ کے ساتھ کہا جائے گا یہی ہے وہ جسے تم جھٹلاتے رہے۔

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ ﴿۱۸﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ﴿۱۹﴾ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ﴿۲۰﴾ يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۲۱﴾ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ﴿۲۲﴾ عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ﴿۲۳﴾ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ ﴿۲۴﴾ يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ ﴿۲۵﴾ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ ۭ وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ ﴿۲۷﴾ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۲۸﴾

یقیناً یقیناً نیک کاروں کا نامہ اعمال علیین میں ہے ○ تجھے کس نے بتایا کہ علیین کیا ہے؟ ○ کتاب میں لکھا جا چکا ہے ○ اس کے پاس مقرب فرشتے حاضر ہوتے ہیں ○ نیک لوگ بڑی نعمتوں میں ہیں ○ مسہریوں پر بیٹھے دیکھ رہے ہیں ○ تو ان کے چہروں سے ہی نعمت کی تر و تازگی پہچان لے گا ○ یہ لوگ سراسر خالص شراب پلائے جائیں گے ○ جس پر مشک کی مہر ہوگی ○ رغبت کرنے والوں کو اسی کی رغبت کرنی چاہیے ○ اس کی آمیزش تسنیم کی ہوگی ○ یعنی وہ چشمہ جس کا پانی مقرب لوگ پئیں گے ○

---

[1] [حسن : ترمذی : کتاب التفسیر : باب ومن سورة ويل للمطففين (۳۳۳٤) ابن ماجه : کتاب الزهد : باب ذكر الذنوب (٤٢٤٤) نسائی فی التفسیر (٦٧٨) وفی السنن (٤١٨) تفسیر ابن جرير الطبری (٣٦٦٢٣)] شیخ البانیؒ اسے حسن کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی ، التعلیق الرغیب (٢/٢٦٨)] شیخ عبدالرزاق مہدی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اسے حسن کہتے ہیں۔]

[2] [اسنادہ قوی : مسند احمد (٢/٢٩٧)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند قوی ہے۔ [الموسوعة الحديثية (٧٩٥٢)] شیخ عبدالرزاق مہدی اور حافظ زبیر علی زئی نے اسے حسن کہا ہے۔]

[3] [سورة القيامه : آیت ۲۲_۲۳]

نیکوں کے لیے نعمتوں والا مقام: بدکاروں کا حشر بیان کرنے کے بعد اب نیک لوگوں کا بیان ہو رہا ہے کہ ان کا ٹھکانا ﴿ عِلِّيِّيْنَ ﴾ ہے جو کہ ﴿ سِجِّيْنٍ ﴾ کے بالکل برعکس ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے سجین کا سوال کیا تو فرمایا کہ وہ ساتویں زمین ہے اور اس میں کافروں کی روحیں ہیں اور علیین کے سوال کے جواب میں فرمایا یہ ساتواں آسمان ہے اور اس میں مومنوں کی روحیں ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مراد اس سے جنت ہے۔ عوفی رحمہ اللہ آپ سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے اعمال اللہ کے نزدیک آسمان میں ہیں۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ عرش کا داہنا پایہ ہے اور لوگ کہتے ہیں یہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ لفظ علو یعنی بلندی سے ماخوذ ہے۔ جس قدر کوئی چیز اونچی اور بلند ہو گی اس قدر بڑی اور کشادہ ہو گی اس لئے اس کی عظمت و بزرگی کے اظہار کیلئے فرمایا تمہیں اس کی حقیقت معلوم ہی نہیں' پھر اس کی تاکید کی کہ یہ یقینی چیز ہے کتاب میں لکھی جا چکی ہے کہ یہ لوگ علیین میں جائیں گے۔ جس کے پاس ہر آسمان کے مقرب فرشتے جاتے ہیں' پھر فرمایا کہ قیامت کے دن یہ نیکوکار دائمی رہنے والی نعمتوں اور باغات میں ہوں گے' اور اللہ تعالیٰ کے عام فضل و کرم ان پر بارش کی طرح برس رہے ہوں گے' یہ مسہریوں پر بیٹھے ہوئے ہوں گے اپنے ملک و مال' نعمتوں' راحتوں' عزت و جاہ' مال و متاع کو دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہے ہوں گے یہ خیر و فضل یہ نعمت و رحمت نہ کبھی کم ہو' نہ گھٹے' نہ مٹے اور یہ بھی معنی ہیں کہ اپنی آرام گاہوں میں تخت سلطنت پر بیٹھے دیدار الٰہ سے مشرف ہوتے رہیں گے' تو گویا کہ فاجروں کے بالکل برعکس ہوں گے۔ ان پر دیدار باری حرام تھا ان کیلئے ہر وقت اجازت ہے جیسے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے جو پہلے بیان ہو چکی ہے کہ سب سے نیچے درجے کا جنتی اپنے ملک اور ملکیت کو ہزار سال کی راہ تک دیکھے گا اور سب سے آخری چیزیں اس طرح اس کی نظروں کے سامنے ہوں گی جس طرح سب سے اول چیز۔ اور اعلیٰ درجہ کے جنتی تو دن بھر دو دو مرتبہ دیدار باری کی نعمت سے اپنے دل کو مسرور اور اپنی آنکھوں کو پرنور کریں گے [1] اگر ان کے چہرے پر کوئی نظر ڈالے تو بیک نگاہ آسودگی اور خوش حالی جاہ و حشمت' شوکت و سطوت' خوشی و سرور بہشت و نور دیکھ کر ان کا مرتبہ تاڑے اور سمجھ لے کہ راحت و آرام میں خوش و خرم ہیں' جنتی شراب کا دور چلتا رہتا ہے۔ رحیق جنت کی ایک قسم کی شراب ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو کسی پیاسے مسلمان کو پانی پلائے' اللہ تعالیٰ اسے رحیق مختوم پلائے گا یعنی جنت کی مہر والی شراب اور جو کسی بھوکے مسلمان کو کھانا کھلائے اسے اللہ تعالیٰ جنت کے میوے کھلائے گا اور جو کسی ننگے مسلمان کو کپڑا پہنائے اللہ تعالیٰ اسے جنتی سبز ریشم کے جوڑے پہنائے گا (مسند احمد) [2] ختام کے معنی

---

[1] [**ضعیف** : ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب و من سورة القیامة (۳۳۳۰)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی ، السلسلة الضعیفه (۱۹۸۵)]

[2] [**ضعیف** : ترمذی : کتاب صفة القیامة الرقائق والورع : باب فی ثواب الاطعام والسقی وامکسو (۲۴۴۹) ابوداود (۱۶۸۲) مسند احمد (۱۳/۳)] شیخ البانی رحمہ اللہ اسے ضعیف کہتے ہیں۔ [ضعیف ابوداود ، ضعیف ترمذی ، المشکاۃ (۱۹۱۳)] اس میں عطیہ عوفی ضعیف ہے۔ شیخ عبدالرزاق مہدی، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔]

ملونی اور آمیزش کے ہیں۔ اسے اللہ نے پاک صاف کر دیا ہے اور مشک کی مہر لگادی ہے۔ یہ بھی معنی ہیں کہ انجام اس کا مشک ہے یعنی کوئی بدبو نہیں بلکہ مشک کی سی خوشبو چاندی کی طرح سفید رنگ شراب ہے جس قدر مہر لگے گی یا ملاوٹ ہوگی اس قدر خوشبو والی ہے کہ اگر کسی اہل دنیا کی انگلی اس میں تر ہو جائے پھر چاہے اسی وقت اسے وہ نکال لے لیکن تمام دنیا اس کی خوشبو سے مہک جائے اور ختام کے معنی خوشبو کے بھی کئے گئے ہیں' پھر فرماتا ہے کہ حرص کرنے والے' فخر و مباہات کرنے والے' کثرت اور سبقت کرنے والوں کو چاہیئے کہ اس کی طرف تمام تر توجہ کریں جیسے اور جگہ ہے ﴿لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ﴾ [1] ایسی چیزوں کیلئے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہئے' تسنیم جنت کی بہترین شراب کا نام ہے یہ ایک نہر ہے جس سے سابقین لوگ تو برابر پیا کرتے ہیں اور داہنے ہاتھ والے اپنی شراب رحیق میں ملا کر پیتے ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ ﴿٢٩﴾ وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ ﴿٣٠﴾
وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ ﴿٣١﴾ وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْٓا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ ﴿٣٢﴾ وَمَآ
اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ ﴿٣٣﴾ فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ ﴿٣٤﴾ عَلَى الْاَرَآئِكِ
يَنْظُرُوْنَ ﴿٣٥﴾ هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿٣٦﴾ ع

گنہگار لوگ ایمانداروں کی ہنسی اڑایا کرتے تھے ○ ان کے پاس سے گزرتے ہوئے اشاروں کنایوں سے ان کی حقارت کرتے تھے ○ اور جب اپنے والوں کی طرف لوٹتے تو دل لگیاں کرتے تھے ○ اور جب انہیں دیکھتے تو کہتے یقیناً یہ لوگ بے راہ ہیں ○ یہ ان پر پاسبان بنا کر تو نہیں بھیجے گئے ○ پس آج ایماندار ان کافروں پر ہنسیں گے ○ تختوں پر بیٹھے دیکھ رہے ہوں گے ○ کہ اب ان منکروں نے جیسا یہ کرتے تھے بھر پایا ○

روز قیامت نافرمانوں کی رسوائی: یعنی دنیا میں تو ان کافروں کی خوب بن آئی تھی ایمان داروں کا مذاق اڑاتے رہے' چلتے پھرتے آوازے کستے رہے اور حقارت و تذلیل کرتے رہے اور اپنے والوں میں جا کر خوب باتیں بناتے تھے جو چاہتے تھے پاتے تھے لیکن شکر تو کہاں اور کفر پر آمادہ ہو کر مسلمانوں کی ایذا رسانی کے درپے ہو جاتے تھے اور چونکہ مسلمان ان کی مانتے نہ تھے تو یہ انہیں گمراہ کہا کرتے تھے' اللہ فرماتا ہے کچھ یہ لوگ محافظ بنا کر تو نہیں بھیجے گئے انہیں مومنوں کی کیا پڑی' کیوں ہر وقت ان کے پیچھے پڑے ہیں اور ان کے اعمال افعال کی دیکھ بھال رکھتے ہیں اور طعنہ آمیز باتیں بناتے رہتے ہیں؟ جیسے اور جگہ ہے ﴿اِخْسَئُوْا فِيْهَا﴾ [2] الخ' یعنی اس جہنم میں پڑے جھلستے رہو مجھ سے باتیں نہ کرو میرے بعض خاص بندے کہتے تھے کہ اے ہمارے پروردگار ہم ایمان لائے تو ہمیں بخش اور ہم پر رحم کر تو سب سے بڑا رحم و کرم کرنے والا ہے تو تم نے انہیں مذاق میں اڑایا اور اس قدر غافل

---

[1] [سورہ الصافات : آیت ٦١]

[2] [سورۃ المؤمنون : آیت ١٠٨ـ١١١]

ہوئے کہ میری یاد بھلا بیٹھے اوران سے ہنسی مذاق کرنے لگے۔ دیکھو آج میں نے انہیں ان کے صبر کا یہ بدلا دیا ہے کہ وہ ہر طرح کامیاب ہیں۔ یہاں بھی اس کے بعد ارشاد فرماتا ہے کہ آج قیامت کے دن ایماندار ان بدکاروں پر ہنس رہے ہیں اور تختوں پر بیٹھے اپنے اللہ کو دیکھ رہے ہیں جو اس کا صاف ثبوت ہے کہ یہ گمراہ نہ تھے گو تم انہیں گم کردہ راہ کہا کرتے تھے بلکہ یہ دراصل اولیاء اللہ تھے مقربین اللہ تھے اسی لئے آج اللہ کا دیدار ان کی نگاہوں کے سامنے ہے یہ اللہ کے مہمان ہیں اوراس کے بزرگی والے گھر میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ جیسا کچھ ان کافروں نے مسلمانوں کے ساتھ دنیا میں کیا تھا اس کا پورا پورا بدلہ انہیں آخرت میں مل گیا یا نہیں؟ ان کے مذاق کے بدلے آج ان کی ہنسی اڑائی۔ یہ ان کا مرتبہ گھٹاتے تھے' اللہ نے ان کا مرتبہ بڑھایا۔ غرض پورا پورا اتمام وکمال بدلہ دے دیا گیا۔ الحمدللہ سورۂ مطففین کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۃ الانشقاق

موطا امام مالک میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور اس میں ﴿اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ﴾ الخ کی سورت پڑھی اور سجدہ کیا اور فارغ ہو کر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کے پڑھتے ہوئے سجدہ کیا تھا' یہ حدیث مسلم اور نسائی میں بھی ہے۔ (1)

بخاری میں ہے حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے عشاء کی نماز پڑھی آپ نے اس میں ﴿اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ﴾ کی تلاوت کی اور سجدہ کیا میں نے پوچھا تو جواب دیا میں نے ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سجدہ کیا ہے (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس سورت کو نماز میں پڑھا اور آیت سجدہ پر سجدہ کیا اور مقتدیوں نے بھی سجدہ کیا) پس میں تو جب تک آپ سے ملوں گا (اس موقعہ پر) سجدہ کرتا رہوں گا (یعنی مرتے دم تک) اس حدیث کی سندیں اور بھی ہیں' اور صحیح مسلم شریف اور سنن میں مروی ہے (2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سورہ ﴿اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ﴾ میں اور سورۂ ﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ﴾ میں سجدہ کیا۔ (3)

---

(1) [صحیح : صحیح مسلم : کتاب المساجد : باب سجود التلاوۃ (۵۷۸) نسائی (۹۶۲)]

(2) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الاذان : باب الجهر فی العشاء (۷٦٦) ، (۱۰۷۸) صحیح مسلم : کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ : باب سجود التلاوۃ (۵۷۸) ابوداؤد (۱٤۰۸)]

(3) [صحیح : صحیح مسلم : کتاب المساجد : باب سجود التلاوۃ (۵۷۸) ترمذی : کتاب الصلاۃ : باب ما جاء فی السجدۃ فی اقرا باسم ربك الذی خلق (۵۷۳) ابن ماجه : کتاب اقامة الصلاۃ والسنة فیها : باب عدد سجود القرآن (۱۰۵۸) نسائی : کتاب الافتتاح : باب السجود فی اقرا باسم ربك الذی خلق (۹٦٦) ابو داؤد : کتاب الصلاۃ : باب السجود فی اذا اسماء انشقت واقرا (۱٤۰۷)]

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِذَا السَّمَآءُ انۡشَقَّتۡ ۙ﴿۱﴾ وَ اَذِنَتۡ لِرَبِّہَا وَ حُقَّتۡ ۙ﴿۲﴾ وَ اِذَا الۡاَرۡضُ مُدَّتۡ ۙ﴿۳﴾ وَ اَلۡقَتۡ مَا فِیۡہَا
وَ تَخَلَّتۡ ۙ﴿۴﴾ وَ اَذِنَتۡ لِرَبِّہَا وَ حُقَّتۡ ؕ﴿۵﴾ یٰۤاَیُّہَا الۡاِنۡسَانُ اِنَّکَ کَادِحٌ اِلٰی رَبِّکَ کَدۡحًا
فَمُلٰقِیۡہِ ۚ﴿۶﴾ فَاَمَّا مَنۡ اُوۡتِیَ کِتٰبَہٗ بِیَمِیۡنِہٖ ۙ﴿۷﴾ فَسَوۡفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیۡرًا ۙ﴿۸﴾
وَّ یَنۡقَلِبُ اِلٰۤی اَہۡلِہٖ مَسۡرُوۡرًا ؕ﴿۹﴾ وَ اَمَّا مَنۡ اُوۡتِیَ کِتٰبَہٗ وَرَآءَ ظَہۡرِہٖ ۙ﴿۱۰﴾ فَسَوۡفَ یَدۡعُوۡا
ثُبُوۡرًا ۙ﴿۱۱﴾ وَّ یَصۡلٰی سَعِیۡرًا ؕ﴿۱۲﴾ اِنَّہٗ کَانَ فِیۡۤ اَہۡلِہٖ مَسۡرُوۡرًا ؕ﴿۱۳﴾ اِنَّہٗ ظَنَّ اَنۡ لَّنۡ یَّحُوۡرَ ۚ﴿ۛ۱۴﴾ معانقہ
بَلٰۤی ۚۛ اِنَّ رَبَّہٗ کَانَ بِہٖ بَصِیۡرًا ﴿ؕ۱۵﴾

اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والے کے نام سے شروع

جب آسمان پھٹ جائے ○ اور اپنے رب کے حکم پر کان لگائے اور اسی کے لائق وہ ہے ○ اور جب زمین کھینچ کر پھیلا دی جائے ○ اور زمین میں جو ہے اسے وہ اگل دے اور خالی ہو جائے ○ اور اپنے رب کے حکم پر کان لگائے اور اس کے لائق یہی ہے ○ اے انسان تو اپنے رب سے ملنے تک یہ کوشش اور تمام کام کر کے اس سے ملاقات کرنے والا ہے ○ جس شخص کے داہنے ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جائے ○ اس کا حساب تو بڑی آسانی سے لیا جائے گا ○ اور وہ اپنے والوں کی طرف ہنسی خوشی لوٹ آئے گا ○ ہاں جس شخص کا اعمال نامہ اس کی پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گا ○ تو وہ موت بلانے لگے گا ○ اور بھڑکتی ہوئی جہنم میں داخل ہو گا ○ یہ شخص اپنے متعلقین میں خوش تھا ○ اس کا خیال تھا کہ اللہ کی طرف لوٹ کر نہ جائے گا ○ ہاں ہاں اس کا رب اسے بخوبی دیکھ رہا ہے ○

روزِ قیامت آسمان وزمین کی تباہی: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قیامت کے دن آسمان پھٹ جائے گا۔ وہ اپنے رب کے حکم پر کار بند ہونے کیلئے اپنے کان لگائے ہوئے ہوگا‘ پھٹنے کا حکم پاتے ہی پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا اسے بھی چاہئے کہ امر اللہ بجا لائے اس لئے کہ یہ اللہ کا حکم ہے جسے کوئی روک نہیں سکتا جس سے بڑا اور کوئی نہیں جو سب پر غالب ہے اس پر غالب کوئی نہیں‘ ہر چیز اس کے سامنے پست ولاچار ہے‘ بے بس ومجبور ہے اور زمین پھیلا دی جائے گی‘ بچھا دی جائے گی اور کشادہ کر دی جائے گی۔ حدیث میں ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہر زمین کو چمڑے کی طرح کھینچ لے گا یہاں تک کہ ہر انسان کو صرف دو قدم ٹکانے کی جگہ ملے گی سب سے پہلے مجھے لایا جائے گا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے دائیں جانب ہوں گے اللہ کی قسم اس سے پہلے اس نے کبھی اسے نہیں دیکھا تو میں کہوں گا اللہ جبرائیل علیہ السلام نے مجھ سے کہا تھا کہ یہ تیرے بھیجے ہوئے میرے پاس آتے ہیں‘ اللہ فرمائے گا سچ کہا‘ تو میں کہوں گا اللہ پھر مجھے شفاعت کی اجازت ہو چنانچہ مقام محمود میں کھڑا ہو کر میں شفاعت کروں گا اور کہوں گا کہ اللہ تیرے ان بندوں نے زمین کے گوشے گوشے پر تیری عبادت کی ہے (ابن جریر) [1] پھر فرماتا ہے کہ زمین

---

[1] [مرسل: تفسیر ابن جریر الطبری (۳۶۷۲۵)]

اپنے اندر کے کل مردے اگل دے گی اور خالی ہو جائے گی' یہ بھی رب کے فرمان کی منتظر ہو گی اور اسے بھی یہی لائق ہے' پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اے انسان تو کوشش کرتا رہے گا اور اپنے رب کی طرف آگے بڑھتا رہے گا اعمال کرتا رہے گا یہاں تک کہ ایک دن اس سے مل جائے گا اور اس کے سامنے کھڑا ہو گا اور اپنے اعمال اور اپنی سعی وکوشش کو اپنے سامنے دیکھ لے گا' ابوداؤد طیالسی میں ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جی لے جب تک چاہے بالآخر موت آنے والی ہے۔ جس سے چاہ دل بستگی پیدا کر لے ایک دن اس سے جدائی ہونی ہے' جو چاہے عمل کر لے ایک دن اس کی ملاقات ہونے والی ہے [1] ﴿ ملاقيه ﴾ کی ضمیر کا مرجع بعض نے لفظ رب کو بھی بتایا ہے تو معنی یہ ہوں گے کہ اللہ سے تیری ملاقات ہونے والی ہے وہ تجھے تیرے کل اعمال کا بدلہ دے گا اور تیری تمام کوشش وسعی کا پھل تجھے عطا فرمائے گا' دونوں ہی باتیں آپس میں ایک دوسری کو لازم وملزوم ہیں' قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اے ابن آدم! تو کوشش کرنے والا ہے لیکن اپنی کوشش میں کمزور ہے۔ جس سے یہ ہو سکے کہ اپنی تمام تر سعی وکوشش نیکیوں کی کرے تو وہ کر لے دراصل نیکی کی قدرت اور برائیوں سے بچنے کی طاقت بجز امداد الٰہی حاصل نہیں ہو سکتی۔

پھر فرمایا جس کے داہنے ہاتھ میں اس کا اعمال نامہ مل جائے گا اس کا حساب سختی کے بغیر نہایت آسانی سے ہو گا اس کے چھوٹے اعمال معاف بھی ہو جائیں گے اور جس سے اس کے تمام اعمال کا حساب لیا جائے گا وہ ہلاکت سے نہ بچے گا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس سے حساب کا مناقشہ ہو گا وہ تباہ ہو گا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا قرآن میں تو ہے کہ نیک لوگوں کا بھی حساب ہو گا ﴿فَسَوۡفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيۡرًا﴾ آپ نے فرمایا دراصل یہ وہ حساب نہیں یہ تو صرف پیشی ہے جس سے حساب میں پوچھ گچھ ہو گی وہ برباد ہو گا (مسند احمد) [2] دوسری روایت میں یہ بیان فرماتے ہوئے آپ نے اپنی انگلی اپنے ہاتھ پر رکھ کر جس طرح کوئی چیز کریدتے ہوں اس طرح اسے ہلا جلا کر بتایا مطلب یہ ہے کہ جس سے باز پرس اور کرید ہو گی وہ عذاب سے بچ نہیں سکتا [3] خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جس سے باقاعدہ حساب ہو گا وہ تو بے عذاب پائے نہیں رہ سکتا' اور حساب یسیر سے مراد صرف پیشی ہے۔ حالانکہ اللہ خوب دیکھتا رہتا ہے' حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ نماز میں یہ دعا مانگ رہے تھے ﴿اَللّٰهُمَّ حَاسِبۡنِیۡ حِسَابًا يَّسِيۡرًا﴾ جب آپ فارغ ہوئے تو میں نے پوچھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ آسان حساب کیا ہے؟ فرمایا صرف نامہ اعمال پر

---

[1] [حسن : مسند طيالسي (١٧٥٥) بيهقي في شعب الايمان (١٠٠٤٠)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے حسن کہا ہے۔ [صحيح الجامع الصغير (٤٣٥٥)]

[2] [صحيح : صحيح بخاري : كتاب التفسير : باب فسوف يحاسب حسابا يسيرا (٤٩٣٩) صحيح مسلم : كتاب الجنة : باب اثبات الحساب (٢٨٧٦) ترمذي : كتاب التفسير : باب ومن سورة اذا السماء انشقت (٣٣٣٧) مسند احمد (١٢٧/٦)]

[3] [ضعيف : اس میں سفیان بن وکیع ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

نظر ڈال لی جائے گی اور کہہ دیا جائے گا کہ جاؤ ہم نے درگزر کیا لیکن اے عائشہ رضی اللہ عنہا! جس سے اللہ حساب لینے پر آئے گا وہ ہلاک ہوگا (مسند احمد) [1] غرض جس کے دائیں ہاتھ میں نامہ اعمال آئے گا وہ اللہ کے سامنے پیش ہوتے ہی چھٹی پا جائے گا اور اپنے والوں کی طرف خوش خوش جنت میں واپس آئے گا' طبرانی میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تم لوگ اعمال کر رہے ہو اور حقیقت کا علم کسی کو نہیں عنقریب وہ وقت آنے والا ہے کہ تم اپنے اعمال کو پہچان لو گے بعض وہ لوگ ہوں گے جو ہنسی خوشی اپنوں سے آملیں گے اور بعض ایسے ہوں گے کہ رنجیدہ افسردہ اور ناخوش واپس آئیں گے' اور جسے پیٹھ پیچھے بائیں ہاتھ میں ہاتھ موڑ کر نامہ اعمال دیا جائے گا وہ نقصان اور گھاٹے کی پکار پکارے گا' ہلاکت اور موت کو بلائے گا اور جہنم میں جائے گا' دنیا میں خوب ہشاش بشاش تھا' بے فکری سے مزے کر رہا تھا آخرت کا خوف عاقبت کا اندیشہ مطلق نہ تھا اب اس کو غم' رنج' یاس محرومی ورنجیدگی اور افسردگی نے ہر طرف سے گھیر لیا' یہ سمجھ رہا تھا کہ موت کے بعد زندگی نہیں۔ اسے یقین نہ تھا کہ لوٹ کر اللہ کے پاس بھی جانا ہے' پھر فرماتا ہے کہ ہاں ہاں اسے اللہ ضرور دوبارہ زندہ کر دے گا جیسے کہ اس نے پہلی مرتبہ پیدا کیا پھر اس کے نیک و بد اعمال کی جزاوسزا دے گا' بندوں کے اعمال واحوال کی اسے اطلاع ہے اور وہ انہیں دیکھ رہا ہے۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ﴿۱۶﴾ وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ﴿۱۷﴾ وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ﴿۱۸﴾ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ
طَبَقٍ ﴿۱۹﴾ فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ ﴿۲۱﴾ بَلِ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ ﴿۲۳﴾ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۴﴾ اِلَّا
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ﴿۲۵﴾ ع

مجھے شفق کی قسم ہے ○ اور رات کی اور اس کی جمع کردہ چیزوں کی قسم ○ اور پورے چاند کی قسم ○ یقیناً تم ایک حالت سے دوسری حالت میں پہنچو گے ○ انہیں کیا ہو گیا کہ ایمان نہیں لاتے ○ اور جب ان کے پاس قرآن پڑھا جاتا ہے تو سجدہ نہیں کرتے ○ بلکہ یہ کفار جھوٹا سمجھتے ہیں ○ اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ یہ دلوں میں رکھتے ہیں ○ انہیں المناک عذابوں کی خبر پہنچا دو ○ ہاں ایمان والوں اور نیک اعمال والوں کو بیشمار اور نہ ختم ہونے والا نیک بدلہ ہے ○

شفق کی قسم: شفق سے مراد وہ سرخی ہے جو غروب آفتاب کے بعد آسمان کے مغربی کناروں پر ظاہر ہوتی ہے حضرت علی' حضرت ابن عباس' حضرت عبادہ بن صامت' حضرت ابو ہریرہ' حضرت شداد بن اوس' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم محمد بن علی بن حسین' مکحول' بکر بن عبداللہ مزنی' بکیر بن اشج' مالک' بن ابی ذئب' عبدالعزیز بن ابو سلمہ ماجشون رحمہم اللہ یہی فرماتے ہیں کہ شفق اس سرخی کو کہتے ہیں' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہے کہ مراد سفیدی ہے' پس شفق

---

[1] [صحیح دون الجملة : مسند احمد (٦/٤٨) مستدرك حاكم (١/٥٧) ابن حبان (٧٣٧٢) تفسیر ابن جریر الطبری (٣٦٧٣٣)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ یہ روایت صحیح ہے سوائے اس جملے ﴿ سمعت النبی یقول فی صلاته : اللهم حاسبنی حسابا یسیرا ﴾ کے۔ یہ الفاظ بیان کرنے میں ابن اسحاق راوی منفرد ہے۔[الموسوعة الحدیثیة (٢٤٢١٥)] حافظ زبیر علی زئی نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔]

کناروں کی سرخی کو کہتے ہیں وہ طلوع سے پہلے ہو یا غروب کے بعد اور اہل سنت کے نزدیک مشہور یہی ہے' خلیل کہتے ہیں عشاء کے وقت تک یہ شفق باقی رہتی ہے' جوہری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ سورج غروب ہونے کے بعد جو سرخی اور روشنی باقی رہتی ہے اسے شفق کہتے ہیں یہ اول رات سے عشاء کے وقت تک رہتی ہے' عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں مغرب سے لے کر عشاء تک' صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ مغرب کا وقت شفق غائب ہونے تک ہے۔ [1]

مجاہد رحمہ اللہ سے البتہ یہ مروی ہے کہ اس سے مراد سارا دن ہے اور ایک روایت میں ہے کہ مراد سورج ہے' غالباً اس مطلب کی وجہ اس کے بعد کا جملہ ہے تو گویا روشنی اور اندھیرے کی قسم کھائی' امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں دن کے جانے اور رات کے آنے کی قسم ہے۔ اوروں نے کہا ہے سفیدی اور سرخی کا نام شفق ہے اور قول ہے کہ یہ لفظ ان دونوں مختلف معنوں میں بولا جاتا ہے' وسق کے معنی ہیں کہ جمع کیا یعنی رات کے ستاروں اور رات کے جانوروں کی قسم' اسی طرح رات کے اندھیرے میں تمام چیزوں کا اپنی اپنی جگہ چلے جانا۔ اور چاند کی قسم جبکہ وہ پورا ہو جائے بھر پور ہو جائے' اور پوری روشنی والا بن جائے ﴿لَتَرْكَبُنَّ﴾ الخ' کی تفسیر بخاری میں مرفوع حدیث سے مروی ہے کہ ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف چڑھتے چلے جاؤ گے [2] حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو سال آئے گا وہ اپنے پہلے سے زیادہ برا ہوگا میں نے اسی طرح تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے [3] اس حدیث کے اور اوپر والی حدیث کے الفاظ بالکل یکساں ہیں' بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مرفوع حدیث ہے۔ (واللہ اعلم) اور یہ مطلب بھی اس حدیث کا بیان کیا گیا ہے کہ اس سے مراد ذات نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے' اور اس کی تائید حضرت عمر' ابن مسعود' ابن عباس رضی اللہ عنہم اور عام اہل مکہ اور اہل کوفہ کی قراءت سے بھی ہوتی ہے' ان کی قراءت ﴿لَتَرْكَبَنَّ﴾ شعبی کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تم ایک آسمان کے بعد دوسرے آسمان پر چڑھو گے' مراد اس سے معراج ہے' یعنی منزل بمنزل چڑھتے چلے جاؤ گے' سدی رحمہ اللہ کہتے ہیں مراد یہ ہے کہ اپنے اپنے اعمال کے مطابق منزلیں طے کرو گے' جیسے حدیث میں ہے کہ تم اپنے سے اگلوں کے طریقوں پر چلو گے بالکل برابر برابر یہاں تک کہ ان میں سے کوئی گوہ کے سوراخ میں داخل ہوا ہو تو تم بھی یہی کرو گے' لوگوں نے کہا اگلوں سے مراد آپ کی کیا یہود و نصرانی ہیں؟ آپ نے فرمایا پھر اور کون؟ [4] حضرت مکحول رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہر بیس سال کے بعد تم کسی نہ کسی ایسے کام کی ایجاد کرو گے جو اس سے پہلے نہ تھا' عبداللہ فرماتے ہیں آسمان پھٹے گا پھر سرخ رنگ ہو جائے گا پھر بھی رنگ بدلتے چلے جائیں گے' ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کبھی تو آسمان دھواں بن جائے گا پھر پھٹ جائے گا۔ حضرت سعید بن جبیر

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب المساجد : باب اوقات الصلاۃ الخمس (٦١٢)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب لترکبن طبقا عن طبق (٤٩٤٠)]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الفتن : باب لا یاتی زمان الا الذی بعدہ شر منہ (٧٠٦٨) ترمذی : کتاب الفتن (٢٢٠٦) مسند احمد (٣/١٧٩)]

[4] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الاعتصام : باب قول النبی لتتبعن سنن من کان قبلکم (٧٣٢٠) صحیح مسلم : کتاب العلم : باب اتباع سنن الیہود والنصاری (٢٦٦٩)]

ﷺ فرماتے ہیں یعنی بہت سے لوگ جو دنیا میں پست و ذلیل تھے آخرت میں بلند و ذی عزت بن جائیں گے اور بہت سے لوگ جو دنیا میں مرتبے اور عزت والے تھے وہ آخرت میں ذلیل و نامراد ہو جائیں گے' عکرمہ رحمہ اللہ یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ پہلے دودھ پیتے تھے پھر غذا کھانے لگے۔ پہلے جوان تھے پھر بوڑھے ہوئے۔ حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں نرمی کے بعد سختی' سختی کے بعد نرمی' امیری کے بعد فقیری' فقیری کے بعد امیری' صحت کے بعد بیماری' بیماری کے بعد تندرستی' ایک مرفوع حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ابن آدم غفلت میں ہے وہ پرواہ نہیں کرتا کہ کس لئے پیدا کیا گیا ہے' اللہ تعالیٰ جب کسی کو پیدا کرنا چاہتا ہے تو فرشتے سے کہتا ہے اس کی روزی' اس کی اجل' اس کی زندگی' اس کا بد یا نیک ہونا لکھ لے پھر وہ فارغ ہو کر چلا جاتا ہے اور دوسرا فرشتہ آتا ہے اور اس کی حفاظت کرتا ہے یہاں تک کہ اسے سمجھ آ جائے پھر وہ فرشتہ اٹھ کر چلا جاتا ہے پھر دو فرشتے اس کا نامہ اعمال لکھنے والے آ جاتے ہیں موت کے وقت وہ بھی چلے جاتے ہیں اور ملک الموت آ جاتے ہیں اس کی روح قبض کرتے ہیں پھر قبر میں اس کی روح لوٹا دی جاتی ہے' ملک الموت چلے جاتے ہیں اور سوال وجواب کرنے والے فرشتے آ جاتے ہیں اپنے کام کے بعد وہ بھی چلے جاتے ہیں' قیامت کے دن نیکی بدی کے فرشتے آ جائیں گے اور اس کی گردن سے اس کا نامہ اعمال کھول لیں گے پھر اس کے ساتھ ہی رہیں گے' ایک سائق ہے دوسرا شہید ہے پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا ﴿لَقَدْ كُنْتَ فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا﴾ (۱) تو اس سے غافل تھا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے آیت ﴿لَتَرْكَبُنَّ﴾ الخ' پڑھی یعنی ایک حال سے دوسرا حال پھر فرمایا لوگو! تمہارے آگے بڑے بڑے اہم امور آ رہے ہیں جن کی برداشت تمہارے بس کی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ بلند و برتر سے مدد چاہو یہ حدیث ابن ابی حاتم میں ہے منکر حدیث ہے اور اس کی سند میں ضعیف راوی ہیں' لیکن اس کا مطلب بالکل صحیح اور درست ہے' واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ان تمام اقوال کو بیان کر کے فرمایا ہے کہ آپ اے محمد ﷺ سخت سخت کاموں میں ایک کے بعد ایک میں سے گزرنے والے ہیں اور گو خطاب حضور ﷺ سے ہی ہے لیکن مراد سب لوگ ہیں کہ وہ قیامت کی ایک کے بعد ایک ہولناکی دیکھیں گے' پھر فرمایا کہ انہیں کیا ہو گیا یہ کیوں نہیں ایمان لاتے؟ اور انہیں قرآن سن کر سجدے میں گر پڑنے سے کونسی چیز روکتی ہے' بلکہ یہ کفار تو الٹا جھٹلاتے ہیں' اور حق کی مخالفت کرتے ہیں' اور سرکشی میں اور برائی میں پھنسے ہوئے ہیں' اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کی باتوں کو جنہیں یہ چھپا رہے ہیں بخوبی جانتا ہے' تم اے نبی ﷺ انہیں خبر پہنچا دو کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھے ہیں' پھر فرمایا کہ ان عذابوں سے محفوظ ہونے والے بہترین اجر کے مستحق ایماندار نیک کردار لوگ ہیں' انہیں پورا پورا بغیر کسی کمی کے حساب اور اجر ملے گا' جیسے اور جگہ ہے ﴿عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ﴾ (۲)

بعض لوگوں نے یہ بھی کہہ دیا ہے کہ بلا احسان لیکن یہ معنی ٹھیک نہیں ہر آن ہر لحظہ اور ہر وقت اللہ تعالیٰ عزوجل کے اہل جنت پر احسان و انعام ہوں گے بلکہ صرف اس کے احسان اور اس کے فضل وکرم کی بناء پر انہیں جنت نصیب

---

(۱) [سورہ ق : آیت ۲۲]
(۲) [سورۃ ھود : آیت ۱۰۸]

ہوئی نہ کہ ان کے اعمال کی وجہ سے۔ پس اس مالک کا تو ہمیشہ اور مدام والا احسان اپنی مخلوق پر ہے ہی' اس کی ذات پاک ہر طرح کی ہر وقت کی تعریفوں کے لائق ہمیشہ ہمیشہ ہے' اس لئے اہل جنت پر اللہ کی تسبیح اور اس کی حمد کا الہام اسی طرح کیا جائے جس طرح سانس بلا تکلیف بلکہ بے ارادہ چلتا رہتا ہے' قرآن فرماتا ہے ﴿وَاٰخِرُ دَعْوٰھُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ [1] یعنی ان کا آخری قول یہی ہوگا کہ سب تعریف جہانوں کے پالنے والے اللہ کیلئے ہی ہے۔ الحمدللہ سورۂ انشقاق کی تفسیر ختم ہوئی۔ اللہ ہمیں توفیق خیر دے اور برائی سے بچائے' آمین۔

تفسیر سورۃ البروج

مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ عشاء کی نماز میں سورۂ بروج اور سورۂ طارق پڑھتے تھے۔ [2] اور حدیث میں ہے کہ آپ نے سماوات کی ان سورتوں کا عشاء کی نماز میں پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ [3]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ﴿۱﴾ وَالْیَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ﴿۲﴾ وَ شَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ﴿۳﴾ قُتِلَ اَصْحٰبُ
الْاُخْدُوْدِ ﴿۴﴾ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ﴿۵﴾ اِذْ هُمْ عَلَیْهَا قُعُوْدٌ ﴿۶﴾ وَّهُمْ عَلٰی مَا یَفْعَلُوْنَ
بِالْمُؤْمِنِیْنَ شُهُوْدٌ ﴿۷﴾ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ یُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ ﴿۸﴾ الَّذِیْ لَهٗ
مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ﴿۹﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِیْنَ
وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِیْقِ ﴿۱۰﴾

اللہ کے نام سے شروع ہے جو بہت بخشش کرنے والا اور بڑا مہربان ہے

برجوں والے آسمان کی قسم ○ وعدہ کئے ہوئے دن کی قسم ○ حاضر ہونے والے اور حاضر کئے گئے کی قسم ○ کہ خندقوں والے ہلاک کئے گئے ○ وہ ایک آگ تھی ایندھن والی ○ یہ لوگ اس کے آس پاس بیٹھے ○ مسلمانوں کے ساتھ جو کر رہے تھے اپنے سامنے دیکھ رہے تھے ○ ان مسلمانوں کے کسی اور گناہ کا یہ بدلہ نہ تھا سوائے اس کے کہ وہ اللہ تعالیٰ غالب سزا وار حمد کی ذات پر ایمان لائے تھے ○ جس کیلئے آسمان و زمین کا ملک ہے' اور جو اللہ ہر چیز پر حاضر اور خوب واقف ہے ○ بے شک جن لوگوں نے مسلمان مرد و عورتوں کو ستایا پھر توبہ بھی نہ کی ان کیلئے جہنم کے عذاب ہیں اور جلنے کے عذاب ہیں ○

---

[1] [سورۃ یونس: آیت ۱۰]

[2] [ضعیف: مسند احمد (۳۲۶/۲) مجمع الزوائد (۲۷۰۶)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعۃ الحدیثیۃ (۲۰۰۷۷)] شیخ عبدالرزاق مہدی، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ اس کی سند میں ابو مہزم راوی کو اہل علم نے ضعیف کہا ہے۔]

[3] [ضعیف: مسند احمد (۳۲۷/۲) مجمع الزوائد (۱۲۱/۲)] یہ بھی سابقہ روایت کی طرح ضعیف ہے اور اس میں بھی ابو مہزم راوی ضعیف ہے۔]

ایک موحد کا تذکرہ: بروج سے مراد بڑے بڑے ستارے ہیں جیسے کہ ﴿جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا﴾ [1] کی تفسیر میں گزر چکا' حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ بروج وہ ہیں جن میں حفاظت کرنے والے رہتے ہیں۔ یحییٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ آسمانی محل ہے' منہال بن عمرو رحمہ اللہ کہتے ہیں مراد اچھی بناوٹ والے آسمان ہیں' ابن خیثمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے مراد سورج چاند کی منزلیں ہیں جو بارہ ہیں کہ سورج ان میں سے ہر ایک میں ایک مہینہ چلتا رہتا ہے اور چاند ان میں سے ہر ایک میں دو دن اور ایک تہائی دن تک چلتا ہے تو یہ اٹھائیس دن ہوئے اور دو راتوں تک پوشیدہ رہتا ہے نہیں نکلتا۔ ابن ابی حاتم کی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں یوم موعود سے مراد قیامت کا دن ہے اور شاہد سے مراد جمعہ کا دن ہے۔ سورج جن جن دنوں میں نکلتا اور ڈوبتا ہے ان میں سے اعلیٰ اور افضل دن جمعہ کا ہی دن ہے۔ اس میں ایک ساعت ایسی ہے کہ اس میں بندہ جو بھلائی طلب کرے مل جاتی ہے اور جس برائی سے پناہ چاہے ٹل جاتی ہے اور مشہود سے مراد عرفے کا دن ہے' ابن خزیمہ میں بھی یہ حدیث ہے موسیٰ بن عبیدہ ربذی اس کے راوی ہیں اور یہ ضعیف ہیں' یہ روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے خود ان کے قول سے مروی ہے اور اور یہی زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے [2] مسند میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مروی ہے [3] اور حضرات سے بھی یہ تفسیر مروی ہے اور ان میں اختلاف نہیں۔ فالحمدللہ۔ اور روایت میں مرفوعاً مروی ہے کہ جمعے کے دن کو جسے یہاں شاہد کہا گیا ہے یہ خاص ہمارے لئے بطور خزانے کے چھپا رکھا گیا تھا [4] اور حدیث میں ہے کہ تمام دنوں کا سردار جمعہ کا دن ہے [5] ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی مروی ہے کہ شاہد سے مراد خود ذات محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور مشہود سے مراد قیامت کا دن ہے پھر آپ نے یہ آیت پڑھی ﴿ذٰلِكَ یَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ یَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ﴾ [6] یعنی اس دن کیلئے لوگ جمع کئے گئے ہیں اور یہ دن مشہود یعنی حاضر کیا گیا ہے۔ ایک شخص نے حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ شاہد اور مشہود کیا ہے؟ آپ نے فرمایا تم نے کسی اور سے بھی پوچھا؟ اس نے کہا ہاں ابن عمر اور ابن زبیر رضی اللہ عنہم سے۔ فرمایا انہوں نے کیا جواب دیا؟ کہا قربانی کا دن اور جمعہ کا دن۔ کہا نہیں بلکہ مراد شاہد سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جیسے قرآن میں اور جگہ ہے ﴿فَكَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِیْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰی هٰۤؤُلَآءِ شَهِیْدًا﴾ [7] یعنی کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے گواہ لائیں گے اور تجھے ان

---

[1] [سورۃ الفرقان : آیت ٦١]

[2] [**ضعیف** : اس کی سند میں موسیٰ بن عبیدہ راوی ضعیف ہے۔]

[3] [**ضعیف** : مسند احمد (٢٩٨/٢) مستدرك حاكم (٥١٩/٢) بیهقی (١٧/٣)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف الجامع الصغیر ، والسلسلة الضعیفة (٣٧٥٤)] شیخ عبدالرزاق مہدی فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں علی بن زید راوی ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[4] [**ضعیف** : تفسیر ابن جریر الطبری (٣٦٨٤٠)] اس کی سند میں محمد بن اسماعیل بن عیاش راوی ضعیف ہے۔]

[5] [**مرسل** : تفسیر ابن جریر الطبری (٣٦٨٥٠)]

[6] [سورۃ هود : آیت ١٠٣] [7] [سورۃ النسآء : آیت ٤١]

پر گواہ بنائیں گے اور مشہود سے مراد قیامت ہے قرآن کہتا ہے ﴿وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ﴾ یہ بھی مروی ہے کہ شاہد سے مراد ابن آدم اور مشہود سے مراد قیامت کا دن اور مشہود سے مراد جمعہ کا دن بھی مروی ہے' اور شاہد سے مراد خود اللہ بھی ہے اور عرفہ کا دن بھی ہے' ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جمعہ کے دن مجھ پر بکثرت درود پڑھا کرو وہ مشہود دن ہے جس پر فرشتے حاضر ہوتے ہیں [1] حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں شاہد اللہ قرآن کہتا ہے ﴿وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا﴾ [2] اور مشہود ہم ہیں قیامت کے دن ہم سب اللہ کے سامنے حاضر کر دیئے جائیں گے' اکثر حضرات کا یہ فرمان ہے کہ شاہد جمعہ کا دن ہے اور مشہود عرفے کا دن ہے۔

ان قسموں کے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ خندقوں والوں پر لعنت ہو یہ کفار کی ایک قوم تھی جنہوں نے ایمانداروں کو مغلوب کر کے انہیں دین سے ہٹانا چاہا اور ان کے انکار پر زمین میں گڑھے کھود کر ان میں لکڑیاں بھر کر آگ بھڑکائی پھر ان سے کہا کہ اب بھی دین سے پلٹ جاؤ لیکن ان باخدا لوگوں نے انکار کیا اور ان ناخداترس کفار نے ان مسلمانوں کو اس بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈال دیا' اسی کو بیان کیا جاتا ہے کہ یہ لوگ ہلاک ہوئے یہ ایندھن بھری بھڑکتی ہوئی آگ کی خندقوں کے کناروں پر بیٹھے ان مومنوں کے جلنے کا تماشا دیکھ رہے تھے۔ اور اس عداوت و عذاب کا سبب ان مومنوں کا کوئی قصور نہ تھا انہیں تو صرف ان کی ایمانداری پر غضب و غصہ تھا دراصل غلبہ رکھنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے اس کی پناہ میں آ جانے والا کبھی بھی برباد نہیں ہوتا وہ اپنے تمام اقوال' افعال شریعت اور تقدیر میں قابل تعریف ہے وہ اگر اپنے خاص بندوں کو کسی وقت کافروں کے ہاتھ سے تکلیف بھی پہنچا دے اور اس کا راز کسی کو معلوم نہ ہو سکے تو نہ ہو لیکن دراصل وہ مصلحت و حکمت کی بنا پر ہی ہوتا ہے' اللہ تعالیٰ کے پاکیزہ اوصاف میں سے یہ بھی ہے کہ وہ زمینوں' آسمانوں اور کل مخلوقات کا مالک ہے اور وہ ہر چیز پر حاضر ناظر ہے کوئی چیز اس سے مخفی نہیں' حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ اہل فارس کا ہے ان کے بادشاہ نے یہ قانون جاری کرنا چاہا کہ محرمات ابدیہ یعنی ماں' بہن' بیٹی وغیرہ سب حلال ہیں اس وقت کے علماء کرام نے اس کا انکار کیا اور روکا' اس پر اس نے خندقیں کھدوا کر اس میں آگ جلا کر ان حضرات کو ان میں ڈال دیا' چنانچہ یہ اہل فارس آج تک ان عورتوں کو حلال ہی جانتے ہیں۔ یہ بھی مروی ہے کہ یہ لوگ یمنی تھے۔ مسلمانوں اور کافروں میں لڑائی ہوئی مسلمان غالب آ گئے پھر دوسری لڑائی میں کافر غالب آ گئے تو انہوں نے گڑھے کھدوا کر ایمان والوں کو جلا دیا' یہ بھی مروی ہے کہ یہ واقعہ اہل حبش کا ہے' یہ بھی مروی ہے کہ یہ واقعہ بنی اسرائیل کا ہے انہوں نے دانیال اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ یہ سلوک کیا تھا' اور اقوال بھی ہیں۔

مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اگلے زمانے میں ایک بادشاہ تھا اس کے ہاں ایک جادوگر تھا' جب جادوگر بوڑھا ہوا تو اس نے بادشاہ سے کہا کہ اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور میری موت کا وقت آ رہا ہے

---

[1] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۳۶۸۶۷)] اس کی سند میں احمد بن عبدالرحمٰن ضعیف ہے۔]

[2] [سورۃ النساء : آیت ۷۹]

مجھے کوئی بچہ سونپ دو تو میں اسے جادو سکھا دوں چنانچہ ایک ذہین لڑکے کو وہ تعلیم دینے لگا لڑکا اس کے پاس جاتا تو راستہ میں ایک راہب کا گھر پڑتا جہاں وہ عبادت میں اور کبھی وعظ میں مشغول ہوتا' یہ بھی کھڑا ہو جاتا اور اس کے طریق عبادت کو دیکھتا اور وعظ سنتا آتے جاتے یہاں رک جایا کرتا تھا' جادوگر بھی مارتا اور ماں باپ بھی کیونکہ وہاں بھی دیر میں پہنچتا اور یہاں بھی دیر میں آتا' ایک دن اس بچے نے راہب کے سامنے اپنی یہ شکایت بیان کی راہب نے کہا کہ جادوگر تجھ سے پوچھے کہ کیوں دیر لگ گئی تو کہہ دینا گھر والوں نے روک لیا تھا اور گھر والے پکڑیں تو کہہ دینا کہ آج جادوگر نے روک لیا تھا' یونہی ایک زمانہ گزر گیا کہ ایک طرف تو وہ جادو سیکھتا تھا دوسری جانب کلام اللہ اور دین اللہ سیکھتا تھے ایک دن وہ دیکھتا ہے کہ راستے میں ایک زبردست ہیبت ناک جانور پڑا ہوا ہے اس نے لوگوں کی آمدورفت بند کر رکھی ہے ادھر والے ادھر اور ادھر والے ادھر نہیں آسکتے اور سب لوگ ادھر ادھر حیران و پریشان کھڑے ہیں اس نے اپنے دل میں سوچا کہ آج موقعہ ہے کہ میں امتحان کر لوں کہ راہب کا دین اللہ کو پسند ہے یا جادوگر کا؟ اس نے ایک پتھر اٹھایا اور یہ کہہ کر اس پر پھینکا کہ اللہ اگر تیرے نزدیک راہب کا دین اور اس کی تعلیم جادوگر کے امر سے زیادہ محبوب ہے تو تو اس جانور کو اس پتھر سے ہلاک کر دے تاکہ لوگوں کو اس بلا سے نجات ملے پتھر کے لگتے ہی وہ جانور مر گیا اور لوگوں کا آنا جانا شروع ہو گیا پھر جا کر راہب کو خبر دی اس نے کہا پیارے بچے! تو مجھ سے افضل ہے اب اللہ کی طرف سے تیری آزمائش ہو گی اگر ایسا ہو تو کسی کو میری خبر نہ کرنا' اب اس بچے کے پاس حاجت مندوں کا تانتا لگ گیا اس کی دعا سے مادر زاد اندھے' کوڑھی' جذامی اور ہر قسم کے بیمار اچھے ہونے لگے' بادشاہ کے ایک نابینا وزیر کے کان میں بھی یہ آواز پڑی وہ بڑے تحائف لے کر حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ اگر تو مجھے شفا دے تو یہ سب تجھے دے دوں گا اس نے کہا شفا میرے ہاتھ میں نہیں میں کسی کو شفا نہیں دے سکتا شفا دینے والا تو اللہ وحدہ لاشریک لہ ہے اگر تو اس پر ایمان لانے کا وعدہ کرے تو میں اس سے دعا کروں اس نے اقرار کیا بچے نے اس کیلئے دعا کی اللہ نے اسے شفا دی اور بادشاہ کے دربار میں آیا اور جس طرح اندھا ہونے سے پہلے کام کرتا تھا کرنے لگا' اور آنکھیں بالکل روشن تھیں بادشاہ نے متعجب ہو کر پوچھا تجھے آنکھیں کس نے دیں؟ اس نے کہا میرے رب نے بادشاہ نے کہا ہاں یعنی میں نے' وزیر نے کہا نہیں نہیں میرا اور تیرا رب اللہ ہے' بادشاہ نے کہا اچھا تو کیا میرے سوا تیرا کوئی اور رب ہے؟ وزیر نے کہا ہاں میرا اور تیرا رب اللہ عزوجل ہے' اب اس نے اسے مار پیٹ شروع کر دی اور طرح طرح کی تکلیفیں اور ایذائیں پہنچانے لگا اور پوچھنے لگا کہ تجھے یہ تعلیم کس نے دی؟ آخر اس نے بتا دیا کہ اس بچے کے ہاتھ پر میں نے اسلام قبول کیا اس نے اسے بلوایا اور کہا اب تو تم جادو میں خوب کامل ہو گئے کہ اندھوں کو دیکھتا اور بیماروں کو تندرست کرنے لگ گئے اس نے کہا غلط ہے نہ میں کسی کو شفا دے سکتا ہوں نہ جادو۔ شفا تو اللہ عزوجل کے ہاتھ میں ہے کہنے لگا ہاں یعنی میرے ہاتھ میں ہے کیونکہ اللہ تو میں ہی ہوں اس نے کہا ہرگز نہیں۔ کہا پھر کیا تو میرے سوا کسی اور کو رب مانتا ہے؟ تو وہ کہنے لگا ہاں! میرا اور تیرا رب اللہ ہے اس نے اب اسے بھی طرح طرح کی سزائیں دینی شروع کیں یہاں تک کہ راہب کا پتہ لگا لیا راہب کو بلا کر اس نے کہا

کہ تو اسلام کو چھوڑ دے اور اس دین سے پلٹ جا' اس نے انکار کیا تو اس بادشاہ نے آرے سے اسے چیر دیا اور ٹھیک دو ٹکڑے کر کے پھینک دیا پھر اس نوجوان سے کہا کہ تو بھی دین سے پھر جا مگر اس نے بھی انکار کیا تو بادشاہ نے حکم دیا کہ ہمارے سپاہی اسے فلاں فلاں پہاڑ پر لے جائیں اور اس کی بلند چوٹی پر پہنچ کر پھر اسے اس کے دین چھوڑنے کو کہیں اگر مان لے تو اچھا ورنہ وہیں سے اسے لڑھکا دیں چنانچہ یہ لوگ اسے لے گئے جب وہاں سے دھکا دینا چاہا تو اس نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا کی ﴿اللّٰهُمَّ اكْفِنِيهِمْ بِمَا شِئْتَ﴾ اللہ جس طرح چاہ مجھے ان سے نجات دے۔ اس دعا کے ساتھ ہی پہاڑ ہلا اور وہ سب سپاہی لڑھک گئے صرف وہ بچہ ہی بچا رہا۔ وہاں سے وہ اترا اور ہنسی خوشی پھر اس ظالم بادشاہ کے پاس آ گیا' بادشاہ نے کہا یہ کیا ہوا میرے سپاہی کہاں؟ فرمایا میرے اللہ نے مجھے ان سے بچا لیا اس نے کچھ اور سپاہی بلوائے اور ان سے بھی یہی کہا کہ اسے کشتی میں بٹھا لے جاؤ اور بیچوں بیچ سمندر میں اسے ڈبو کر چلے آؤ یہ اسے لے کر چلے اور بیچ میں پہنچ کر جب سمندر میں پھینکنا چاہا تو اس نے پھر وہی دعا کی کہ یا اللہ! جس طرح چاہ مجھے ان سے بچا' موج اٹھی اور وہ سپاہی سارے کے سارے سمندر میں ڈوب گئے صرف وہ بچہ ہی باقی رہ گیا یہ پھر بادشاہ کے پاس آیا اور کہا میرے رب نے مجھے ان سے بھی بچا لیا اے بادشاہ تو چاہے تمام تدبیریں کر ڈال لیکن مجھے ہلاک نہیں کر سکتا ہاں جس طرح میں کہوں اس طرح اگر کرے تو البتہ میری جان نکل جائے گی اس نے کہا کیا کروں؟ فرمایا تو لوگوں کو ایک میدان میں جمع کر پھر کھجور کے تنے پر سولی چڑھا اور میرے ترکش میں سے ایک تیر نکال کر میری کمان پر چڑھا اور ﴿بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ هٰذَا الْغُلَامِ﴾ یعنی اس اللہ کے نام سے جو اس بچے کا رب ہے کہہ کر وہ تیر میری طرف پھینک وہ مجھے لگے گا اور اس سے میں مروں گا چنانچہ بادشاہ نے یہی کیا تیر بچے کی کنپٹی میں لگا اس نے اپنا ہاتھ اس جگہ رکھا اور شہید ہو گیا اس کے اس طرح شہید ہوتے ہی لوگوں کو اس کے دین کی سچائی کا یقین آ گیا چاروں طرف سے یہ آوازیں اٹھنے لگیں کہ ہم سب اس بچے کے رب پر ایمان لا چکے یہ حال دیکھ کر بادشاہ کے مصاحب گھبرائے اور بادشاہ سے کہنے لگے اس لڑکے کی ترکیب ہم تو سمجھے ہی نہیں دیکھئے اس کا یہ اثر پڑا کہ یہ تمام لوگ اس کے مذہب کے ہو گئے ہم نے تو اسی لئے قتل کیا تھا کہ کہیں یہ مذہب پھیل نہ جائے لیکن وہ ڈر تو سامنے ہی آ گیا اور سب مسلمان ہو گئے بادشاہ نے کہا اچھا یہ کرو کہ تمام محلوں اور راستوں میں خندقیں کھداؤ اور ان میں لکڑیاں بھرو اس میں آگ لگا دو جو اس دین سے پھر جائے اسے چھوڑ دو اور جو نہ مانے اسے اس آگ میں ڈال دو ان مسلمانوں نے صبر وضبط کے ساتھ آگ میں جلنا منظور کر لیا اور اسمیں کود کود کر گرنے لگے البتہ ایک عورت جس کی گود میں دودھ پیتا چھوٹا سا بچہ تھا وہ ذرا ہچکچائی تو اس بچے کو اللہ نے بولنے کی طاقت دی اس نے کہا اماں! کیا کر رہی ہو؟ تم تو حق پر ہو صبر کرو اور اس میں کود پڑو۔ [1] یہ حدیث مسند احمد میں بھی ہے اور صحیح مسلم کے آخر میں بھی ہے اور نسائی میں بھی قدرے اختصار کے ساتھ ہے' ترمذی شریف کی حدیث

---

[1] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الزھد: باب قصة اصحاب الاخدود والساحر (۳۰۰۵) مسند احمد (۱۷/۶)]

میں ہے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے نبی ﷺ عصر کے بعد عموماً زیرلب کچھ فرمایا کرتے تھے تو آپ سے پوچھا گیا کہ حضور ﷺ کیا فرماتے ہیں فرمایا نبیوں میں ایک نبی تھے جو اپنی امت پر فخر کرتے تھے کہنے لگے ان کی دیکھ بھال کون کرے گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ انہیں اختیار ہے خواہ اس بات کو پسند کریں کہ میں خود ان سے انتقام لوں خواہ اس بات کو پسند کریں کہ میں ان پر ان کے دشمنوں کو مسلط کردوں۔ انہوں نے انتقام کو پسند کیا چنانچہ ایک ہی دن میں ستر ہزار مر گئے' اس کے ساتھ ہی آپ نے یہ حدیث بھی بیان کی جو اوپر گزری پھر اخیر میں آپ نے "قُتِلَ" سے "مَجِیْدٌ" تک کی آیتوں کی تلاوت فرمائی' یہ نوجوان شہید دفن کردیئے گئے تھے اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں ان کی قبر سے انہیں نکالا گیا تھا ان کی انگلی اسی طرح ان کی کنپٹی پر رکھی ہوئی تھی جس طرح بوقت شہادت تھی' امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن غریب بتلاتے ہیں[1] لیکن اس روایت میں یہ صراحت نہیں کہ یہ واقعہ نبی ﷺ نے بیان فرمایا تو ممکن ہے کہ حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ نے ہی اس واقعہ کو بیان فرمایا ہو ان کے پاس نصرانیوں کی حکایتیں بہت ساری تھیں۔ واللہ اعلم۔

امام محمد بن اسحاق رحمہ اللہ نے بھی اس قصہ کو دوسرے الفاظ میں بیان فرمایا ہے جو اس کے خلاف ہے وہ کہتے ہیں کہ نجرانی لوگ بت پرست مشرک تھے اور نجران کے پاس ایک چھوٹا سا گاؤں تھا' جس میں ایک جادوگر تھا' نجرانیوں کو جادو سکھایا کرتا تھا۔ فیمون نامی ایک بزرگ عالم یہاں آئے' نجران اور اس گاؤں کے درمیان انہوں نے اپنا پڑاؤ ڈالا۔ شہر کے لڑکے جو جادوگر سے جادو سیکھنے جایا کرتے تھے ان میں تاجر کا لڑکا عبداللہ نامی بھی تھا اسے آتے جاتے راہب کی عبادت اور اس کی نماز وغیرہ کے دیکھنے کا موقعہ ملتا اس پر غور وخوض کرتا اور دل میں اس کے مذہب کی سچائی جگہ کرجاتی پھر تو اس نے یہاں آنا جانا شروع کردیا اور مذہبی تعلیم بھی اس راہب سے لینے لگا کچھ دنوں بعد اس مذہب میں داخل ہوگیا اور اسلام قبول کرلیا توحید کا پابند ہوگیا اور ایک اللہ کی عبادت کرنے لگا اور علم دین اچھی طرح حاصل کرلیا وہ راہب اسم اعظم جانتا تھا اس نے ہر چند خواہش کی کہ اسے بتادے لیکن اس نے نہ بتایا اور کہہ دیا کہ ابھی تم میں اس کی صلاحیت نہیں آئی ابھی کمزور دل والے ہو اس کی طاقت میں تم میں نہیں پاتا۔ عبداللہ کا باپ ثامر کو اپنے بیٹے کے مسلمان ہوجانے کی مطلق خبر نہ تھی وہ اپنے نزدیک یہی سمجھ رہا تھا کہ میرا بیٹا جادو سیکھ رہا ہے اور وہاں جاتا آتا رہتا ہے عبداللہ نے جب دیکھا کہ راہب مجھے اسم اعظم نہیں سکھاتے اور انہیں میری کمزوری کا خوف ہے تو ایک دن انہوں نے تیر لئے اور جتنے نام اللہ تبارک وتعالیٰ کے انہیں یاد تھے ہر تیر پر ایک ایک نام لکھا پھر آگ جلا کر بیٹھ گئے اور ایک ایک تیر کو اس میں ڈالنا شروع کیا جب وہ تیر آیا جس پر اسم اعظم تھا تو وہ آگ میں پڑتے ہی اچھل کر باہر آگیا اور اس پر آگ نے بالکل اثر نہ کیا سمجھ لیا کہ یہی اسم اعظم ہے اپنے استاد

---

[1] [صحیح : ترمذی : کتاب التفسیر : باب ومن سورۃ البروج (۳۳۴۰)] امام ترمذیؒ اسے حسن کہتے ہیں۔ شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی] شیخ عبدالرزاق مہدی اسے شیخین کی شرط پر صحیح کہتے ہیں۔ مولانا مبشر احمد ربانی نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔]

کے پاس آئے اور کہا حضرت اسم اعظم کا علم مجھے ہوگیا ہے استاد نے پوچھا بتاؤ کیا ہے؟ اس نے بتایا۔ راہب نے پوچھا کیسے معلوم ہوا؟ تو اس نے سارا واقعہ کہہ سنایا۔ فرمایا کہ بھئی تم نے خوب معلوم کرلیا واقعی یہی اسم اعظم ہے۔ اسے اپنے ہی تک رکھو لیکن مجھے تو ڈر ہے کہ تم کھل جاؤ گے ان کی یہ حالت ہوئی کہ یہ نجران میں آئے یہاں جس بیمار پر، جس دکھی پر، جس ستم رسیدہ پر نظر پڑی اس سے کہا کہ اگر تم موحد بن جاؤ اور دین اسلام قبول کرلو تو میں اپنے رب سے دعا کرتا ہوں وہ تمہیں شفا اور نجات دے دے گا اور دکھ بلا کو ٹال دے گا۔ وہ اسے قبول کر لیتا یہ اسم اعظم کے ساتھ دعا کرتے اللہ اسے بھلا چنگا کر دیتے اب تو نجرانیوں کے ٹھٹھ لگنے لگے اور جماعت کی جماعت روزانہ مشرف بہ اسلام اور فائز المرام ہونے لگی آخر بادشاہ کو اس کا علم ہوا اس نے اسے بلا کر دھمکایا کہ تو نے میری رعیت کو بگاڑ دیا اور میرے اور میرے باپ دادا کے مذہب پر حملہ کیا میں اس کی سزا میں تیرے ہاتھ پاؤں کاٹ کر تجھے چوراہے پر رکھوا دوں گا۔ عبداللہ بن ثامر نے جواب دیا تو ایسا نہیں کرسکتا اب بادشاہ نے اسے پہاڑ پر سے گرادیا لیکن وہ نیچے آ کر صحیح سلامت رہا جسم پر کہیں چوٹ بھی نہ آئی نجران کے ان طوفان خیز دریاؤں میں گرداب کی جگہ انہیں لا ڈالا جہاں سے کوئی بچ نہیں سکتا لیکن یہ وہاں سے بھی صحت وسلامتی کے ساتھ واپس آ گئے، غرض ہر طرح عاجز آ گیا تو پھر عبداللہ بن ثامر نے فرمایا سن اے بادشاہ! تو میرے قتل پر کبھی قادر نہ ہوگا یہاں تک کہ تو اس دین کو مان لے جسے میں مانتا ہوں اور ایک اللہ کی عبادت کرنے لگے اگر تو یہ کرلے گا تو پھر تو مجھے قتل کرسکتا ہے، بادشاہ نے ایسا ہی کیا اس نے حضرت عبداللہ کا بتلایا ہوا کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو کر جو لکڑی اس کے ہاتھ میں تھی اس سے حضرت عبداللہ کو مارا جس سے یونہی سی خراش آئی اور اسی سے شہید ہو گئے اللہ ان سے خوش ہو اور اپنی خاص رحمتیں انہیں عنایت فرمائے ان کے ساتھ ہی بادشاہ بھی مرگیا اس واقعہ نے لوگوں کے دلوں میں یہ بات پیوست کر دی کہ دین ان کا ہی سچا ہے چنانچہ نجران کے تمام لوگ مسلمان ہو گئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سچے دین پر قائم ہو گئے اور وہی مذہب اس وقت برحق بھی تھا۔ ابھی تک حضور ﷺ نبی بن کر دنیا میں آئے نہ تھے لیکن پھر ایک زمانہ کے بعد ان میں بدعتیں پیدا ہونے لگیں اور پھیل گئیں اور دین حق کا نور چھن گیا غرض نجران میں عیسائیت کے پھیلنے کا اصلی سبب یہ تھا۔ اب ایک زمانہ کے بعد ذونواس یہودی نے اپنے لشکر سمیت ان نصرانیوں پر چڑھائی کی اور غالب آ گیا پھر ان سے کہا یہودیت قبول کرلو یا موت، انہوں نے قتل ہونا منظور کیا اس نے خندقیں کھدوا کر آگ سے پر کر کے ان کو جلا دیا بعض کو قتل بھی کیا بعض کے ہاتھ، پاؤں، ناک، کان کاٹ دیئے وغیرہ۔ تقریباً بیس ہزار مسلمانوں کو اس سرکش نے قتل کیا اسی کا ذکر آیت ﴿قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ﴾ میں ہے، ذونواس کا نام زرعہ تھا اس کی بادشاہت کے زمانہ میں اسے یوسف کہا جاتا تھا اس کے باپ کا نام اسعد ابوکرب تھا جو تبع مشہور ہے جس نے مدینہ میں غزوہ کیا اور کعبہ کو پردہ چڑھایا اس کے ساتھ دو یہودی عالم تھے، یمن والے ان ہی کے ہاتھ پر یہودی مذہب میں داخل ہوئے، ذونواس نے ایک ہی دن میں صرف صبح کے وقت ان کھائیوں میں بیس ہزار ایمان والوں کو قتل کیا ان میں سے صرف ایک ہی شخص زندہ بچ نکلا جس کا نام دوس ذی ثعلبان تھا یہ گھوڑے پر بھاگ کھڑا ہوا گو اس کے پیچھے بھی

گھوڑ سوار دوڑائے گئے لیکن یہ ہاتھ نہ لگا' یہ سیدھا شاہ روم قیصر کے پاس گیا اس نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کو لکھا چنانچہ دوس وہاں سے حبشہ کے نصرانیوں کا لشکر لے کر یمن آیا اس کے سردار ارياط اور ابرہہ تھے یہودی مغلوب ہوئے یمن یہودیوں کے ہاتھ سے نکل گیا۔ ذونواس بھاگ نکلا لیکن وہ پانی میں غرق ہوگیا' پھر ستر سال تک یہاں حبشہ کے نصرانیوں کا قبضہ رہا بالآخر سیف بن ذی یزن حمیری نے فارس کے بادشاہ سے امدادی فوجیں اپنے ساتھ لیں اور سات سوقیدی لوگوں سے اس پر چڑھائی کر کے فتح حاصل کی اور پھر سلطنت حمیری قائم کی' اس کا کچھ بیان سورۂ فیل میں آئے گا' ان شاء اللہ تعالیٰ۔ سیرۃ ابن اسحاق میں ہے کہ ایک نجرانی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں نجران کی ایک بنجر غیر آباد زمین اپنے کسی کام کیلئے کھودی تو دیکھا کہ حضرت عبد اللہ بن ثامر رضی اللہ عنہ کا جسم اس میں ہے آپ بیٹھے ہوئے ہیں سر پر جس جگہ چوٹ آئی تھی وہیں ہاتھ ہے اگر ہاتھ ہٹاتے ہیں تو خون بہنے لگتا ہے پھر ہاتھ کو چھوڑ دیتے ہیں تو ہاتھ اپنی جگہ چلا جاتا ہے اور خون تھم جاتا ہے' ہاتھ کی انگلی میں انگوٹھی ہے جس پر "رَبِّيَ اللّٰهُ" لکھا ہوا ہے یعنی میرا رب اللہ ہے۔ چنانچہ اس واقعہ کی اطلاع قصر خلافت میں دی گئی یہاں سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا فرمان گیا کہ اسے یونہی رہنے دو اور اوپر مٹی وغیرہ جو ہٹائی ہے وہ ڈال کر جس طرح تھا اسی طرح بے نشان کر دو چنانچہ یہی کیا گیا۔ ابن ابی الدنیا نے لکھا ہے کہ جب حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اصبہان فتح کیا تو ایک دیوار دیکھی کہ وہ گر پڑی ہے ان کے حکم پر وہ بنا دی گئی لیکن پھر گر پڑی پھر بنوائی پھر گر پڑی آخر معلوم ہوا کہ اس کے نیچے کوئی نیک بخت شخص مدفون ہے جب زمین کھودی تو دیکھا کہ ایک شخص کا جسم کھڑا ہوا ہے ساتھ ہی ایک تلوار ہے جس پر لکھا ہے میں حارث بن مضاض ہوں جس نے کھائیوں والوں کا انتقام لیا حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اس لاشے کو نکال لیا اور وہاں دیوار کھڑی کرا دی جو برابر رہی۔ میں کہتا ہوں یہ حارث بن مضاض بن عمرو جرہی ہے جو کعبۃ اللہ کے متولی ہوئے تھے' نبت بن اسماعیل بن ابراہیم کی اولاد کے بعد اس کا لڑکا عمرو بن حارث بن مضاض تھا جو مکہ میں جرہم خاندان کا آخری بادشاہ تھا' جس وقت کہ خزاعہ قبیلے نے انہیں یہاں سے نکالا اور یمن کی طرف جلاوطن کیا۔ یہی وہ شخص ہے جس نے پہلے عرب میں شعر کہا جس شعر میں ویران مکہ کو اپنا آباد کرنا اور زمانہ کا ہیر پھیر اور انقلاب سے پھر وہاں سے نکالا جانا اس نے بیان کیا۔ اس واقعہ سے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ قصہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے کچھ زمانہ کے بعد کا اور بہت پرانا ہے جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کے تقریباً پانچ سو سال کے بعد معلوم ہوتا ہے' لیکن ابن اسحاق کی اس مطول روایت سے جو پہلے گزری ہے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ یہ قصہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کا ہے زیادہ ٹھیک بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ واقعہ دنیا میں کئی بار ہوا ہو جیسے کہ ابن ابی حاتم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبد الرحمٰن بن جبیر فرماتے ہیں کہ تبع کے زمانہ میں یمن میں خندقیں کھدوائی گئی تھیں اور قسطنطین کے زمانہ میں قسطنطنیہ میں بھی مسلمانوں کو یہی عذاب کیا گیا تھا' جبکہ نصرانیوں نے اپنا قبلہ بدل دیا دین مسیح میں بدعتیں ایجاد کر لیں توحید کو چھوڑ بیٹھے اس وقت جو سچے دیندار تھے انہوں نے ان کا ساتھ نہ دیا اور اصلی دین پر قائم رہے تو ان ظالموں نے خندقیں آگ سے بھروا کر

انہیں جلادیا اور یہی واقعہ بابل کی زمین پر عراق میں بخت نصر کے زمانہ میں ہوا جس نے ایک بت بنالیا تھا اور لوگوں سے اسے سجدہ کراتا تھا حضرت دانیال اور ان کے دونوں ساتھی عزریا اور میشائیل نے اس سے انکار کیا تو اس نے انہیں آگ کی خندق میں ڈال دیا اللہ تعالیٰ نے آگ کو ان پر ٹھنڈا کردیا انہیں سلامتی عطا فرمائی صاف نجات دی اور ان سرکش کافروں کو ان خندقوں میں ڈال دیا یہ نو قبیلے تھے سب جل کر خاک ہوگئے' سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں تین جگہ یہ معاملہ ہوا عراق میں' شام میں اور یمن میں' مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ خندقیں تین جگہ تھیں ایک تو یمن کے شہر نجران میں' دوسری شام میں' تیسری فارس میں' شام میں اس کا بانی انطنا یوس رومی تھا اور فارس میں بخت نصر اور زمین عرب پر یوسف ذونواس' فارس اور شام کی خندقوں کا ذکر قرآن میں نہیں یہ ذکر نجران کا ہے' حضرت ربیع بن انس فرماتے ہیں کہ ہم نے سنا ہے فترۃ کے زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کے زمانہ میں ایک قوم تھی انہوں نے جب دیکھا کہ لوگ فتنے اور شر میں گرفتار ہو گئے ہیں اور گروہ گروہ بن گئے ہیں اور ہر گروہ اپنے خیالات میں خوش ہے تو ان لوگوں نے انہیں چھوڑ دیا اور یہاں سے ہجرت کر کے الگ ایک جگہ بنا کر وہیں رہنا سہنا شروع کیا اور اللہ کی مخلصانہ عبادت میں یکسوائی کے ساتھ مشغول ہوگئے' نمازوں کی پابندی' زکوتوں کی ادائیگی میں لگ گئے اور ان سے الگ تھلگ رہنے لگے یہاں تک کہ ایک سرکش بادشاہ کو اس اللہ والی جماعت کا پتہ لگ گیا اس نے ان کے پاس اپنے آدمی بھیجے اور انہیں سمجھایا کہ تم بھی ہمارے ساتھ مل جاؤ اور بت پرستی شروع کردو ان سب نے بالکل انکار کیا کہ ہم سے یہ نہیں ہوسکتا کہ اللہ وحدہ لاشریک لہ کے سوا کسی اور کی بندگی کریں بادشاہ نے کہلوایا کہ اگر یہ تمہیں منظور نہیں تو میں تمہیں قتل کرادوں گا جواب ملا کہ جو چاہو کرو لیکن ہم سے دین چھوڑا نہیں جائے گا' اس ظالم نے خندقیں کھدوائیں آگ جلوائی ان سب مردوں' عورتوں' بچوں کو جمع کیا اور ان خندقوں کے کنارے کھڑا کر کے کہا بولو! یہ آخری سوال جواب ہے آیا بت پرستی قبول کرتے ہو یا آگ میں گرنا قبول کرتے ہو؟ انہوں نے کہا ہمیں جل مرنا قبول منظور ہے لیکن چھوٹے چھوٹے بچوں نے چیخ و پکار شروع کردی بڑوں نے انہیں سمجھایا کہ بس آج کے بعد آگ نہیں۔ نہ گھبراؤ اللہ کا نام لے کر کود پڑو چنانچہ سب کے سب کود پڑے انہیں آنچ بھی نہیں لگنے پائی تھی کہ اللہ نے ان کے روحیں قبض کرلیں اور آگ خندقوں سے باہر نکل پڑی اور ان بدکردار سرکشوں کو گھیر لیا اور جتنے بھی تھے سارے کے سارے جلادیئے گئے ان کی خبر ان آیتوں ﴿قُتِلَ﴾ الخ' میں ہے۔ تو اس بنا پر ﴿فَتَنُوْا﴾ کے معنی ہوئے کہ جلایا تو فرماتا ہے کہ ان لوگوں نے مسلمان مردوں عورتوں کو جلادیا ہے اگر انہوں نے توبہ نہ کی یعنی اپنے اس فعل سے باز نہ آئے نہ اپنے اس کئے پر نادم ہوئے تو ان کیلئے جہنم ہے اور جلنے کا عذاب ہے تاکہ بدلہ بھی ان کے عمل جیسا ہو' حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر کے کرم و رحم اس کی مہربانی اور عنایت کو دیکھو کہ جن بدکاروں نے اس کے پیارے بندوں کو ایسے بدترین عذابوں سے مارا انہیں بھی وہ توبہ کرنے کو کہتا ہے اور ان سے بھی مغفرت اور بخشش کا وعدہ کرتا ہے۔ اللہ! ہمیں بھی اپنی وسیع رحمتوں سے بھرپور حصہ عطا فرما۔ آمین۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۚ ذَٰلِكَ
الْفَوْزُ الْكَبِيرُ ﴿١١﴾ إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ ﴿١٢﴾ إِنَّهُ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيدُ ﴿١٣﴾ وَهُوَ الْغَفُورُ
الْوَدُودُ ﴿١٤﴾ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ ﴿١٥﴾ فَعَّالٌ لِمَا يُرِيدُ ﴿١٦﴾ هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْجُنُودِ ﴿١٧﴾
فِرْعَوْنَ وَثَمُودَ ﴿١٨﴾ بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي تَكْذِيبٍ ﴿١٩﴾ وَاللَّهُ مِنْ وَرَائِهِمْ مُحِيطٌ ﴿٢٠﴾
بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَجِيدٌ ﴿٢١﴾ فِي لَوْحٍ مَحْفُوظٍ ﴿٢٢﴾ ع

بیشک ایمان قبول کرنے والوں اور مطابق سنت کام کرنے والوں کیلئے وہ باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں یہی بڑی کامیابی ہے ○ یقیناً تیرے رب کی پکڑ بڑی سخت ہے ○ وہی پہلی مرتبہ پیدا کرتا ہے اور وہی دوبارہ پیدا کرے گا ○ وہ بڑا بخشش کرنے والا اور بہت محبت کرنے والا ہے ○ عرش کا مالک عظمت والا ہے ○ جو چاہے اسے کر گزرنے والا ہے ○ تجھے لشکروں کی خبر بھی پہنچی؟ ○ یعنی فرعون اور ثمود کی ○ کچھ نہیں بلکہ کافر تو جھٹلانے میں پڑے ہوئے ہیں ○ اللہ تعالیٰ بھی انہیں ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے ○ بلکہ یہ قرآن ہے بڑی شان والا ○ لوح محفوظ میں لکھا ہوا ○

اہل ایمان کے لیے جنتیں: اپنے دشمنوں کا انجام بیان کر کے اپنے دوستوں کا نتیجہ بیان فرما رہا ہے کہ ان کیلئے جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں ان جیسی کامیابی اور کسے ملے گی؟ پھر فرماتا ہے کہ تیرے رب کی پکڑ بڑی سخت ہے وہ اپنے ان دشمنوں کو جو اس کے رسولوں کو جھٹلاتے رہے اور اس کی نافرمانی میں لگے رہے سخت تر قوت کے ساتھ اس طرح پکڑے گا کہ کوئی راہ نجات ان کیلئے باقی نہ رہے' وہ بڑی قوتوں والا ہے جو چاہا کیا جو کچھ چاہتا ہے وہ ایک لحہ میں ہو جاتا ہے اس کی قدرتوں اور طاقتوں کو دیکھو کہ اس نے تمہیں پہلے بھی پیدا کیا اور پھر بھی مار ڈالنے کے بعد دوبارہ پیدا کر دے گا نہ اسے کوئی روکے نہ آگے آئے نہ سامنے پڑے وہ اپنے بندوں کے گناہوں کو معاف کرنے والا ہے بشرطیکہ وہ اس کی طرف جھکیں اور توبہ کریں اور اس کے سامنے ناک رگڑیں پھر چاہے کیسی ہی خطائیں ہوں ایک دم میں سب معاف ہو جاتی ہیں' اپنے بندوں سے وہ پیار محبت رکھتا ہے وہ عرش والا ہے جو عرش تمام مخلوق سے بلند و بالا ہے اور تمام خلائق کے اوپر ہے۔ مجید کی دو قرائتیں ہیں دال کا پیش بھی اور دال کا زیر بھی پیش کے ساتھ وہ اللہ کی صفت بن جائے گا اور زیر کے ساتھ عرش کی صفت ہے معنی دونوں کے بالکل صحیح اور ٹھیک بیٹھتے ہیں۔ وہ جس کام کا جب ارادہ کرے کرنے پر قدرت رکھتا ہے اس کی عظمت' عدالت' حکمت کی بنا پر نہ کوئی اسے روک سکے نہ اسے پوچھ سکے' حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ان کی بیماری میں جس میں آپ کا انتقال ہوتا ہے لوگ سوال کرتے ہیں کہ کسی طبیب نے بھی آپ کو دیکھا فرمایا ہاں پوچھا پھر کیا جواب دیا فرمایا کہ جواب دیا ﴿اِنِّیْ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ﴾ پھر فرماتا ہے کہ کیا تجھے خبر بھی ہے کہ فرعونیوں اور ثمودیوں پر کیا کیا عذاب آئے اور کوئی ایسا نہ تھا کہ ان کی کسی طرح کی مدد کر سکتا نہ کوئی اور اس عذاب کو ہٹا سکا' مطلب یہ ہے کہ اس کی پکڑ سخت ہے جب وہ کسی ظالم کو پکڑتا ہے تو دردناک اور سختی سے بڑی زبردست پکڑ پکڑتا ہے' ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلے جا

رہے تھے کہ آپ نے سنا کوئی بیوی صاحبہ قرآن پاک کی یہ آیت پڑھ رہی ہیں ﴿هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ﴾ آپ کھڑے رہ گئے اور کان لگا کر سنتے رہے اور فرمایا ((نَعَمْ قَدْ جَآءَنِيْ)) یعنی ہاں میرے پاس وہ خبریں آ گئیں [1] یعنی قرآن کی اس آیت کا جواب دیا کہ کیا تجھے فرعونیوں اور ثمودیوں کی خبر پہنچی ہے؟ فرمایا کہ بلکہ کافر شک وشبہ میں' کفر وسرکشی میں ہیں اور اللہ ان پر قادر اور غالب ہے۔ نہ یہ اس سے گم ہوسکیں نہ اسے عاجز کر سکیں بلکہ یہ قرآن عزت اور کرامت والا ہے' وہ لوح محفوظ کا نوشتہ ہے' بلند مرتبہ فرشتوں میں ہے' زیادتی کمی سے پاک اور سرتاپا محفوظ ہے۔ نہ اس میں تبدیلی ہو نہ تحریف۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ لوح محفوظ حضرت اسرافیل علیہ السلام کی پیشانی پر ہے' عبدالرحمن بن سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دنیا میں جو کچھ ہوا' ہو رہا ہے اور ہوگا وہ سب لوح محفوظ میں موجود ہے اور لوح محفوظ حضرت اسرافیل علیہ السلام کی دونوں آنکھوں کے سامنے ہے لیکن جب تک انہیں اجازت نہ ملے وہ اسے دیکھ نہیں سکتے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ لوح محفوظ کی پیشانی پر یہ عبارت ہے' کوئی معبود نہیں بجز اللہ تعالیٰ کے' وہ اکیلا ہے اس کا دین اسلام ہے' محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے ہیں اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اس کے وعدے کو سچا جانے اس کے رسولوں کی تابعداری کرے اللہ عالم اسے جنت میں داخل کرے گا۔ فرماتے ہیں یہ لوح محفوظ سفید موتی کی ہے اس کا طول آسمان وزمین کے درمیان کے برابر ہے اور اس کی چوڑائی مشرق ومغرب کے برابر ہے' اس کے دونوں کنارے موتی اور یاقوت کے ہیں اس کے دونوں پٹھے سرخ یاقوت کے ہیں اس کا قلم نور ہے اس کا کلام عرش کے ساتھ وابستہ ہے اس کی اصل فرشتے کی گود میں ہے [2] مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ اللہ کے عرش کے دائیں طرف ہے' طبرانی میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ کو سفید موتی سے پیدا کیا اس کے صفحے سرخ یاقوت کے ہیں اس کا قلم نور کا ہے اس کی کتاب نور کی ہے' اللہ تعالیٰ ہر دن تین سو ساٹھ مرتبہ اسے دیکھتا ہے' وہ پیدا کرتا ہے' روزی دیتا ہے' مارتا ہے' زندگی دیتا ہے عزت دیتا ہے ذلت دیتا ہے اور جو چاہے کرتا ہے۔ [3] الحمدللہ سورۂ بروج کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۃ الطارق

مسند احمد میں ہے کہ خالد بن ابوجبل عدوانی رضی اللہ عنہ نے ثقیف قبیلے کی مشرق کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لکڑی یا کمان پر ٹیک لگائے ہوئے اس پوری سورت کو پڑھتے سنا جبکہ آپ ان لوگوں سے مدد طلب کرنے کیلئے یہاں آئے تھے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اسے یاد کرلیا جب یہ ثقیف کے پاس واپس آئے تو ان سے پوچھا یہ کیا کہہ رہے

---

[1] [ضعیف جدا: شیخ عبدالرزاق مہدی فرماتے ہیں کہ یہ روایت مرسل ہے اور اس میں ابوبکر بن عیاش راوی صدوق کثیر الخطا ہے، اسی لیے متعدد اہل علم نے اسے ضعیف کہا ہے۔ نیز اس میں ابو اسحاق کا عنعنہ بھی ہے اور اس کا متن بھی منکر ہے۔]

[2] [لا اصل لہ: شیخ عبدالرزاق مہدی فرماتے ہیں کہ ابن عباسؓ سے اس کی کوئی اصل نہیں، نیز اس میں اسحاق بن بشیر راوی متہم بالکذب ہے۔ حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو موضوع کہتے ہیں۔]

[3] [ضعیف: طبرانی کبیر (۱۲۵۱۱)] اس میں محمد بن عثمان، زیاد اور لیث تین راوی ضعیف ہیں۔]

ہیں؟ یہ بھی اس وقت مشرک تھے انہوں نے بیان کیا تو جتنے قریش وہاں تھے جلدی سے بول پڑے کہ اگر یہ حق ہوتا تو کیا اب تک ہم نہ مان لیتے (1) نسائی میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے مغرب کی نماز میں سورۂ بقرہ یا سورۂ نساء پڑھی تو حضور ﷺ نے فرمایا اے معاذ! کیا تو فتنے میں ڈالنے والا ہے؟ کیا یہ تجھے کافی نہ تھا کہ ﴿وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ﴾ اور ﴿وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا﴾ اور ایسی ہی اور سورتیں پڑھ لیتا۔ (2)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ﴿1﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ﴿2﴾ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ﴿3﴾ اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا
عَلَيْهَا حَافِظٌ ﴿4﴾ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ﴿5﴾ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ﴿6﴾ يَّخْرُجُ مِنْ
بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ﴿7﴾ اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ﴿8﴾ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ﴿9﴾ فَمَا لَهٗ مِنْ
قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ﴿10﴾

بخشش کرنے والے مہربان کے نام سے شروع

قسم ہے آسمان کی اور اندھیرے میں روشن ہونے والے کی ○ تجھے معلوم بھی ہے کہ وہ رات کو نمودار ہونے والی چیز کیا ہے ○ وہ روشن ستارہ ہے ○ کوئی ایسا نہیں جس پر نگہبان فرشتہ نہ ہو ○ انسان کو دیکھنا چاہئے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے ○ وہ ایک اچھلتے پانی سے پیدا کیا گیا ہے ○ جو پیٹھ اور سینے کے درمیان سے نکلتا ہے ○ بیشک وہ اسے پھیر لانے پر یقیناً قدرت رکھنے والا ہے ○ جس دن پوشیدہ بھید کھل پڑیں گے ○ تو نہ کوئی زور چلے نہ کوئی مددگار ہو ○

انسان کی تخلیق: اللہ تعالیٰ آسمانوں کی اور ان کے روشن ستاروں کی قسم کھاتا ہے طارق کی تفسیر چمکتے ستارے سے کی ہے وجہ یہ ہے کہ دن کو چھپے رہتے ہیں اور رات کو ظاہر ہو جاتے ہیں۔ ایک صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا کہ کوئی اپنے گھر رات کے وقت بے خبر آ جائے (3) یہاں بھی لفظ طروق ہے' آپ کی ایک دعا

---

(1) [**ضعیف**: مسند احمد (۴/۳۳۵) طبرانی کبیر (۴۱۲۶-۴۱۲۷) صحیح ابن خزیمۃ (۱۷۷۸)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعۃ الحدیثیۃ (۱۸۱۹۰)] اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن خالد عدوانی راوی مجہول ہے اور عبداللہ بن عبدالرحمٰن طائفی بھی کمزور ہے۔ شیخ عبدالرزاق مہدی بھی اس روایت کو ضعیف کہتے ہیں۔]

(2) [**صحیح**: نسائی: کتاب الافتتاح: باب القراءۃ فی العشاء الاخرہ سبح اسم ربک الاعلی (۹۹۸) وفی التفسیر (۶۷۲)] شیخ البانی نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔ [صحیح نسائی، صحیح ابوداود (۷۵۶)] شیخ عبدالرزاق مہدی بھی اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔ جبکہ حافظ زبیر علی زئی فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے، اعمش مدلس کا عنعنہ ہے۔]

(3) [**صحیح**: صحیح بخاری: کتاب العمرۃ: باب لایطرق اھلہ اذا بلغ المدینۃ (۱۸۰۱) صحیح مسلم: کتاب الامارۃ: باب کراھۃ الطروق وھو الدخول لیلا لمن وردہ من سفر (۱۹۲۸) ابوداود: کتاب الجھاد: باب فی الطروق (۲۷۷۶) مسند احمد (۳/۲۹۹)]

میں بھی طارق کا لفظ آیا ہے [1] ثاقب کہتے ہیں چمکیلے اور روشن ستارے کو جو شیطان پر گرتا ہے اور اسے جلا دیتا ہے ہر شخص پر اللہ کی طرف سے ایک محافظ مقرر ہے جو اسے آفات سے بچاتا ہے جیسے اور جگہ ہے ﴿لَهُ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ﴾ [2] یعنی آگے پیچھے سے باری باری آنے والے فرشتے جو اللہ کے حکم سے بندے کی حفاظت کرتے ہیں' انسان کی ضعیفی کا بیان ہو رہا ہے کہ دیکھو تو اس کی اصل کیا ہے؟ اور گویا اس میں نہایت باریکی کے ساتھ قیامت کا یقین دلایا گیا ہے کہ جو ابتدائی پیدائش پر قادر ہے وہ لوٹانے پر قادر کیوں نہ ہوگا؟ جیسے فرمایا ﴿وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ﴾ [3] یعنی جس نے پہلے پیدا کیا وہ ہی دوبارہ لوٹائے گا اور یہ اس پر بہت ہی آسان ہے' انسان اچھلنے والے پانی یعنی عورت مرد کی منی سے پیدا کیا گیا ہے' جو مرد کی پیٹھ سے اور عورت کی چھاتی سے نکلتی ہے عورت کا یہ پانی زرد رنگ کا اور پتلا ہوتا ہے اور دونوں سے بچہ کی پیدائش ہوتی ہے تـریـبـہ' کہتے ہیں ہار کی جگہ کو' کندھوں سے لے کر سینے تک کو بھی کہا گیا ہے اور نرخرے سے نیچے کو بھی کہا گیا ہے اور چھاتیوں سے اوپر کے حصہ کو بھی کہا گیا ہے اور نیچے کی طرف چار پسلیوں کو بھی کہا گیا ہے اور دونوں چھاتیوں اور دونوں پیروں اور دونوں آنکھوں کے درمیان کو بھی کہا گیا ہے' دل کے نچوڑ کو بھی کہا گیا ہے' سینہ اور پیٹھ کے درمیان کو بھی کہا جاتا ہے وہ اس کے لوٹانے پر قادر ہے یعنی نکلے ہوئے پانی کو اس کی جگہ واپس پہنچا دینے پر اور یہ مطلب کہ اسے دوبارہ پیدا کر کے آخرت کی طرف لوٹانے پر بھی۔ پچھلا قول ہی اچھا ہے' اور یہ دلیل کئی مرتبہ بیان ہو چکی ہے پھر فرمایا کہ قیامت کے دن پوشیدگیاں کھل جائیں گی' راز ظاہر ہو جائیں گے بھید آشکارا ہو جائیں گے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ہر غدار کی رانوں کے درمیان اس کے غدر کا جھنڈا گاڑ دیا جائے گا اور اعلان ہو جائے گا کہ یہ فلاں بن فلاں کی غداری ہے [4] اس دن نہ تو خود انسان کو کوئی قوت حاصل ہوگی نہ اس کا کوئی مددگار کوئی اور کھڑا ہوگا یعنی نہ تو خود اپنے آپ کو عذابوں سے بچا سکے گا نہ کوئی اور ہوگا جو اسے اللہ کے عذاب سے بچا سکے۔

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ﴿۱۱﴾ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ﴿۱۲﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ﴿۱۳﴾ وَّمَا هُوَ
بِالْهَزْلِ ﴿۱۴﴾ اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ﴿۱۵﴾ وَّاَكِيْدُ كَيْدًا ﴿۱۶﴾ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ
رُوَيْدًا ﴿۱۷﴾

ع ۱۱

بارش والے آسمان کی قسم ○ اور پھٹنے والی زمین کی قسم ○ بیشک یہ قرآن البتہ دوٹوک فیصلہ کرنے والا کلام ہے ○ یہ ہنسی کی اور بے فائدہ بات نہیں ○ البتہ کافر داؤ گھات میں ہے ○ اور میں بھی داؤ کر رہا ہوں ○ تو کافروں کو مہلت دے انہیں

---

[1] [حسن : مسند احمد (۴۱۹/۳) مسند ابو یعلی (۶۸۴۴)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [صحیح الترغیب (۱۶۰۲) السلسلة الصحیحة (۲۹۹۵)] شیخ عبدالرزاق مہدی بھی اسے حسن کہتے ہیں۔]

[2] [سورۃ الرعد: آیت ۱۱] [3] [سورۃ الروم : آیت ۲۷]

[4] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الادب : باب ما یدعی الناس بابائهم (۶۱۷۸) صحیح مسلم : کتاب الجهاد : باب تحریم الغدر (۱۷۳۵) ابو داؤد (۲۷۵۶) مسند احمد: (۵۶/۲)]

قرآن کریم کی صداقت: ﴿رَجۡعٌ﴾ کے معنی بارش بارش والے بادل برسنے ہر سال بندوں کی روزی لوٹا نے والے جس کے بغیر انسان اور ان کے جانور ہلاک ہو جائیں سورج چاند اور ستاروں کے ادھر ادھر لوٹنے کے مروی ہیں زمین پھٹتی ہے تو دانے گھاس اور چارہ نکلتا ہے۔ یہ قرآن حق ہے عدل کا مظہر ہے یہ کوئی عذر قصہ باتیں نہیں کافر اسے جھٹلاتے ہیں اللہ کی راہ سے لوگوں کو روکتے ہیں طرح طرح کے مکروفریب سے لوگوں کو قرآن کے خلاف اکساتے ہیں اے نبی ﷺ تو انہیں ذرا سی ڈھیل دے پھر عنقریب دیکھ لے گا کیسے کیسے بدترین عذابوں میں پکڑے جاتے ہیں جیسے اور جگہ ہے ﴿نُمَتِّعُهُمْ قَلِيلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ إِلَىٰ عَذَابٍ غَلِيظٍ﴾ (1) یعنی ہم انہیں کچھ یونہی سا فائدہ دیں گے پھر نہایت سخت عذاب کی طرف انہیں بے بس کر دیں گے۔ الحمدللہ سورۂ طارق کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورہ اعلیٰ

نماز وتر کی سورتیں: اس سورت کے مکی ہونے کی دلیل یہ حدیث ہے صحیح بخاری شریف میں ہے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اصحاب رسول اللہ ﷺ میں سے سب سے پہلے ہمارے پاس حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن ام مکتوم رحمہ اللہ آئے ہمیں قرآن پڑھانا شروع کیا پھر حضرت عمار حضرت بلال حضرت سعد رضی اللہ عنہم آئے پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ بیس صحابیوں کو لے کر آئے۔ میں نے اہل مدینہ کو کسی چیز پر اس قدر خوش نہیں ہوتے دیکھا جتنے اس پر خوش ہوئے یہاں تک کہ چھوٹے بچے اور نابالغ لڑکے بھی پکار اٹھے کہ یہ ہیں رسول اللہ ﷺ آپ تشریف لائے آپ کے اس آنے سے پہلے ہی میں نے یہ سورت ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ﴾ اسی جیسی اور سورتوں کے ساتھ یاد کر لی تھی (2) مسند احمد میں ہے کہ یہ سورت حضور ﷺ کو بہت محبوب تھی (3) بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تو نے سورۂ ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ اور ﴿وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا﴾ اور ﴿وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَىٰ﴾ کے ساتھ نماز کیوں نہ پڑھائی؟ (4) مسند احمد میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ اور ﴿هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ﴾ دونوں عیدوں کی نمازوں میں پڑھا کرتے تھے اور جمعہ والے دن اگر عید ہوتی تو عید میں

---

(1) [سورة لقمان: آیت ٢٤]

(2) [صحیح: صحیح بخاری: كتاب التفسير: باب سوره سبح اسم ربك الاعلى (٤٩٤١)]

(3) [ضعیف: مسند احمد (٩٦/١)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اس کی سند میں ثویر بن ابی فاختہ راوی متروک ہے۔ [مجمع الزوائد (١٣٩/٧)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (٧٤٢)] شیخ عبدالرزاق مہدی بھی اس کی سند کو ثویر راوی کی وجہ سے ضعیف کہتے ہیں۔ حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔]

(4) [صحیح: صحیح بخاری: كتاب الاذان: باب ما شكا امامه اذا طول (٧٠٥) صحیح مسلم: كتاب الصلوة: باب القراءة في العشاء (٤٦٥)]

اور جمعہ میں دونوں میں انہی سورتوں کو پڑھتے۔ یہ حدیث صحیح مسلم میں بھی ہے ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی میں بھی ہے ابن ماجہ وغیرہ میں بھی مروی ہے۔ (۱) مسند احمد میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وتر نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى﴾ اور ﴿قُلْ يَاۤاَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ﴾ اور ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ پڑھتے تھے' ایک اور روایت میں اتنی زیادتی بھی ہے کہ سورۂ معوذ تین یعنی ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ اور ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ بھی پڑھتے تھے (۲) یہ حدیث بھی بہت سے صحابیوں رضی اللہ عنہم سے بہت سے طریق کے ساتھ مروی ہے ہمیں اگر کتاب کے طویل ہو جانے کا خوف نہ ہوتا تو ان سندوں کو اور ان تمام روایتوں کے الفاظ کو جہاں تک میسر ہوتے نقل کرتے لیکن جتنا کچھ اختصار کے ساتھ بیان کر دیا یہ بھی کافی ہے۔ واللہ اعلم۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۝۱ الَّذِيْ خَلَقَ فَسَوّٰى ۝۲ وَالَّذِيْ قَدَّرَ فَهَدٰى ۝۳ وَالَّذِيْٓ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى ۝۴ فَجَعَلَهٗ غُثَاۗءً اَحْوٰى ۝۵ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى ۝۶ اِلَّا مَا شَاۗءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى ۝۷ وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى ۝۸ فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ۝۹ سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى ۝۱۰ وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ۝۱۱ الَّذِيْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى ۝۱۲ ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ۝۱۳

بخشش کرنے والے مہربان اللہ کے نام سے شروع

اپنے بہت ہی بلند اللہ کے نام کی پاکیزگی بیان کر ○ جس نے پیدا کیا اور صحیح سالم بنایا ○ اور جس نے تقدیر مقرر کی پھر راہ دکھائی ○ اور جس نے تازہ گھاس پیدا کی ○ پھر اس نے سکھا کر سیاہ کوڑا کر دیا ○ ہم تجھے پڑھائیں گے پھر نہ تو بھولے گا ○ مگر جو کچھ اللہ چاہے' وہ ظاہر اور پوشیدہ کو جانتا ہے ○ ہم تجھے سہج سہج آسانی تک پہنچا دیں گے ○ تو نصیحت کرتا رہ اگر نصیحت کچھ فائدہ دے ○ ڈرنے والے تو عبرت حاصل کر لیں گے ○ ہاں یہ بدبخت لوگ اس سے دور رہ جائیں گے ○ جو بڑی

---

(۱) [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الجمعة : باب ما یقراء فی صلاة الجمعة (۸۷۸) ترمذی : کتاب الصلاة : باب ما جآء فی القراءة فی العیدین (۵۳۳) نسائی : کتاب الجمعة : باب ذکر الاختلاف علی نعمان بن بشیر فی القراءة فی صلاة الجمعة (۱۴۲۵) ابن ماجه : کتاب اقامة الصلاة والسنة فیها : باب ما جآء فی القراءة فی صلاة العیدین (۱۲۸۱)نسائی : کتاب صلاة العیدین : باب القراة فی العیدین سبح اسم ربك الاعلی و هل اتك حدیث الغاشیه (۱۵۶۹)]

(۲) [صحیح : مسند احمد (۱۲۳/۵)ابو داؤد : کتاب الوتر : باب ما یقراء فی الوتر (۱۴۲۳) ابن ماجه : کتاب اقامة الصلوة والسنة فیها : باب ما جآء فیما یقراء فی الوتر (۱۱۷۱) ترمذی : کتاب الوتر : باب ما جآء فی ما یقرأ به فی الوتر (۴۶۳) مستدرك حاکم (۳۰۵/۱)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود]

مسند احمد میں ہے عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آیت ﴿فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ﴾ اتری تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے تم اپنے رکوع میں کرلو جب ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى﴾ اتری تو آپ نے فرمایا اسے اپنے سجدے میں کرلو[1] ابوداؤد وغیرہ کی حدیث میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى﴾ پڑھتے تو کہتے ﴿سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلَى﴾[2] حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی یہ مروی ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے' اور آپ جب ﴿لَا اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ﴾ پڑھتے اور آخری آیت ﴿اَلَيْسَ ذَالِكَ بِقَادِرٍ عَلَى اَنْ يُّحْيِيَ الْمَوْتٰى﴾[3] پر پہنچتے تو فرماتے ((سُبْحَانَكَ وَبَلٰى))[4] اللہ تعالیٰ یہاں ارشاد فرماتا ہے اپنے بلندیوں والے' پرورش کرنے والے' اللہ کے پاک نام کی پاکیزگی اور تسبیح بیان کرو جس نے تمام مخلوق کو پیدا کیا اور سب کو اچھی ہیئت بخشی انسان کو سعادت شقاوت کے چہرے دکھا دیئے اور جانور کو چرنے چگنے وغیرہ کے سامان مہیا کئے جیسے اور جگہ ہے ﴿رَبُّنَا الَّذِيْ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى﴾[5] یعنی ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی پیدائش عطا فرمائی پھر رہبری کی' صحیح مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ زمین آسمان کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی تقدیر لکھی اس کا عرش پانی پر تھا[6] جس میں ہر قسم کے نباتات اور کھیت نکالے پھر ان سرسبز چاروں کو خشک اور سیاہ رنگ کر دیا' بعض عارفان کلام عرب نے کہا ہے کہ یہاں بعض الفاظ جو ذکر میں موخر ہیں معنی کے لحاظ سے مقدم ہیں یعنی مطلب یہ ہے کہ جس نے گھاس چارہ سبز رنگ سیاہی مائل پیدا کیا پھر اسے خشک کر دیا' گو یہ معنی بھی بن سکتے ہیں لیکن کچھ ٹھیک نظر نہیں آتے کیونکہ مفسرین کے اقوال کے خلاف ہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ تجھے ہم اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایسا پڑھائیں گے جسے تو بھولے نہیں ہاں اگر خود اللہ کوئی آیت بھلا دینا چاہے تو اور بات ہے۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ تو اسی مطلب کو پسند کرتے ہیں۔[7] اور مطلب اس آیت کا یہ ہے کہ جو قرآن تجھے پڑھاتے ہیں اسے نہ بھول' ہاں جسے ہم خود

---

[1] [ضعیف : ابو داؤد : کتاب الصلوۃ : باب باب ما یقول الرجل فی رکوعه و سجوده (۸٦۹) ابن ماجه : کتاب اقامة الصلوة : باب التسبیح فی الرکوع والسجود (۸۸۷)] شیخ البانیؒ اسے ضعیف کہتے ہیں۔[ضعیف ابو داود ، ضعیف ابن ماجه] شیخ عبدالرزاق مہدی فرماتے ہیں کہ یہ روایت ضعف کے زیادہ قریب ہے۔]

[2] [صحیح : مسند احمد (۲۳۲/۱) ابو داؤد : کتاب الصلوة : باب الدعاء فی الصلوة (۸۸۳)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابو داود] شیخ عبدالرزاق مہدی اسے حسن کہتے ہیں۔ جبکہ حافظ زبیر علی زئی نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔]

[3] [سورة القیامة: آیت ٤٠]

[4] [تفسیر ابن جریر الطبری (۵٤۲/۱۲)]

[5] [سورة طه : آیت ۵۰]

[6] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب القدر : باب حجاج آدم و موسی (۲٦۵۳) ترمذی : کتاب القدر : باب ما جاء فی حجاج آدم و موسیٰ (۲۱۳٤) مسند احمد (۱٦۹/۲)]

[7] [تفسیر ابن جریر الطبری (۵٤٤/۱۲)]

منسوخ کر دیں اس کی اور بات ہے' اللہ پر بندوں کے چھپے' کھلے اعمال' احوال' عقائد سب ظاہر ہیں۔ ہم تجھے بھلائی کے کام' اچھی باتیں' شرعی امر آسان کر دیں گے نہ ان میں کجی ہوگی نہ سختی نہ جرم ہوگا تو نصیحت کر اگر نصیحت فائدے دے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نالائقوں کو نہ سکھانا چاہئے جیسے کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر تم دوسروں کے ساتھ وہ باتیں کرو گے جو ان کی عقل میں نہ آسکیں تو نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہاری بھلی باتیں ان کے لیے بری بن جائیں گی اور باعث فتنہ ہو جائیں گی۔ بلکہ لوگوں سے ان کی سمجھ کے مطابق بات چیت کرو تا کہ لوگ اللہ اور اس کے رسول کو نہ جھٹلائیں۔ پھر فرمایا کہ اس سے نصیحت وہ حاصل کرے گا جس کے دل میں اللہ کا خوف ہے جو اس کی ملاقات پر یقین رکھتا ہے اور اس سے عبرت و نصیحت حاصل نہیں کر سکتا جو بد بخت ہو جو جہنم میں جانے والا ہو جہاں نہ تو راحت کی زندگی نہ بھلی موت ہے بلکہ وہ لازوال عذاب اور دائمی برائی ہے اس میں طرح طرح کے عذاب اور بدترین سزائیں ہیں' مسند احمد میں ہے کہ جو اصلی جہنمی ہیں انہیں نہ تو موت آئے گی نہ کار آمد زندگی ملے گی۔ ہاں جن کے ساتھ اللہ کا ارادہ رحمت کا ہے وہ آگ میں گرتے ہی جل کر مر جائیں گے پھر سفارشی لوگ جائیں گے اور ان میں سے اکثر کو چھڑا لائیں گے پھر نہر حیات میں ڈال دیئے جائیں گے جنتی نہروں کا پانی ان پر ڈالا جائے گا اور وہ اس طرح جی اٹھیں گے جس طرح دانہ نالی کے کنارے کوڑے پر اگ آتا ہے کہ پہلے سبز ہوتا ہے پھر زرد پھر ہرا۔ لوگ کہنے لگے حضور ﷺ تو اس طرح بیان فرماتے ہیں جیسے آپ جنگل سے واقف ہوں (1) یہ حدیث مختلف الفاظ سے بہت سی کتب میں مروی ہے' قرآن کریم میں اور جگہ وارد ہے ﴿وَنَادَوْا يَا مَالِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ﴾ (2) الخ' یعنی جہنمی لوگ پکار پکار کر کہیں گے کہ اے مالک داروغہ جہنم اللہ سے کہہ کہ وہ ہمیں موت دے دے جواب ملے گا تم تو اب اسی میں پڑے رہنے والے ہو۔ اور جگہ ہے ﴿لَا يُقْضَىٰ عَلَيْهِمْ فَيَمُوتُوا﴾ (3) الخ' یعنی نہ تو ان کو موت آئے گی نہ عذاب کم ہوں گے اور بھی اس معنی کی آیتیں ہیں۔

قَدْ أَفْلَحَ مَن تَزَكَّىٰ ﴿١٤﴾ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ ﴿١٥﴾ بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ﴿١٦﴾
وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ﴿١٧﴾ إِنَّ هَٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُولَىٰ ﴿١٨﴾ صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ
وَمُوسَىٰ ﴿١٩﴾ ع

ع ۱۹ ۱۲

بیشک ان لوگوں نے فلاح پالی جو پاک ہو گئے ○ اور جنہوں نے اپنے رب کا نام یاد رکھا اور نماز پڑھتے رہے ○ لیکن تم تو دنیا کا جینا سامنے رکھتے ہو ○ اور آخرت بہت بہتر اور بہت فائدے والی ہے ○ یہ باتیں پہلی کتابوں میں بھی ہیں ○ ابراہیم اور موسیٰ کی کتابوں میں بھی ○

---

(1) [صحیح : مسند احمد (۳/۵) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب اثبات الشفاعة واخراج الموحدین من النار (۱۸۵) ابن ماجه (۴۳۰۹)]

(2) [سورة الزخرف : آیت ۷۷]

(3) [سورة فاطر : آیت ۳۶]

تزکیہ کرنے والا فلاح پا گیا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس نے رذیل اخلاق سے اپنے آپ کو پاک کرلیا' احکام اسلام کی تابعداری کی' نماز کو ٹھیک وقت پر قائم رکھا' صرف اللہ تعالیٰ کی رضا مندی اور اس کی خوشنودی کے طلب کرنے کیلئے اس نے نجات اور فلاح پالی' رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کر کے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے وحدہ لاشریک ہونے کی گواہی دے اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرے اور میری رسالت کو مان لے اور پانچوں وقت کی نمازوں کی پوری طرح حفاظت کرے وہ نجات پا گیا (بزار) [1] ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد پانچ وقت کی نماز ہے' حضرت ابوالعالیہ رحمہ اللہ نے ایک مرتبہ ابوخلدہ رحمہ اللہ سے فرمایا کہ کل جب عیدگاہ جاؤ تو مجھ سے ملتے جانا' جب میں گیا تو مجھ سے کہا کچھ کھا لیا ہے؟ میں نے کہا ہاں' فرمایا نہا چکے ہو؟ میں نے کہا ہاں' فرمایا زکوۃ فطر ادا کر چکے ہو؟ میں نے کہا ہاں' فرمایا بس یہی کہنا تھا کہ اس آیت میں یہی مراد ہے۔ اہل مدینہ فطرہ سے اور پانی پلانے سے افضل اور کوئی صدقہ نہیں جانتے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ بھی لوگوں کو فطرہ ادا کرنے کا حکم کرتے پھر اسی آیت کی تلاوت کرتے' حضرت ابوالاحوص رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب تم میں سے کوئی نماز کا ارادہ کرے اور کوئی سائل آجائے تو اسے خیرات دے دے پھر یہی آیت پڑھی۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس نے اپنے مال کو پاک کرلیا اور اپنے رب کو راضی کرلیا' پھر ارشاد ہے کہ تم دنیا کی زندگی کو آخرت کی زندگی پر ترجیح دے رہے ہو اور دراصل تمہاری مصلحت تمہارا نفع اخروی زندگی کو دنیوی زندگی پر ترجیح دینے میں ہے۔ دنیا ذلیل ہے' فانی ہے' آخرت شریف ہے' باقی ہے۔ کوئی عاقل ایسا نہیں کرسکتا کہ فانی کو باقی کی جگہ اختیار کرلے اور اس فانی کے انتظار میں پڑ کر اس باقی اہتمام کو چھوڑ دے' مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں دنیا اس کا گھر ہے جس کا گھر آخرت میں نہ ہو' دنیا اس کا مال ہے جس کا مال وہاں نہ ہو۔ اسے جمع کرنے کے پیچھے لگتے ہیں جو بیوقوف ہیں۔ [2]

ابن جریر میں ہے کہ حضرت عرفجہ ثقفی اس سورت کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس پڑھ رہے تھے جب یہ آیت پر پہنچے تو تلاوت چھوڑ کر اپنے ساتھیوں سے فرمانے لگے کہ سچ ہے ہم نے دنیا کو آخرت پر ترجیح دی لوگ خاموش رہے تو آپ نے پھر فرمایا کہ اس لئے کہ ہم دنیا کے گرویدہ ہوگئے کہ یہاں کی زینت کو' یہاں کی عورتوں کو' یہاں کے کھانے پینے کو ہم نے دیکھ لیا آخرت نظروں سے اوجھل ہے اس لئے ہم نے اس سامنے والی کی طرف توجہ کی اور اس نظر نہ آنے والی سے آنکھیں پھیرلیں۔ یا تو یہ فرمان حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بطور تواضع کے ہے یا جنس انسان کی بابت فرماتے ہیں۔ واللہ علم۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جس نے دنیا سے محبت کی اس نے اپنی آخرت کو نقصان پہنچایا اور جس نے آخرت سے محبت رکھی اس نے دنیا کو نقصان پہنچایا تم اے لوگو! باقی رہنے والی کو فنا

---

[1] [ضعیف : مسند بزار (٢٢٨٤) مجمع الزوائد (١١٤٨٨)] اس میں عباد عرزمی راوی متروک ہے۔]

[2] [ضعیف : مسند احمد (٦/٧١)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (٢٤٤١٩)] شیخ البانیؒ نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف الترغیب (١٨٨٤)]

ہونے والی پر ترجیح دو (مسند احمد) [1] پھر فرماتا ہے کہ ابراہیم اور موسیٰ علیہما السلام کے صحیفوں میں بھی یہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ یہ سب بیان ان صحیفوں میں بھی تھا [2] نسائی میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور جب آیت ﴿وَاِبۡرٰهِيۡمَ الَّذِيۡ وَفّٰۤى﴾ [3] نازل ہوئی تو فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ایک کا بوجھ دوسرے کو نہ اٹھانا ہے، سورۂ نجم میں ہے ﴿اَمۡ لَمۡ يُنَبَّاۡ بِمَا فِىۡ صُحُفِ مُوۡسٰى﴾ [4] آخری مضمون تک کی تمام آیتیں یعنی یہ سب احکام اگلی کتابوں میں بھی تھے، اس طرح یہاں بھی مراد ﴿سَبِّحِ اسۡمَ﴾ کی یہ آیتیں ہیں بعض نے پوری سورت کہی، بعض نے ﴿قَدۡ اَفۡلَحَ﴾ سے ﴿اَبۡقٰى﴾ تک کہا ہے، زیادہ قوی یہی قول معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔ الحمدللہ سورۂ سبح کی تفسیر ختم ہوئی۔ وللہ الحمد والمنة وبه التوفيق والعصمة۔

تفسیر سورة الغاشیه

یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سبح اسم اور غاشیہ کو نماز عیدین اور جمعہ میں پڑھتے تھے، موطا امام مالک میں ہے کہ جمعہ کے دن پہلی رکعت میں سورۂ جمعہ اور دوسری میں ﴿هَلۡ اَتٰٮكَ حَدِيۡثُ الۡغَاشِيَةِ﴾ پڑھتے تھے (ابوداؤد) صحیح مسلم، ابن ماجہ اور نسائی میں بھی یہ حدیث ہے۔ [5]

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ
هَلۡ اَتٰٮكَ حَدِيۡثُ الۡغَاشِيَةِ ؕ‏ ﴿۱﴾ وُجُوۡهٌ يَّوۡمَٮِٕذٍ خَاشِعَةٌ ۙ‏ ﴿۲﴾ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۙ‏ ﴿۳﴾ تَصۡلٰى نَارًا
حَامِيَةً ۙ‏ ﴿۴﴾ تُسۡقٰى مِنۡ عَيۡنٍ اٰنِيَةٍ ؕ‏ ﴿۵﴾ لَيۡسَ لَهُمۡ طَعَامٌ اِلَّا مِنۡ ضَرِيۡعٍ ۙ‏ ﴿۶﴾ لَّا يُسۡمِنُ وَلَا
يُغۡنِىۡ مِنۡ جُوۡعٍ ؕ‏ ﴿۷﴾

اللہ تعالیٰ رحمٰن ورحیم کے نام سے شروع

کیا تجھے بھی چھپا لینے والی قیامت کی خبر پہنچی ہے؟ ○ اس دن بہت سے چہرے ذلیل ہوں گے ○ جو عمل کرنے والے محنتیں

---

[1] [حسن لغیره : مسند احمد (٤١٢/٤) مستدرك حاكم (٣٠٨/٤) بغوى فى شرح السنة (٢٣٨/١٤) ابن حبان (٤٨٦/٢) بيهقى فى شعب الايمان (٢٨٨/٧) وفى السنن الكبرى (٣٧٠/٣) القضاعى فى مسند الشهاب (٢٥٨/١)] امام حاکمؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن لغیرہ کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (١٩٦٩٨)] شیخ البانیؒ اسے صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔ [صحيح الترغيب (٣٢٤٧)] تاہم شیخ عبدالرزاق مہدی اور حافظ زبیر علی زئی اسے انقطاع کی وجہ سے ضعیف کہتے ہیں۔]

[2] [ضعیف : مسند بزار (٢٢٨٥) مجمع الزوائد (١١٤٨٩)] شیخ عبدالرزاق مہدی فرماتے ہیں کہ اس میں عطاء بن سائب راوی مختلط ہے اس لیے یہ سند ضعیف ہے۔]

[3] [سورة النجم : آيت ٣٦] [4] [سورة النجم : آيت ٣٦]

[5] [صحيح : صحيح مسلم : كتاب الجمعة : باب ما يقراء فى صلاة الجمعة (٨٧٨) ترمذى (٥٣٣) ابن ماجه (١٢٨١) نسائى (١٥٦٩)]

اٹھانے والے تھے ○ جو دہکتی ہوئی آگ میں جائیں گے ○ جو نہایت گرم چشمے کا پانی پلائے جائیں گے ○ ان کیلئے سوائے کانٹوں دار درخت کے اور کچھ کھانا نہ ہوگا' جو نہ بدن بڑھائے نہ بھوک مٹائے ○

قیامت کا ایک نام ڈھانپنے والی: غاشیہ قیامت کا نام ہے اس لئے کہ وہ سب پر آئے گی سب کو گھیرے ہوئے ہوگی اور ہر ایک کو ڈھانپ لے گی' ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کہیں جا رہے تھے کہ ایک عورت کی قرآن پڑھنے کی آواز آئی آپ کھڑے ہو کر سننے لگے اس نے یہی آیت ﴿هَلْ أَتٰكَ﴾ پڑھی یعنی کیا تیرے پاس ڈھانپ لینے والی قیامت کی بات پہنچی ہے؟ تو آپ نے جواباً فرمایا ((نَعَمْ قَدْ جَآءَنِیْ)) یعنی ہاں میرے پاس پہنچ چکی ہے۔

اس دن بہت سے لوگ ذلیل چہروں والے ہوں گے پستی ان پر برس رہی ہوگی ان کے اعمال غارت ہو گئے ہوں گے۔ انہوں نے تو بڑے بڑے عمل کئے تھے سخت تکلیفیں اٹھائی تھیں وہ آج بھڑکتی ہوئے آگ میں داخل ہو گئے' ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک خانقاہ کے پاس سے گزرے وہاں کے راہب کو آواز دی وہ حاضر ہوا آپ اسے دیکھ کر روئے لوگوں نے پوچھا حضرت کیا بات ہے؟ تو فرمایا اسے دیکھ کر یہ آیت یاد آ گئی کہ عبادت اور ریاضت کرتے ہیں لیکن آخر جہنم میں جائیں گے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس سے مراد نصرانی ہیں عکرمہ' اور سدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دنیا میں گناہوں کے کام کرتے رہے اور آخرت میں عذاب کی اور مار کی تکلیفیں برداشت کریں گے' یہ سخت بھڑکنے والی جلتی تپتی آگ میں جائیں گے' جہاں سوائے ضریع کے اور کچھ کھانے کو نہ ملے گا' جو آگ کا درخت ہے یا جہنم کا پتھر ہے یہ تھوہر کی بیل ہے اس میں زہریلے کانٹے دار پھل لگتے ہیں یہ بدترین کھانا ہے اور نہایت ہی برا' نہ بدن بڑھائے نہ بھوک مٹائے یعنی نہ نفع پہنچے نہ نقصان دور ہو۔

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ﴿٨﴾ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ﴿٩﴾ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ﴿١٠﴾ لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً ﴿١١﴾ فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ﴿١٢﴾ فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ ﴿١٣﴾ وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ ﴿١٤﴾ وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ ﴿١٥﴾ وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ ﴿١٦﴾

بہت چہرے اس دن تروتازہ اور آسودہ حال ہوں گے ○ اپنے اعمال سے خوش ہوں گے ○ بلند و بالا جنتوں میں ہوں گے ○ جہاں کوئی بیہودہ بات کان میں نہ پڑے گی ○ جہاں چشمے جاری ہوں گے ○ جہاں اونچے اونچے تخت ہوں گے ○ اور آبخورے رکھے ہوئے ہوں گے ○ اور تکئے ہوں گے ایک قطار میں لگے ہوئے ○ اور مخملی مسندیں پھیلی پڑی ہوں گی ○

نیکوں کا بدلہ جنت: اور چونکہ بدکاروں کا بیان اور ان کے عذابوں کا ذکر ہوا تھا' تو یہاں نیک کاروں اور ان کے ثوابوں کا بیان ہو رہا ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ اس دن بہت سے چہرے ایسے بھی ہوں گے جس پر خوشی اور آسودگی کے آثار ظاہر ہوں گے یہ اپنے اعمال سے خوش ہوں گے' جنتوں کے بلند بالا خانوں میں ہوں گے جس میں کوئی لغو

بات کان میں نہ پڑے گی۔ جیسے فرمایا ﴿لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا إِلَّا سَلَامًا﴾ [1] اس میں سوائے سلامتی اور اسلام کے کوئی بری بات نہ سنیں گے اور فرمایا ﴿لَا لَغْوٌ فِيهَا وَلَا تَأْثِيمٌ﴾ [2] نہ اس میں بیہودگی ہے نہ گناہ کی باتیں۔ اور فرمایا ہے ﴿لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا تَأْثِيمًا ○ إِلَّا قِيلًا سَلَامًا سَلَامًا﴾ [3] نہ اس میں فضول گوئی سنیں گے نہ بری باتیں سوائے سلام ہی سلام کے اور کچھ نہ ہوگا' اس میں بہتی ہوئی نہریں ہوں گی۔ یہاں نکرہ اثبات کے سیاق میں ہے' ایک ہی نہر مراد نہیں بلکہ جنس نہر مراد ہے یعنی نہریں بہتی ہوں گی۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جنت کی نہریں مشک کے پہاڑوں کے ٹیلوں سے نکلتی ہیں ان میں اونچے اونچے بلند و بالا تخت ہیں جن پر بہترین فرش ہیں [4] اور ان کے پاس حوریں بیٹھی ہوئی ہیں گو یہ تخت بہت اونچے اور ضخامت والے ہیں لیکن جب یہ اللہ کے دوست ان پر بیٹھنا چاہیں گے تو وہ جھک جائیں گے' شراب کے بھرپور جام ادھر ادھر قرینے سے چنے ہوئے ہیں جو چاہے جس قسم کا چاہے جس مقدار میں چاہے لے لے اور پی لے اور تکئے ایک قطار میں لگے ہوئے اور ادھر ادھر بہترین بستر اور فرش باقاعدہ بچھے ہوئے ہیں' ابن ماجہ وغیرہ میں حدیث ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کوئی ہے جو تہبند چڑھائے جنت کی تیاری کرے اس جنت کی جس کی لمبائی چوڑائی بے حساب ہے' رب کعبہ کی قسم وہ ایک چمکتا ہوا نور ہے' وہ ایک لہلہاتا ہوا سبزہ ہے' وہ بلند و بالا محلات ہیں' وہ بہتی ہوئی نہریں ہیں' وہ بکثرت ریشمی حلے ہیں' وہ پکے پکائے عمدہ پھل ہیں' وہ ہمیشگی والی جگہ ہے' وہ سراسر میوہ جات سبزہ راحت اور نعمت ہے' وہ تر و تازہ بلند و بالا جگہ ہے سب لوگ بول اٹھے کہ ہم سب اس کے خواہش مند ہیں اور اس کیلئے تیاری کریں گے فرمایا ان شاء اللہ کہو صحابہ کرام نے ان شاء اللہ کہا۔ [5]

أَفَلَا يَنظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ﴿١٧﴾ وَإِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ﴿١٨﴾ وَإِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ﴿١٩﴾ وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ﴿٢٠﴾ فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنتَ مُذَكِّرٌ ﴿٢١﴾ لَّسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ ﴿٢٢﴾ إِلَّا مَن تَوَلَّىٰ وَكَفَرَ ﴿٢٣﴾ فَيُعَذِّبُهُ اللَّهُ الْعَذَابَ الْأَكْبَرَ ﴿٢٤﴾ إِنَّ إِلَيْنَا إِيَابَهُمْ ﴿٢٥﴾ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُم ﴿٢٦﴾ ع

ع ۱۴ الغاشیۃ

کیا یہ اونٹوں کو نہیں دیکھتے کہ وہ کس طرح پیدا کئے گئے ہیں ○ اور آسمان کو کس طرح اونچا کیا گیا ہے ○ اور پہاڑوں کی طرف کہ کس طرح گاڑ دیئے گئے ○ اور زمین کی طرف کہ کس طرح بچھائی گئی ہے ○ پس تو تو نصیحت کر دیا کر تو صرف نصیحت کرنے والا ہے ○ تو کچھ ان پر داروغہ نہیں ہے ○ ہاں جو شخص روگردانی کرے اور کفر کرے ○ اسے اللہ تعالیٰ بہت

---

[1] [مریم : ٦٢] [2] [الطور : ٢٣] [3] [الواقعه : ٢٥-٢٦]

[4] [ضعیف : ابن حبان (٧٤٠٨) ابو نعیم فی صفة الجنة (٣١٣)] اس میں عبدالرحمٰن بن ثوبان ضعیف ہے۔]

[5] [ضعیف : ابن ماجه : كتاب الزهد : باب صفة الجنة (٤٣٣٢) ابن حبان (٧٣٨١) التاريخ للبخاری (٣٣٦/٤) ابو الشيخ فی العظمة (٦٠١) طبرانی (٣٨٨) بغوی (٤٣٨٦)] حافظ بوصیریؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں مقال ہے۔ [الزوائد (٣٢٥/٣)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابن ماجه]

اللہ کی عظیم مخلوقات میں غور وفکر کی دعوت: اللہ اپنے بندوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ اس کی مخلوقات پر تدبر کے ساتھ نظریں ڈالیں اور دیکھیں کہ اس کی بے انتہا قدرت ان میں سے ہر ایک چیز سے کس طرح ظاہر ہوتی ہے اس کی پاک ذات پر ہر ہر چیز کس طرح دلالت کر رہی ہے' اونٹ کو ہی دیکھو کہ کس عجیب وغریب ترکیب اور ہیئت کا ہے کتنا مضبوط اور قوی ہے اور اس کے باوجود کس طرح نرمی اور آسانی سے بوجھ لاد لیتا ہے اور ایک بچے کے ساتھ کس طرح اطاعت گزار بن کر چلتا ہے۔ اس کا گوشت بھی تمہارے کھانے میں آئے اس کے بال بھی تمہارے کام آئیں اس کا دودھ تم پیو اور طرح طرح کے فائدے اٹھاؤ' اونٹ کا حال سب سے پہلے اس لئے بیان کیا گیا کہ عموماً عرب کے ملک اور عربوں کے پاس یہی جانور تھا' حضرت شریح قاضی فرمایا کرتے تھے آؤ چلو چل کر دیکھیں کہ اونٹ کی پیدائش کس طرح ہے وغیرہ۔ اور جگہ ارشاد ہے ﴿اَفَلَمْ یَنْظُرُوْٓا اِلَی السَّمَآءِ فَوْقَھُمْ﴾ [1] الخ' کیا ان لوگوں نے اپنے اوپر آسمان کو نہیں دیکھا کہ ہم نے اسے کس طرح بنایا کیسے مزین کیا اور ایک سوراخ نہیں چھوڑا' پھر پہاڑوں کو دیکھو کہ کیسے گاڑ دیئے گئے تاکہ زمین ہل نہ سکے اور پہاڑ بھی اپنی جگہ نہ چھوڑ سکیں پھر اس میں جو بھلائی اور نفع کی چیزیں پیدا کی ہیں ان پر نظر ڈالو' زمین کو دیکھو کہ کس طرح پھیلا کر بچھا دی گئی ہے' غرض یہاں ان چیزوں کا بیان ہے جو قرآن کے مخاطب عربوں کے ہر وقت پیش نظر رہا کرتی ہیں ایک بدوی جو اپنے اونٹ پر سوار ہو کر نکلتا ہے زمین اس کے نیچے ہوتی ہے آسمان اس کے اوپر ہوتا ہے پہاڑ اس کی نگاہوں کے سامنے ہوتے ہیں اور اونٹ پر خود سوار ہے' ان باتوں سے خالق کی قدرت کاملہ اور صنعت ظاہرہ بالکل ہویدا ہے اور صاف ظاہر ہے کہ خالق' صانع' رب' عظمت وعزت والا مالک اور متصرف معبود برحق اور اللہ حقیقی صرف وہی ہے اس کے سوا کوئی ایسا نہیں جس کے سامنے ہم اپنی عاجزی اور پستی کا اظہار کریں جسے ہم حاجتوں کے وقت پکاریں جس کا نام جپیں اور جس کے سامنے سرخم ہوں' حضرت ضمام رضی اللہ عنہ نے جو سوالات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کئے تھے وہ اس طرح کی قسمیں دے کر کہے تھے' بخاری' مسلم' ترمذی' نسائی' مسند احمد وغیرہ میں حدیث ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں بار بار سوالات کرنے سے روک دیا گیا تھا تو ہماری خواہش رہتی تھی کہ باہر کا کوئی عقل مند شخص آئے ہم بھی موجود ہوں اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی جواب سنیں چنانچہ ایک دن بادیہ نشین آئے اور کہنے لگے اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کے قاصد ہمارے پاس آئے اور ہم سے کہا آپ فرماتے ہیں کہ اللہ نے آپ کو اپنا رسول بنایا ہے' آپ نے فرمایا اس نے سچ کہا وہ کہنے لگا بتایئے آسمان کو کس نے پیدا کیا؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے' کہا زمین کس نے پیدا کی؟ آپ نے فرمایا اللہ نے' کہا ان پہاڑوں کو کس نے گاڑ دیا؟ اور ان سے یہ فائدے کی چیزیں کس نے پیدا کیں؟ آپ نے فرمایا اللہ نے' کہا پس آپ کو قسم اس اللہ کی جس نے آسمان وزمین پیدا کئے اور ان پہاڑوں کو گاڑ دیا۔ اللہ نے آپ کو اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں' کہنے لگے آپ کے قاصد نے یہ بھی کہا ہے کہ

---

[1] [سورۃ ق: آیت ٦]

ہم پر رات دن میں پانچ نمازیں فرض ہیں ۔فرمایا اس نے سچ کہا۔کہا اس اللہ کی آپ کو قسم ہے جس نے آپ کو بھیجا ہے کہ کیا یہ اللہ کا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ کہنے لگے آپ کے قاصد نے یہ بھی کہا کہ ہمارے مالوں میں ہم پر زکوۃ فرض ہے فرمایا سچ ہے۔پھر کہا آپ کو بھیجنے والے اللہ کی قسم کیا اللہ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے؟ فرمایا ہاں مزید کہا کہ آپ کے قاصد نے ہم میں سے طاقت رکھنے والے لوگوں کو حج کا حکم بھی دیا ہے' آپ نے فرمایا ہاں اس نے سچ کہا وہ یہ سن کر یہ کہتا ہوا چل دیا کہ اس اللہ واحد کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے نہ میں ان پر کچھ زیادتی کروں گا نہ ان میں کوئی کمی کروں گا۔ نبی ﷺ نے فرمایا اگر اس نے سچ کہا ہے تو یہ جنت میں داخل ہوگا۔ (١) بعض روایات میں ہے کہ اسی نے کہا میں ضمام بن ثعلبہ ہوں بنوسعد بن بکر کا بھائی (٢) ابویعلی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں اکثر یہ حدیث سنایا کرتے تھے کہ زمانہ جاہلیت میں ایک عورت پہاڑ پر رہتی تھی' اس کے ساتھ اس کا ایک چھوٹا سا بچہ تھا یہ عورت بکریاں چرایا کرتی تھی اس کے لڑکے نے اس سے پوچھا کہ اماں جان! تمہیں کس نے پیدا کیا؟ اس نے کہا اللہ نے۔ پوچھا میرے ابا جی کو کس نے پیدا کیا؟ اس نے کہا اللہ نے' پوچھا مجھے؟ کہا اللہ نے پوچھا آسمان کو؟ کہا اللہ نے' پوچھا زمین کو؟ کہا اللہ نے' پوچھا پہاڑوں کو؟ بتایا کہ انہیں بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے' بچے نے پھر سوال کیا کہ اچھا ان بکریوں کو کس نے پیدا کیا؟ ماں نے کہا انہیں بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے' بچے کے منہ سے بے اختیار نکلا کہ اللہ تعالیٰ بڑی شان والا ہے اس کا دل عظمت اللہ سے بھر گیا وہ اپنے نفس کو قابو نہ رکھ سکا اور پہاڑ پر سے گر پڑا' ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔ابن دینار رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی یہ حدیث ہم سے اکثر بیان فرمایا کرتے تھے اس حدیث کی سند میں عبداللہ بن جعفر مدینی ضعیف ہیں۔امام علی بن مدینی جوان کے صاحبزادے اور جرح وتعدیل کے امام ہیں وہ انہیں یعنی اپنے والد کو ضعیف بتلاتے ہیں۔اللہ تعالیٰ پھر فرماتا ہے کہ اے نبی ﷺ تم اللہ کی رسالت کی تبلیغ کیا کرو تمہارے ذمہ صرف بلاغ ہے حساب ہمارے ذمہ ہے آپ ان پر مسلط نہیں ہیں' جبر کرنے والے نہیں ہیں ان کے دلوں میں آپ ایمان پیدا نہیں کرسکتے' آپ انہیں ایمان لانے پر مجبور نہیں کرسکتے' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں مجھے حکم کیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے لڑوں یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کہیں جب وہ اسے کہہ لیں تو انہوں نے اپنے مال وجان مجھ سے بچا لئے مگر حق اسلام کے ساتھ اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی (مسلم' ترمذی وغیرہ) (٣) پھر فرماتا ہے مگر وہ جو منہ موڑے اور کفر کرے یعنی نہ عمل کرے نہ ایمان لائے نہ اقرار کرے' جیسے فرمان ہے ﴿فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى﴾

---

(١) [صحیح : صحیح مسلم: کتاب الایمان : باب السؤال عن ارکان الاسلام (١٢) ترمذی : کتاب الزکاۃ : باب ما جاء اذا ادیت الزکاۃ فقد قضیت ما علیك (٦١٩) مسند احمد (١٤٣/٣)]

(٢) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب العلم : باب ما جاء فی العلم (٦٣) نسائی : کتاب الصیام : باب وجوب الصیام (٢٠٩٤) ابو داؤد : کتاب الصلاۃ : باب ما جاء فی المشرك یدخل المسجد (٤٨٦)]

(٣) [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب الامر بقتال الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ (٢١) ترمذی : کتاب التفسیر : باب ومن سورۃ الغاشیۃ (٣٣٤١) مسند احمد (٣٠٠/٣)]

وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿۱﴾ نہ تو سچائی کی تصدیق کی نہ نماز پڑھی بلکہ جھٹلایا اور منہ پھیر لیا' اسی لئے اسے بہت بڑا عذاب ہوگا' ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ حضرت خالد بن یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہما کے پاس گئے تو کہا کہ تم نے نبی ﷺ سے جو آسانی والی حدیث سنی ہو اسے مجھے سناؤ تو آپ نے فرمایا میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے کہ تم میں سے ہر ایک جنت میں جائے گا مگر وہ جو اس طرح سرکشی کرے جیسے شریر اونٹ اپنے مالک سے کرتا ہے (مسند احمد) ﴿۲﴾ ان سب کا لوٹنا ہماری ہی جانب ہے' اور پھر ہم ہی ان سے حساب لیں گے اور انہیں بدلہ دیں گے' نیکی کا نیک بدی کا بد۔ سورۂ غاشیہ کی تفسیر ختم ہوئی۔ وللہ الحمد و المنة۔

تفسیر سورۃ الفجر

نسائی شریف میں ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی ایک شخص آیا اور جماعت میں شامل ہو گیا' حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے نماز میں قراءت لمبی کی' اس نے مسجد کے ایک گوشے میں اپنی نماز پڑھ لی' پھر فارغ ہو کر چلا گیا' حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو بھی یہ واقعہ معلوم ہوا تو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آ کر بطور شکایت یہ واقعہ بیان کیا۔ آپ نے اس جوان کو بلا کر پوچھا تو اس نے کہا حضور ﷺ! میں کیا کرتا میں ان کے پیچھے نماز پڑھ رہا تھا' انہوں نے لمبی قراءت شروع کی تو میں نے گھوم کر مسجد کے کونے میں اپنی نماز پڑھ لی پھر اپنی اونٹنی کو چارہ ڈالا۔ آپ نے فرمایا اے معاذ کیا تو فتنے میں ڈالنے والا ہے تو ان سورتوں سے کہاں ہے؟ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى' وَالشَّمْسِ وَضُحٰىهَا' وَالْفَجْرِ' وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى۔ ﴿۳﴾

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
وَالْفَجْرِ ﴿۱﴾ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ﴿۲﴾ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ﴿۳﴾ وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ ﴿۴﴾ هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ
لِّذِيْ حِجْرٍ ﴿۵﴾ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ﴿۶﴾ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ﴿۷﴾ الَّتِيْ لَمْ يُخْلَقْ
مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ﴿۸﴾ وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ﴿۹﴾ وَفِرْعَوْنَ ذِي الْاَوْتَادِ ﴿۱۰﴾
الَّذِيْنَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ﴿۱۱﴾ فَاَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ ﴿۱۲﴾ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ
عَذَابٍ ﴿۱۳﴾ اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ﴿۱۴﴾

﴿۱﴾ [سورۃ القیامہ : آیت ۳۱۔۳۲]

﴿۲﴾ [حسن : مسند احمد (۵/۲۵۸)] امام ہیثمی نے فرمایا ہے کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں سوائے علی بن خالد کے اور وہ بھی ثقہ ہے۔ [مجمع الزوائد (۱۰/۴۰۶)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۲۲۲۲٦)] شیخ عبدالرزاق مہدی نے بھی اسے حسن کہا ہے۔]

﴿۳﴾ [صحیح : نسائی فی السنن الکبری : کتاب التفسیر : باب والشفع (۱۱٦۷۳)، (٦/۵۱۵)] شیخ عبد الرزاق مہدی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان رحم والا ہے

قسم ہے فجر کی ○ اور دس راتوں کی ○ اور جفت اور طاق کی ○ اور رات کی جب وہ چلنے لگے ○ کیا ان میں عقل مند کے واسطے کافی قسم ہے؟ ○ کیا تو نے نہ دیکھا کہ تیرے رب نے عادیوں کے ساتھ کیا کیا؟ ○ ارم والے عادی جو بلند قامت تھے ○ جن جیسے لوگ دوسرے شہروں میں پیدا نہیں کئے گئے ○ اور ثمودیوں کے ساتھ جنہوں نے وادی میں بڑے بت تراشے تھے ○ اور فرعون کے ساتھ جو میخوں والا تھا ○ ان سبھوں نے شہروں میں سر اٹھا رکھا تھا ○ اور بہت فساد مچا رکھا تھا ○ آخر تیرے رب نے ان سب پر عذاب کا کوڑا برسایا ○ یقیناً تیرا رب گھات میں ہے ○

شفع اور وتر کا مفہوم اور قوم عاد کا ذکر: فجر تو ہر شخص جانتا ہے یعنی صبح اور یہ مطلب بھی ہے کہ بقر عید کے دن کی صبح' اور یہ بھی مراد ہے کہ صبح کے وقت کی نماز' اور پورا دن اور دس راتوں سے مراد ذی الحجہ مہینے کی پہلی دس راتیں۔ چنانچہ صحیح بخاری کی حدیث میں ہے کہ کوئی عبادت ان دس دنوں کی عبادت سے افضل نہیں' لوگوں نے پوچھا اللہ کی راہ کا جہاد بھی نہیں؟ فرمایا یہ بھی نہیں مگر وہ شخص جو مال و جان لے کر نکلا اور پھر کچھ بھی ساتھ لے کر نہ پلٹا۔ (1) بعض نے کہا ہے محرم کے پہلے دس دن مراد ہیں' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں' رمضان شریف کے پہلے دس دن' لیکن صحیح قول پہلا ہی ہے' یعنی ذوالحجہ کی شروع کی دس راتیں۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ عشر سے مراد عید الاضحیٰ کے دس دن ہیں اور وتر سے مراد عرفے کا دن ہے اور شفع سے مراد قربانی کا دن ہے۔ (2) اس کی اسناد میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن متن میں نکارت ہے' واللہ اعلم۔

وتر سے مراد عرفے کا دن ہے' یہ نویں تاریخ ہوتی ہے تو شفع سے مراد دسویں تاریخ یعنی بقر عید کا دن ہے' وہ طاق ہے یہ جفت ہے' حضرت واصل بن سائب رحمہ اللہ نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے پوچھا کہ کیا وتر سے مراد یہی وتر نماز ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں شفع عرفہ کا دن ہے اور وتر عید الاضحیٰ کی رات ہے' حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ خطبہ پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر پوچھا کہ شفع کیا ہے اور وتر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا ﴿فَمَنْ تَعَجَّلَ فِیْ یَوْمَیْنِ﴾ میں جو دو دن کا ذکر ہے وہ شفع ہے اور ﴿مَنْ تَاَخَّرَ﴾ (3) میں جو ایک دن ہے وہ وتر ہے۔ یعنی گیارہویں' بارہویں ذی الحجہ کی شفع اور تیرھویں وتر ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ایام تشریق کا درمیانی

---

(1) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب العیدین: باب فضل العمل فی ایام التشریق (۹٦۹) ابوداؤد: کتاب الصوم: باب فی صوم العشر (۲٤۳۸) ابن ماجه: کتاب الصیام: باب صیام العشر (۱۷۲۷) ترمذی: کتاب الصوم: باب ما جآء فی العمل فی ایام العشر (۷۵۷) مسند احمد (۱/۲۲٤)]

(2) [مرفوعا ضعیف: مسند احمد (۳/۳۲۷) نسائی فی السنن الکبری: کتاب التفسیر: سورة الفجر (۱۱٦۷۱) مستدرك حاكم (٤/۲۲۰) تفسیر ابن جریر الطبری (۳۷۰۷۳)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس میں ابوزبیر مدلس راوی کا عنعنہ ہے۔[الموسوعة الحدیثیة (۱٤۵۱۱)] شیخ البانیؒ اس روایت کو منکر کہتے ہیں۔[ضعیف الجامع الصغیر (۳۹۳۸)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ شیخ عبدالرزاق مہدی نے اسے موقوفا صحیح کہا ہے۔]

(3) [سورۃ البقرہ: آیت ۲۰۳]

دن شفع ہے اور آخری دن وتر ہے (1) بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ کے ایک کم ایک سو نام ہیں جو انہیں یاد کر لے جنتی ہے وہ وتر ہے وتر کو دوست رکھتا ہے (2) زید بن اسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے مراد تمام مخلوق ہے اس میں شفع بھی ہے اور وتر بھی۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ مخلوق شفع اور اللہ وتر ہے' یہ بھی کہا گیا ہے کہ شفع صبح کی نماز ہے اور وتر مغرب کی نماز ہے' یہ بھی کہا گیا ہے شفع سے مراد جوڑ جوڑ اور وتر سے مراد اللہ عزوجل۔ جیسے آسمان' زمین' تری' خشکی' جن' انس' سورج' چاند وغیرہ' قرآن میں ہے ﴿وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾ (3) ہم نے ہر چیز کو جوڑ جوڑ پیدا کیا ہے تاکہ تم عبرت حاصل کرلو یعنی جان لو کہ ان تمام چیزوں کا خالق اللہ واحد ہے جس کا کوئی شریک نہیں' یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد گنتی ہے جس میں جفت بھی اور طاق بھی ہے' ایک حدیث میں ہے کہ شفع سے مراد دو دن ہیں اور وتر سے مراد تیسرا دن ہے۔ یہ حدیث اس حدیث کے مخالف ہے جو اس سے پہلے گزر چکی ہے' ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد نماز ہے کہ اس میں شفع ہے جیسے صبح کی دو ظہر عصر اور عشاء کی چار چار اور وتر ہے جیسے مغرب کی تین رکعتیں جو دن کے وتر ہیں اور اسی طرح آخری رات کا وتر' ایک مرفوع حدیث میں مطلق نماز کے لفظ کے ساتھ مروی ہے' بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرض نماز مروی ہے' لیکن یہ مرفوع حدیث نہیں۔ زیادہ ٹھیک یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے (4) واللہ اعلم۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ان آٹھ نو اقوال میں سے کسی کو فیصل قرار نہیں دیا۔ پھر فرماتا ہے رات کی قسم جب جانے لگے اور یہ بھی معنی کئے گئے ہیں کہ جب آنے لگے بلکہ یہی معنی زیادہ مناسب اور "والفجر" سے زیادہ مناسبت رکھتے ہیں۔ فجر کہتے ہیں رات کے جانے کو اور دن کے آنے کو تو یہاں رات کا آنا اور دن کا جانا مراد ہوگا۔ جیسے ﴿وَاللَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ ○ وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ﴾ (5) میں عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں مراد مزدلفہ کی رات ہے حجر سے مراد عقل ہے' حجر کہتے ہیں روک کو چونکہ عقل بھی غلط کاریوں اور جھوٹی باتوں سے روک دیتی ہے اس لئے اسے عقل کہتے ہیں' حطیم کو بھی حجر البیت اسی لئے عرب کہتے ہیں کہ وہ طواف کرنیوالے کو کعبۃ اللہ کی شامی دیوار سے روک دیتا ہے' اسی سے ماخوذ ہے حجر یمامہ' اور اسی لئے عرب کہتے ہیں۔ "حَجَرَ الْحَاكِمُ عَلٰى فُلَانٍ" جبکہ کسی شخص کو بادشاہ تصرف سے روک دے اور کہتے ہیں کہ "حِجْرًا مَّحْجُورًا" (6)

---

(1) [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۳۷۱۰۲)] اس میں ابوزبیر مدلس راوی کا عنعنہ ہے۔]

(2) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الدعوات : باب لله مائة اسم غیر واحدة (٦٤١٠) صحیح مسلم : کتاب الذکر والدعا : باب فی السمآء الله تعالی وفضل من احصاھا (٢٦٧٧) ابن ماجه : کتاب اقامة الصلاة (١١٦٩) ترمذی : کتاب الوتر (٤٥٣) نسائی : کتاب قیام اللیل (١٦٧٦)]

(3) [سورہ الذاریات : آیت ٤٩]

(4) [ضعیف : مسند احمد (٤/ ٤٣٧) ترمذی : کتاب التفسیر : باب ومن سورة الفجر (٣٣٤٢)] شیخ البانیؒ اسے ضعیف کہتے ہیں۔ [ضعیف ترمذی] شیخ عبدالرزاق مہدی نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔]

(5) [سورۃ التکویر : آیت ۱۸-۱۷] (6) [سورۃ فرقان : آیت ۲۲]

تو فرماتا ہے ان میں عقل مندوں کیلئے قابل عبرت قسم ہے' کہیں تو قسمیں ہیں عبادتوں کی' کہیں عبادتوں کے وقتوں کی' جیسے حج نماز وغیرہ کہ جن سے اس کے نیک بندے اس کا قرب اور اس کی نزدیکی حاصل کرتے ہیں اور اس کے سامنے اپنی پستی اور خود فراموشی ظاہر کرتے ہیں' جب ان پرہیزگار نیک کار لوگوں کا اور ان کی عاجزی و تواضع' خشوع و خضوع کا ذکر کیا تو اب ان کے ساتھ ہی ان کے خلاف جو سرکش اور بدکار لوگ ہیں' ان کا ذکر ہو رہا ہے تو فرماتا ہے کیا تم نے نہ دیکھا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے عادیوں کو غارت کر دیا جو کہ سرکش اور متکبر تھے' اللہ کی نافرمانی کرتے' رسول کی تکذیب کرتے اور بدیوں پر جھک پڑتے تھے' ان میں اللہ کے رسول حضرت ہود علیہ السلام آئے تھے یہ عاد اولیٰ ہیں جو عاد بن ارم بن عوض بن سام بن نوح کی اولاد میں تھے اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ایمانداروں کو تو نجات دے دی اور باقی بے ایمانوں کو تیز و تند اور ہلاک آفریں ہواؤں سے ہلاک کیا سات راتیں اور آٹھ دن تک یہ غضب ناک آندھی چلتی رہی اور یہ سارے کے سارے اس طرح غارت ہو گئے کہ ان کے سر الگ تھے اور دھڑ الگ تھے ان میں سے ایک بھی نہ رہا جس کا مفصل بیان قرآن کریم میں کئی جگہ ہے۔ سورۃ الحاقہ میں بھی یہ بیان ہے

﴿اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ﴾ یہ عاد کی تفسیر بطور عطف بیان کے ہے تا کہ بخوبی وضاحت ہو جائے' یہ لوگ مضبوط اور بلند ستونوں والے گھروں میں رہتے تھے اور اپنے زمانے کے اور لوگوں سے بہت بڑے تن و توش والے قوت و طاقت والے تھے' اسی لئے حضرت ہود علیہ السلام نے انہیں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تھا ﴿وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاۗءَ﴾ [1] الخ' یعنی یاد کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں قوم نوح علیہ السلام کے بعد زمین پر خلیفہ بنایا ہے اور تمہیں جسمانی قوت پوری طرح دی' تمہیں چاہئے کہ اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں فسادی بن کر نہ رہو' اور جگہ ہے عادیوں نے زمین میں ناحق سرکشی کی اور بول اٹھے کہ ہم سے زیادہ قوت والا اور کون ہے؟ کیا وہ بھول گئے کہ ان کا پیدا کرنے والا ان سے بہت ہی زبردست اور طاقت و قوت والا ہے' یہاں بھی ارشاد ہوتا ہے کہ اس قبیلے جیسے طاقتور اور شہروں میں نہ تھے بڑے طویل القامت قوی الجثہ تھے' ارم ان کا دار السلطنت تھا۔ انہیں ستونوں والے کہا جاتا تھا اس لئے بھی کہ یہ لوگ بہت دراز قد تھے بلکہ صحیح وجہ یہی ہے۔ مِثْلُهَا کی ضمیر کا مرجع عِمَاد بتایا گیا ہے ان جیسے اور شہروں میں نہ تھے۔ یہ احقاف میں بنے ہوئے لمبے لمبے ستون تھے اور بعض نے ضمیر کا مرجع قبیلہ بتایا ہے یعنی اس قبیلے جیسے لوگ اور شہروں میں نہ تھے اور یہی قول ٹھیک ہے اور اگلا قول ضعیف ہے اسی لئے بھی کہ یہی مراد ہوتی تو لَمْ يَجْعَلْ کہا جاتا نہ کہ لَمْ يُخْلَقْ۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان میں زور قد زور آور طاقت تھی کہ ان میں سے کوئی اٹھتا اور ایک بڑی ساری چٹان لے کر کسی قبیلے پر پھینک دیتا تو بیچارے سب کے سب دب کر مر جاتے [2] حضرت ثور بن زید دیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک ورق پر لکھا ہوا پڑھا ہے کہ

---

[1] [سورۃ الاعراف : آیت ٧٤]

[2] [ضعیف : الدر المنثور للسیوطی (٦/٥٨٣)] اس میں ایک راوی مجہول ہے۔ شیخ عبدالرزاق مہدی اس کی سند کو سخت ضعیف کہتے ہیں۔ حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔]

میں شداد بن عاد ہوں' میں نے ستون بلند کیے ہیں' میں نے ہاتھ مضبوط کیے ہیں' میں نے سات ذراع کے خزانے جمع کیے ہیں جو امت محمد یہ ﷺ نکالے گی' غرض خواہ یوں کہو کہ وہ عمدہ اونچے اور مضبوط مکانوں والے تھے خواہ یوں کہو کہ وہ بلند و بالا ستونوں والے تھے یا یوں کہو کہ بہترین ہتھیاروں والے تھے یا یوں کہو لمبے لمبے قد والے مطلب یہ ہے کہ ایک قوم تھی جن کا ذکر قرآن کریم میں کئی جگہ ثمودیوں کے ساتھ آ چکا ہے' یہاں بھی اسی طرح عادیوں اور ثمودیوں کا دونوں کا ذکر ہے۔ واللہ اعلم۔ بعض حضرات نے یہ بھی کہا کہ ﴿اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ﴾ ایک شہر ہے یا تو دمشق یا اسکندریہ لیکن یہ قول ٹھیک نہیں معلوم ہوتا اس لئے کہ عبادت کا ٹھیک مطلب نہیں بنتا کیونکہ یا تو یہ بدل ہو سکتا ہے یا عطف بیان۔ دوسرے اس لئے بھی کہ یہاں یہ بیان مقصود ہے کہ ہر ایک سرکش قبیلے کو اللہ نے برباد کیا جن کا نام عادی تھا' نہ کہ کسی شہر کو میں نے اس بات کو یہاں اس لئے بیان کر دیا ہے تا کہ جن مفسرین کی جماعت نے یہاں یہ تفسیر کی ہے ان سے کوئی شخص دھوکے میں نہ پڑے۔ وہ لکھتے ہیں کہ یہ ایک شہر کا نام ہے جس کی ایک اینٹ سونے کی ہے دوسری چاندی کی اس کے مکانات باغات وغیرہ سب چاندی سونے کے ہیں کنکر لؤلؤ اور جواہر ہیں مٹی مشک ہے' نہریں بہہ رہی ہیں' پھل تیار ہیں' کوئی رہنے سہنے والا نہیں ہے' درودیوار خالی ہیں' کوئی ہاں ہوں کرنے والا بھی نہیں' یہ شہر جگہ بدلتا رہتا ہے' کبھی شام میں' کبھی یمن میں' کبھی عراق میں' کبھی کہیں کبھی کہیں' وغیرہ یہ سب خرافات بنو اسرائیل کی ہیں ان کے بد دینوں نے یہ خود ساختہ روایت تیار کی ہے تا کہ جاہلوں میں باتیں بنائیں' ثعلبی وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ ایک اعرابی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اپنے گم شدہ اونٹوں کو ڈھونڈ رہا تھا کہ جنگل بیابان میں اس نے اسی صفت کا ایک شہر دیکھا اور اس میں گیا' گھوما پھرا' پھر لوگوں سے آ کر ذکر کیا لوگ بھی گئے لیکن پھر کچھ نظر نہ آیا' ابن ابی حاتم نے یہاں ایسے قصے بہت سے لمبے چوڑے نقل کیے ہیں یہ حکایت بھی صحیح نہیں اور اگر یہ اعرابی والا قصہ سنداً مان لیں تو ممکن ہے کہ اسے ہوس اور خیال ہوا اور اپنے خیال میں اس نے یہ نقشہ جما لیا ہو اور خیالات کی پختگی اور عقل کی کمی نے اسے یقین دلایا ہو کہ وہ صحیح طور پر یہی دیکھ رہا ہے اور فی الواقع یوں نہ ہو' ٹھیک اسی طرح جو جاہل حریص اور خیالات کے کچے ہوں سمجھتے ہیں کہ کسی خاص زمین تلے سونے چاندی کے پل ہیں' اور قسم قسم کے جواہر یاقوت لؤلؤ اور موتی ہیں اکسیر کبیر ہے لیکن ایسے چند مواقع ہیں کہ وہاں لوگ پہنچ نہیں سکتے خزانے کے منہ پر کوئی اژدھا بیٹھا ہے کسی جن کا پہرہ ہے وغیرہ یہ سب فضول قصے اور بناوٹی باتیں ہیں انہیں گھڑ گھڑا کر بے وقوفوں اور مال کے حریصوں کو اپنے دام میں پھانس کر ان سے کچھ وصول کرنے کیلئے مکاروں نے مشہور کر رکھے ہیں' پھر کبھی چلے کھینچنے کے بہانے سے کبھی بخور کے بہانے سے کبھی کسی اور طرح سے ان سے یہ مکار روپے وصول کر لیتے ہیں اور اپنا اپنا پیٹ پالتے ہیں' ہاں یہ ممکن ہے کہ زمین میں سے جاہلیت کے زمانے کا یا مسلمانوں کے زمانے کا کسی کا گاڑا ہوا مال نکل آئے تو اس کا پتہ جسے چل جائے وہ اس کے ہاتھ لگ جاتا ہے' نہ وہاں کوئی مار گنج ہوتا ہے نہ کوئی دیو بھوت' جن پری' جس طرح ان لوگوں نے مشہور کر رکھا ہے یہ بالکل غیر صحیح ہے یہ ایسے ہی لوگوں کی خود ساختہ بات ہے یا ان جیسے ہی لوگوں سے سنی سنائی ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نیک سمجھ دے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے بھی فرمایا ہے کہ ممکن ہے اس سے قبیلہ مراد ہو اور ممکن ہے شہر مراد ہو لیکن ٹھیک نہیں' یہاں تو صرف ظاہر ہوتا ہے کہ ایک قوم کا ذکر ہے نہ کہ شہر کا' اسی لئے اس کے بعد ہی ثمودیوں کا ذکر کیا کہ وہ ثمودی جو پتھروں کو تراش لیا کرتے تھے۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿وَتَنۡحِتُوۡنَ مِنَ الۡجِبَالِ بُيُوۡتًا فٰرِهِيۡنَ﴾ [1] یعنی تم پہاڑوں میں اپنے کشادہ آرام دہ مکانات اپنے ہاتھوں پتھروں میں تراش لیا کرتے ہو'اس کے ثبوت میں کہ اس کے معنی تراش لینے کے ہیں' عربی شعر بھی ہیں' ابن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں ثمودی عرب تھے وادی القریٰ میں رہتے تھے عادیوں کا قصہ پورا پورا سورۂ اعراف میں ہم بیان کر چکے ہیں' اب اعادہ کی ضرورت نہیں' پھر فرمایا میخوں والا فرعون' اوتاد کے معنی ابن عباس رضی اللہ عنہما نے لشکروں کے کئے ہیں جو کہ اس کے کاموں کو مضبوط کرتے رہتے تھے' یہ بھی مروی ہے کہ فرعون غصے کے وقت لوگوں کے ہاتھ پاؤں میں میخیں گڑواکر مرواڈالتا تھا' چورنگ کر کے اوپر سے بڑا پتھر پھینکتا تھا جس سے اس کا کچومر نکل جاتا تھا' بعض لوگ کہتے ہیں کہ رسیوں اور میخوں وغیرہ سے اس کے سامنے کھیل کئے جاتے تھے اس کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ اس نے اپنی بیوی صاحبہ کو جو مسلمان ہوگئی تھیں لٹا کر دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں میں میخیں گاڑیں پھر بڑا سا چکی کا پتھر ان کی پیٹھ پر مار کر جان لے لی' اللہ ان پر رحم کرے' پھر فرمایا کہ ان لوگوں نے سرکشی پر کمر باندھ لی تھی اور فسادی لوگ تھے۔ لوگوں کو حقیر و ذلیل جانتے تھے اور ہر ایک کو ایذا پہنچاتے تھے نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ کے عذاب کا کوڑا برس پڑا۔ وہ وبال آیا جو نہ ٹالے ٹلا' ہلاک و برباد اور نیست و نابود ہو گئے' تیرا رب گھات میں ہے' دیکھ رہا ہے' سن رہا ہے سمجھ رہا ہے' وقت مقررہ پر ہر برے بھلے کو نیکی' بدی کی جزا سزا دے گا۔ یہ سب لوگ اس کے پاس جانے والے تن تنہا اس کے سامنے کھڑے ہونے والے ہیں اور وہ عدل و انصاف کے ساتھ ان میں فیصلے کرے گا اور ہر شخص کو پورا پورا بدلہ دے گا جس کا وہ مستحق تھا وہ ظلم و جور سے پاک ہے۔ یہاں پر ابن ابی حاتم نے ایک حدیث وارد کی ہے جو بہت غریب ہے جس کی سند میں کلام ہے اور صحت میں بھی نظر ہے اس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاذ رضی اللہ عنہ! مومن حق کا قیدی ہے۔ اے معاذ! مومن تو امید و وہم کی حالت میں ہی رہتا ہے جب تک کہ پل صراط سے پار نہ ہو جائے۔ اے معاذ رضی اللہ عنہ! مومن کو قرآن نے بہت سی دلی خواہشوں سے روک رکھا ہے تا کہ وہ ہلاکت سے بچ جائے۔ قرآن اس کی دلیل ہے' خوف اس کی حجت ہے' شوق اس کی سواری ہے' نماز اس کی پناہ ہے' روزہ اس کی ڈھال ہے' صدقہ اس کا چھٹکارا ہے' سچائی اس کی امیر ہے' شرم اس کا وزیر ہے اور اس کا رب ان سب کے بعد اس پر واقف و آگاہ ہے۔ وہ تیز تیز نگاہوں سے اسے دیکھ رہا ہے' اس کے راوی یونس حذاء اور ابو حمزہ مجہول ہیں پھر اس میں ارسال بھی ہے ممکن ہے یہ ابو حمزہ ہی کا کلام ہو [2] اسی ابن ابی حاتم میں ہے کہ ابن عبد الکلاعی نے ایک وعظ میں کہا لوگو! جہنم کے سات پل ہیں ان سب پر پل صراط ہے پہلے ہی پل پر لوگ روکے جائیں گے یہاں نماز کا

---

[1] [سورہ الشعراء: آیت ۱۴۹]

[2] [ضعیف و منقطع: اس کی سند میں ابو حمزہ اور یونس دو راوی مجہول ہیں۔]

حساب کتاب ہوگا' یہاں سے نجات مل گئی تو دوسرے پل پر روک ہوگی یہاں امانتداری کا سوال ہوگا جو امانت دار ہوگا اس نے نجات پائی اور جو خیانت والا نکلا ہلاک ہوا۔ تیسرے پل پر صلہ رحمی کی پرسش ہوگی اس کے کاٹنے والے یہاں سے نجات نہ پاسکیں گے اور ہلاک ہوں گے رشتہ داری یعنی صلہ رحمی وہیں موجود ہوگی اور یہ کہہ رہی ہوگی کہ اللہ جس نے مجھے جوڑا تو اسے جوڑ اور جس نے مجھے توڑا تو اسے توڑ یہی معنی ہیں ﴿اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ﴾ یہ اثر اتنا ہی ہے پورا نہیں۔

فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ ﴿١٥﴾ وَاَمَّآ
اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ ﴿١٦﴾ كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ
الْيَتِيْمَ ﴿١٧﴾ وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿١٨﴾ وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا ﴿١٩﴾

انگلی ملا کر انہیں دکھایا آپ نے فرمایا کہ میں اور یتیم کو پالنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے (1) پھر فرمایا یہ لوگ فقیروں اور مسکینوں کے ساتھ احسان کرنے' انہیں کھانا پینا دینے کی' ایک دوسرے کو رغبت ولالچ نہیں دلاتے اور یہ عیب بھی ان میں ہے کہ میراث کا مال حلال ہو یا حرام ہضم کر جاتے ہیں اور مال کی محبت بھی ان میں بے حد ہے۔

كَلَّآ إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكًّا دَكًّا ﴿٢١﴾ وَجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ﴿٢٢﴾ وَجِاىٓءَ يَوْمَئِذٍۭ بِجَهَنَّمَ ۚ يَوْمَئِذٍ يَتَذَكَّرُ الْإِنسَانُ وَأَنَّىٰ لَهُ الذِّكْرَىٰ ﴿٢٣﴾ يَقُولُ يَا لَيْتَنِي قَدَّمْتُ لِحَيَاتِي ﴿٢٤﴾ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهُ أَحَدٌ ﴿٢٥﴾ وَلَا يُوثِقُ وَثَاقَهُ أَحَدٌ ﴿٢٦﴾ يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿٢٧﴾ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿٢٨﴾ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ﴿٢٩﴾ وَادْخُلِي جَنَّتِي ﴿٣٠﴾

یقیناً ایک وقت زمین بالکل برابر پست کر کے بچھا دی جائے گی ○ اور تیرا رب خود آ جائے گا اور فرشتے صفیں باندھ کر آ جائیں گے ○ اور جس دن جہنم بھی لائی جائے گی اس دن انسان عبرت حاصل کر لے گا لیکن آج عبرت کا فائدہ کہاں؟ ○ وہ کہے گا کاش کہ میں اپنی اس زندگی کیلئے کچھ نیک اعمال بھیج دیتا ○ پس آج اللہ کے عذابوں جیسا عذاب کسی کا نہ ہوگا ○ نہ اس کی قید و بند جیسی کسی کی قید و بند ہوگی ○ اے اطمینان والی روح لوٹ چل اپنے رب کی طرف تو اس سے راضی وہ تجھ سے خوش ○ پس میرے خاص بندوں میں داخل ہو جا ○ اور میری جنت میں چلی جا ○

سجدوں کی برکتیں: قیامت کے ہولناک حالات کا بیان ہو رہا ہے کہ بالیقین اس دن زمین پست کر دی جائے گی اونچی نیچی زمین برابر کر دی جائے گی اور بالکل صاف ہموار ہو جائے گی پہاڑ زمین کے برابر کر دیئے جائیں گے' تمام مخلوق قبر سے نکل آئے گی' خود اللہ تعالیٰ مخلوق کے فیصلے کرنے کے لئے آ جائے گا' یہ اس عام شفاعت کے بعد جو تمام اولاد آدم کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ہوگی اور یہ شفاعت اس وقت ہوگی جبکہ تمام مخلوق ایک ایک بڑے بڑے پیغمبر علیہ السلام کے پاس ہو آئے گی اور ہر نبی کہہ دے گا کہ میں اس قابل نہیں پھر سب کے سب حضور ﷺ کے پاس آئیں گے اور آپ فرمائیں گے کہ ہاں ہاں میں اس کے لئے تیار ہوں پھر آپ جائیں گے اور اللہ کے سامنے سفارش کریں گے کہ وہ پروردگار لوگوں کے درمیان فیصلے کرنے کے لئے تشریف لائے یہی پہلی شفاعت ہے اور یہی وہ مقام محمود ہے جس کا مفصل بیان سورۂ سبحان میں گزر چکا ہے پھر اللہ تعالیٰ رب العالمین فیصلے کے لئے تشریف لائے گا اس کے آنے کی کیفیت وہی جانتا ہے' فرشتے بھی اس کے آگے آگے صف بستہ حاضر ہوں گے جہنم بھی لائی جائے گی۔ صحیح مسلم شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جہنم کی اس روز ستر ہزار لگامیں ہوں

(1) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الادب : باب فضل من یعول یتیما (٦٠٠٥) ترمذی : کتاب البر والصلة : باب ما جاء فی رحمة الیتیم و کفالته (١٩١٨) ابو داؤد : کتاب الادب : باب فی ضم یتیما (٥١٥٠) مسند احمد (٣٣٣/٥)]

گی ہر لگام پر ستر ہزار فرشتے ہوں گے جو اسے گھسیٹ رہے ہوں گے (۱) یہی روایت خود حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے' اس دن انسان اپنے نئے پرانے تمام اعمال کو یاد کرنے لگے گا' برائیوں پر پچھتائے گا' نیکیوں کے نہ کرنے یا کم کرنے پر افسوس کرے گا' گناہوں پر نادم ہوگا۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اگر کوئی بندہ اپنے پیدا ہونے سے لے کر مرتے دم تک سجدے میں پڑا رہے اور اللہ کا پورا اطاعت گزار رہے پھر بھی اپنی اس عبادت کو قیامت کے دن حقیر اور ناچیز سمجھے گا اور چاہے گا کہ اگر میں دنیا کی طرف لوٹایا جاؤں تو اجر وثواب کے کام اور زیادہ کروں (۲) پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس دن اللہ کے عذاب جیسا عذاب کسی اور کا نہ ہوگا جو وہ اپنے نافرمان اور نافرجام بندوں کو کرے گا' نہ اس جیسی زبردست پکڑ اور قید و بند کسی کی ہوسکتی ہے۔ زبانیہ فرشتے بدترین بیڑیاں اور ہتھکڑیاں انہیں پہنائے ہوئے ہوں گے' یہ تو ہوا بدبختوں کا انجام' اب نیک بختوں کا حال سنئے جو روحیں سکون اور اطمینان والی ہیں پاک اور ثابت ہیں حق کی ساتھی ہیں ان سے موت کے وقت اور قبر سے اٹھنے کے وقت کہا جائے گا کہ تو اپنے رب کی طرف' اس کے پڑوس کی طرف' اس کے ثواب اور اجر کی طرف' اس کی جنت اور رضامندی کی طرف لوٹ چل یہ اللہ سے خوش ہے اور اللہ اس سے راضی ہے اور اتنا دے گا کہ یہ بھی خوش ہو جائے گا' تو میرے خاص بندوں میں داخل ہو جا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے بارے میں اتری ہے' بریدہ فرماتے ہیں حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے بارے میں اتری ہے' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی مروی ہے کہ قیامت کے دن اطمینان والی روحوں سے کہا جائے گا کہ تو اپنے رب یعنی اپنے ساتھی یعنی اپنے جسم کی طرف لوٹ جا جسے تو دنیا میں آباد کئے ہوئے تھی تم دونوں آپس میں ایک دوسرے سے راضی ورضامند ہو' یہ بھی مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کو ﴿فَادْخُلِىْ فِىْ عَبْدِىْ﴾ پڑھتے تھے یعنی اے روح میرے بندے میں یعنی اس کے جسم میں چلی جا' لیکن یہ غریب ہے اور ظاہر قول پہلا ہی ہے۔ جیسے اور جگہ ﴿ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ﴾ (۳) یعنی پھر سب کے سب اپنے سچے مولا کی طرف لوٹائے جائیں گے' اور جگہ ہے ﴿وَاَنَّ مَرَدَّنَآ اِلَى اللّٰهِ﴾ (۴) یعنی ہمارا لوٹنا اللہ کی طرف یعنی اس کے حکم کی طرف اور اس کے سامنے ہے' ابن ابی حاتم میں ہے کہ یہ آیتیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں اتریں تو آپ نے کہا کتنا اچھا قول ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا تمہیں بھی یہی کہا جائے گا (۵) دوسری روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے یہ آیتیں پڑھیں تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا جس پر آپ نے یہ خوشخبری سنائی کہ تمہیں فرشتہ

---

(۱) [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الجنة: باب جهنم اعاذنا الله منها (٢٨٤٢) ترمذی (٢٥٧٣)]

(۲) [صحیح: مسند احمد (١٨٥/٤) ابن المبارك فی الزهد (٣٤) التاريخ للبخاری (٥١/١) ابو نعیم فی الحلية (١٥/٢) الاصابة (٣٨١/٣)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (١٧٦٥٠)] شیخ البانی نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح الترغیب (٣٥٩٧)] البتہ شیخ عبدالرزاق مہدی فرماتے ہیں کہ یہ روایت مرفوعاً ضعیف اور موقوفاً صحیح ہے۔]

(۳) [سورة الانعام: آیت ٦٢]   (۴) [سورة غافر: آیت ٤٣]

(۵) [ضعیف: ابو نعیم فی الحلية (٢٨٣/٤)] اس میں جعفر بن ابو مغیرہ راوی ضعیف ہے۔]

موت کے وقت یہی کہے گا[1] ابن ابی حاتم میں یہ روایت بھی ہے کہ جب اللہ کے رسول ﷺ کے چچازاد بھائی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما مفسر قرآن کا طائف میں انتقال ہوا تو ایک پرندآیا جس طرح کا پرند کبھی زمین پر دیکھا نہیں گیا وہ نعش میں چلا گیا پھر نکلتے ہوئے نہیں دیکھا گیا جب آپ کو دفن کر دیا گیا تو قبر کے کونے سے اسی آیت کی تلاوت کی آواز آئی اور یہ نہ معلوم ہو سکا کہ کون پڑھ رہا ہے' یہ روایت طبرانی میں بھی ہے' ابو ہاشم قباث بن رزین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جنگ روم میں ہم دشمنوں کے ہاتھ قید ہو گئے' شاہ روم نے ہمیں اپنے سامنے بلایا اور کہا یا تو تم اس دین کو چھوڑ دو یا قتل ہونا منظور کرلو۔ ایک ایک کو وہ یہ کہتا کہ ہمارا دین قبول کرو ورنہ جلاد کو حکم دیتا ہوں کہ تمہاری گردن مارے تین شخص تو مرتد ہو گئے جب چوتھا آیا تو اس نے صاف انکار کیا بادشاہ کے حکم سے اس کی گردن اڑا دی گئے اور سر کو نہر میں ڈال دیا گیا وہ نیچے ڈوب گیا اور ذرا سی دیر میں پانی پر آ گیا اور ان تینوں کی طرف دیکھ کر کہنے لگا کہ اے فلاں اور اے فلاں اور اے فلاں ان کے نام لے کر انہیں آواز دی جب یہ متوجہ ہوئے سب درباری لوگ دیکھ رہے تھے اور خود بادشاہ بھی تعجب کے ساتھ سن رہا تھا اس مسلمان شہید کے سر نے کہا سنو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿يَـٰٓأَيَّتُهَا ٱلنَّفْسُ ٱلْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ٱرْجِعِىٓ إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝ فَٱدْخُلِى فِى عِبَـٰدِى ۝ وَٱدْخُلِى جَنَّتِى﴾ اتنا کہہ کر وہ سر پھر پانی میں غوطہ لگا گیا۔ اس واقعہ کا اتنا اچھا اثر ہوا کہ قریب تھا کہ نصرانی اسی وقت مسلمان ہو جاتے بادشاہ نے اسی وقت دربار برخاست کرا دیا اور وہ تینوں پھر مسلمان ہو گئے اور ہم سب یونہی قید میں رہے آخر خلیفہ ابوجعفر منصور کی طرف سے ہمارا فدیہ آ گیا اور ہم نے نجات پائی' ابن عساکر میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص سے کہا یہ دعا پڑھا کر ﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ نَفْسًا بِكَ مُطْمَئِنَّةً تُؤْمِنُ بِلِقَائِكَ وَتَرْضٰى بِقَضَائِكَ وَتَقْنَعُ بِعَطَائِكَ﴾ الخ' خدایا! میں تجھ سے ایسا نفس طلب کرتا ہوں جو تیری ذات پر اطمینان اور بھروسہ رکھتا ہو' تیری ملاقات پر ایمان رکھتا ہو' تیری قضا پر راضی ہو' تیرے دیئے ہوئے پر قناعت کرنے والا ہو۔[2] سورۃ والفجر کی تفسیر ختم ہوئی۔ فالحمد للہ۔

تفسیر سورۃ البلد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
لَآ أُقْسِمُ بِهَـٰذَا ٱلْبَلَدِ ۝١ وَأَنتَ حِلٌّۢ بِهَـٰذَا ٱلْبَلَدِ ۝٢ وَوَالِدٍ وَمَا وَلَدَ ۝٣ لَقَدْ خَلَقْنَا
ٱلْإِنسَـٰنَ فِى كَبَدٍ ۝٤ أَيَحْسَبُ أَن لَّن يَقْدِرَ عَلَيْهِ أَحَدٌ ۝٥ يَقُولُ أَهْلَكْتُ مَالًا
لُّبَدًا ۝٦ أَيَحْسَبُ أَن لَّمْ يَرَهُۥٓ أَحَدٌ ۝٧ أَلَمْ نَجْعَل لَّهُۥ عَيْنَيْنِ ۝٨ وَلِسَانًا وَشَفَتَيْنِ ۝٩
وَهَدَيْنَـٰهُ ٱلنَّجْدَيْنِ ۝١٠

وقف لازم

---

[1] [ضعیف و مرسل : تفسیر ابن جریر الطبری (۳۷۲۱۳)]

[2] [ضعیف : ابن عساکر فی تاریخ دمشق (۴۱۹/۱۹) طبرانی کبیر (۸۸/۸) مجمع الزوائد (۱۸۰/۱۰)] شیخ عبدالرزاق مہدی اور حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

میں اللہ تعالیٰ رحمٰن ورحیم کے نام سے شروع کرتا ہوں

میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں ○ مجھے اس شہر میں لڑائی حلال ہونے والی ہے ○ اور قسم ہے انسانی باپ اور اولاد کی ○ یقیناً ہم نے انسان کو بڑی مشقت میں پیدا کیا ہے ○ کیا یہ گمان کرتا ہے کہ یہ کسی کے بس میں ہی نہیں؟ ○ کہتا پھرتا ہے کہ میں نے تو بہت مال خرچ کر ڈالا ○ کیا یوں سمجھتا ہے کہ کسی نے اسے دیکھا ہی نہیں؟ ○ کیا ہم نے اس کی دو آنکھیں نہیں بنائیں؟ ○ اور زبان اور ہونٹ ○ اور دونوں راہیں دکھا دیں ○

مکہ مکرمہ کی قسم: اللہ تعالیٰ یہاں مکہ مکرمہ کی قسم کھاتا ہے درآں حالیکہ وہ آباد ہے اس میں لوگ بستے ہیں اور وہ بھی امن چین میں ہیں لَا سے ان پر رد کیا پھر قسم کھائی اور فرمایا اے نبی ﷺ! تیرے لئے یہاں ایک مرتبہ لڑائی حلال ہونے والی ہے، جس میں کوئی گناہ وحرج نہیں ہوگا اور اس میں جو ملے وہ حلال ہوگا، صرف اسی وقت کیلئے یہ حکم ہے، صحیح حدیث میں بھی ہے کہ اس بابرکت شہر مکہ کو پروردگار عالم نے اوّل دن سے ہی حرمت والا بنایا ہے اور قیامت تک اس کی یہ حرمت وعزت باقی رہنے والی ہے، اس کا درخت نہ کاٹا جائے، اس کے کانٹے نہ اکھیڑے جائیں۔ میرے لئے بھی ایک دن ہی کی ایک ساعت کے لیے حلال کیا گیا تھا۔ آج پھر اس کی حرمت اسی کی طرف لوٹ آئی جیسے کل تھی ہر حاضر کو چاہئے کہ غیر حاضر کو پہنچادے، ایک روایت میں ہے کہ جنگ وجدال کی دلیل میں کوئی میری لڑائی پیش کرے تو کہہ دینا کہ اللہ نے اپنے رسول کو اجازت دی تھی اور تمہیں نہیں دی[1] پھر قسم کھاتا ہے باپ کی اور اولاد کی، بعض نے تو کہا ہے ((مَا وَلَدَ)) میں ((مَا نافیہ)) یعنی قسم ہے اس کی جو اولاد والا ہے اور قسم ہے اس کی جو بے اولاد ہے یعنی عیالدار اور بانجھ "مَا" کو موصولہ مانا جائے تو یہ معنی ہوئے کہ باپ کی اولاد کی قسم، باپ سے مراد حضرت آدم علیہ السلام اور اولاد سے مراد کل انسان، زیادہ قوی اور بہتر بات یہی معلوم ہوتی ہے، کیونکہ اس سے پہلے قسم ہے مکہ کی جو تمام زمین کل بستیوں کی ماں ہے، تو اس کے بعد اس کے رہنے والوں کی قسم کھائی اور رہنے والوں یعنی انسان کے اصل اور اس کی جڑ یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی پھر ان کی اولاد کی قسم کھائی، ابو عمران جونی رحمہ اللہ فرماتے ہیں مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کی اولاد ہے، امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں عام ہے ہر باپ اور اولاد، پھر فرماتا ہے کہ ہم نے انسان کو بالکل درست قامت بچے تلے اعضاء والا ٹھیک ٹھاک پیدا کیا ہے اس کے ماں کے پیٹ میں ہی اسے یہ پاکیزہ ترتیب اور عمدہ ترکیب دے دی جاتی ہے، جیسے فرمایا ﴿الَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوّٰكَ﴾[2] الخ، یعنی اس اللہ نے تجھے پیدا کیا درست کیا ٹھیک ٹھاک بنایا اور پھر جس صورت میں چاہا ترکیب دیا، اور جگہ ہے ﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ﴾[3] ہم نے انسان کو بہترین صورت پر بنایا ہے، ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ سے مروی ہے کہ قوت، طاقت والا پیدا کیا ہے خود اسے دیکھو اس کی پیدائش کی طرف غور کرو اس کے دانتوں کا نکلنا دیکھو وغیرہ، حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں پہلے نطفہ، پھر خون بستہ، پھر گوشت کا لوتھڑا غرض اپنی پیدائش میں خوب

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب جزاء الصید: باب لا یعضد شجر الحرام (۱۸۳۲) صحیح مسلم: کتاب الحج: باب تحریم مکۃ وتحریم صیدھا (۱۳۵۳)]

[2] [الانفطار: ۸-۷] [3] [التین: ۴]

مشقتیں اٹھاتا ہے جیسے اور جگہ ہے ﴿حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا﴾ ① یعنی اس کی ماں نے حمل میں تکلیف اٹھائی پھر وضع حمل میں مشقت برداشت کی' بلکہ دودھ پلانے میں بھی مشقت اور معیشت میں بھی تکلیف' حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں سختی اور طلب کسب میں پیدا کیا گیا ہے' عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں شدت اور طول میں پیدا ہوا ہے' قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں مشقت میں' یہ بھی مروی ہے اعتدال اور قیام میں' دنیا اور آخرت میں سختیاں سہنا پڑتی ہیں' حضرت آدم علیہ السلام چونکہ آسمان میں پیدا ہوئے تھے اس لئے یہ کہا گیا کہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس کے مال کے لینے پر کوئی قادر نہیں' اس پر کسی کا بس نہیں' کیا وہ نہ پوچھا جائے گا کہ کہاں سے مال لایا اور کہاں خرچ کیا؟ یقیناً اس پر اللہ کا بس ہے اور وہ پوری طرح اس پر قادر ہے' پھر فرماتا ہے کہ میں نے بڑے وارے نیارے کئے ہزاروں لاکھوں خرچ کر ڈالے' کیا وہ یہ خیال کرتا ہے کہ اسے کوئی دیکھ نہیں رہا؟ یعنی اللہ کی نظروں سے کیا وہ اپنے آپ کو غائب سمجھتا ہے' کیا ہم نے اس انسان کو دیکھنے والی دو آنکھیں نہیں دیں؟ اور دل کی باتوں کے اظہار کے لئے زبان عطا نہیں فرمائی؟ اور دو ہونٹ نہیں دیئے؟ جن سے کلام کرنے میں مدد ملے' کھانا کھانے میں مدد ملے اور چہرے کی خوبصورتی بھی ہو اور منہ کی بھی' ابن عساکر میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ابن آدم! میں نے بڑی بڑی بے حد نعمتیں تجھ پر انعام کیں جنہیں تو گن نہیں سکتا نہ اس کے شکر کی تجھ میں طاقت ہے میری یہ نعمت بھی ہے کہ میں نے تجھے دیکھنے کو دو آنکھیں دیں پھر میں نے ان پر پلکوں کا غلاف بنا دیا ہے پس ان آنکھوں سے میری حلال کردہ چیزیں دیکھ اگر حرام چیزیں تیرے سامنے آئیں تو ان دونوں کو بند کر لے میں نے تجھے زبان دی ہے اور اس کا غلاف بھی عنایت فرمایا ہے میری مرضی کی باتیں زبان سے نکال اور میری منع کی ہوئی باتوں سے زبان بند کر لے میں نے تجھے شرمگاہ دی ہے اور اس کا پردہ بھی عطا فرمایا ہے۔ حلال جگہ تو بیشک استعمال کر لیکن حرام جگہ پر پردہ ڈال لے' اے ابن آدم! تو میری ناراضگی نہیں اٹھا سکتا اور میرے عذاب کے سہنے کی طاقت نہیں رکھتا ② پھر فرمایا کہ ہم نے اسے دونوں راستے دکھا دیئے بھلائی کا اور برائی کا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں پھر تمہیں برائی کا راستہ بھلائی کے راستے سے زیادہ اچھا کیوں لگتا ہے؟ ③ یہ حدیث بہت ضعیف ہے' یہ حدیث مرسل طریقے سے بھی مروی ہے' ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مراد اس سے دونوں دودھ ہیں' اور مفسرین نے بھی یہی کہا ہے امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں ٹھیک قول پہلا ہی ہے' جیسے اور جگہ ہے ﴿إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن نُّطْفَةٍ﴾ ④ الخ' یعنی ہم نے انسان کو ملے جلے نطفہ سے پیدا کیا پھر ہم نے اسے سنتا دیکھتا کیا' ہم نے اس کی رہبری کی اور راستہ دکھا دیا پس یا تو شکر گزار ہے یا ناشکرا۔

---

① [الاحقاف : ۱۵]

② [ضعیف و مرسل : ابن عساکر فی تاریخ دمشق (۴۶/۱۹)]

③ [ضعیف : ابن عدی فی الکامل (۱۱۹۳) تفسیر ابن جریر الطبری (۳۰/۲۰۰)] اس کی سند میں ابن لہیعہ اور سنان دو راوی ضعیف ہیں۔]

④ [سورۃ دھر : آیت ۲۔۳]

فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ﴿۱۱﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ﴿۱۲﴾ فَكُّ رَقَبَةٍ ﴿۱۳﴾ اَوْ اِطْعٰمٌ فِیْ یَوْمٍ
ذِیْ مَسْغَبَةٍ ﴿۱۴﴾ یَّتِیْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ﴿۱۵﴾ اَوْ مِسْكِیْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ كَانَ مِنَ
الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ﴿۱۷﴾ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ الْمَیْمَنَةِ ﴿۱۸﴾
وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ﴿۱۹﴾ عَلَیْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ﴿۲۰﴾ ع ۱۵

سو اس سے نہ ہو سکا کہ گھاٹی میں داخل ہوتا○ اور تو کیا سمجھا کہ گھاٹی ہے کیا؟○ کسی گردن کو آزاد کرنا○ یا بھوک والے دن کھانا کھلانا○ کسی رشتہ دار یتیم کو○ خاکسار مسکین کو○ پھر ان لوگوں میں سے ہو جاتا جو ایمان لائے اور ایک دوسرے کو صبر کی اور رحم کرنے کی وصیت کرتے ہیں○ یہی لوگ ہیں جو دائیں ہاتھ میں نامہ اعمال دیئے جانے والے ہیں○ اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کے ساتھ کفر کیا یہ بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال دیئے جانے والے ہیں○ انہی پر آگ ہے چاروں طرف سے گھیری ہوئی○

صدقہ وخیرات اور نیک اعمال کے ذریعے جہنم سے نجات: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں عقبہ جہنم کے ایک پھسلنے والے پہاڑ کا نام ہے' حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس کے جہنم میں ستر درجے ہیں' قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ داخلے کی سخت گھاٹی ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری سے داخل ہو جاؤ پھر اس کا داخلہ بتایا یہ کہہ کر کہ تمہیں کس نے بتایا کہ یہ گھاٹی کیا ہے؟ تو فرمایا غلام آزاد کرنا اور اللہ کے نام کھانا دینا' ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ نجات اور خیر کی راہوں میں کیوں نہ چلا؟ پھر ہمیں تنبیہ کی اور فرمایا تم کیا جانو عقبہ کیا ہے؟ آزاد گردن یا صدقہ طعام' ﴿فَكُّ رَقَبَةٍ﴾ جو اضافت کے ساتھ ہے اسے ﴿فَكَّ رَقَبَةً﴾ بھی پڑھا گیا ہے یعنی فعل فاعل' دونوں قرأتوں کا مطلب قریباً ایک ہی ہے' مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو کسی مسلمان کی گردن چھڑوائے اللہ تعالیٰ اس کا ہر ایک عضو اس کے ہر عضو کے بدلے جہنم سے آزاد کر دیتا ہے یہاں تک کہ ہاتھ کے بدلے ہاتھ' پاؤں کے بدلے پاؤں اور شرمگاہ کے بدلے شرمگاہ' حضرت علی بن حسین یعنی امام زید العابدین رحمتہ اللہ علیہ نے جب یہ حدیث سنی تو سعد بن مرجانہ راوی حدیث سے پوچھا کہ کیا تم نے خود حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی زبانی یہ حدیث سنی ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں تو آپ نے اپنے غلام سے فرمایا کہ مطرف کو بلا لو جب وہ سامنے آیا تو آپ نے فرمایا جاؤ تم اللہ کے نام پر آزاد ہو۔[1]

بخاری' مسلم' ترمذی اور نسائی میں بھی یہ حدیث ہے' صحیح مسلم میں یہ بھی ہے کہ یہ غلام دس ہزار درہم کا خریدا ہوا تھا اور حدیث میں ہے کہ مسلمان جو کسی مسلمان غلام کو آزاد کرے اللہ تعالیٰ اس کی ایک ایک ہڈی کے بدلے اس کی ایک ایک ہڈی جہنم سے آزاد کرتا ہے اور جو مسلمان عورت کسی مسلمان لونڈی کو آزاد کرے' اس کی بھی ایک

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب العتق: باب فی العتق وفضله (۲۵۱۷) صحیح مسلم: کتاب العتق: باب فضل العتق (۱۵۰۹) ترمذی: کتاب النذور والایمان (۱۵۴۱) مسند احمد (۴۲۰/۲)]

ایک ہڈی کے بدلے اس کی ایک ایک ہڈی جہنم سے آزاد ہو جاتی ہے (ابن جریر) ① مسند میں ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے مسجد بنائے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بناتا ہے اور جو کسی مسلمان غلام کو آزاد کرے اللہ تعالیٰ اسے اس کا فدیہ بنا دیتا ہے اور اسے جہنم سے آزاد کر دیتا ہے جو شخص اسلام میں بوڑھا ہوا سے قیامت کے دن نور ملے گا۔ ② اور روایت میں یہ بھی ہے کہ جو شخص اللہ کی راہ میں تیر چلائے خواہ وہ لگے یا نہ لگے اسے اولاد اسمٰعیل میں سے ایک غلام کے آزاد کرنے کا ثواب ملے گا ③ اور حدیث میں ہے جس مسلمان کے تین بچے بلوغت سے پہلے مر جائیں اسے اللہ اپنے فضل و کرم سے جنت میں داخل کرے گا اور جو شخص اللہ کی راہ میں جوڑے دے اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دے گا جس سے چاہے چلا جائے ④ ان تمام احادیث کی سندیں نہایت عمدہ ہیں' ابوداؤد میں ہے کہ ایک مرتبہ ہم نے حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہمیں کوئی ایسی حدیث سنائیے جس میں کوئی کمی نہ ہو زیادتی نہ ہو تو آپ بہت ناراض ہوئے اور فرمانے لگے تم میں سے کوئی پڑھے' اور اس کا قرآن شریف اس کے گھر میں ہو تو کیا وہ کمی زیادتی کرتا ہے؟ ہم نے کہا حضرت ہمارا مطلب یہ نہیں ہم تو یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی حدیث ہمیں سناؤ' آپ نے فرمایا ہم ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے ایک ساتھی کے بارے میں حاضر ہوئے جس نے قتل کی وجہ سے اپنے اوپر جہنم واجب کر لی تھی تو آپ نے فرمایا اس کی طرف سے غلام آزاد کرو' اللہ تعالیٰ اس کے ایک ایک عضو کے بدلے اس کا ایک ایک عضو جہنم کی آگ سے آزاد کر دے گا ⑤ یہ حدیث نسائی شریف میں بھی ہے' اور حدیث میں ہے جو شخص کسی کی گردن آزاد کرائے اللہ تعالیٰ اسے اس کا فدیہ بنا دیتا ہے ⑥ ایسی اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں' مسند احمد میں ہے کہ ایک اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کوئی ایسا کام بتا دیجئے جس سے میں جنت میں جا سکوں؟ آپ نے فرمایا تھوڑے سے الفاظ میں بہت سی باتیں تو پوچھ بیٹھا۔ نسمہ آزاد کر' رقبہ چھڑا۔ اس نے کہا حضرت کیا یہ ایک چیز نہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں نسمہ کی آزادگی کے معنی تو ہیں اکیلا ایک غلام آزاد کرے اور ﴿فَكُّ رَقَبَةٍ﴾ کے

---

① [صحیح : ابو داؤد: کتاب العتق باب ای الرقاب افضل (٣٩٦٥) تفسیر ابن جریر الطبری (٣٧٣١٧)] شیخ البانی ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابو داود]

② [صحیح : مسند احمد (٤/٣٨٦)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (١٩٤٥٦)]

③ [صحیح : مسند احمد (٤/٣٨٦) ابوداؤد : کتاب العتق : اب ای الرقاب افضل (٣٩٦٦) نسائی (٤٨٨٥)] شیخ البانی ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود]

④ [صحیح لغیرہ : مسند احمد (٤/٣٨٦)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (١٩٤٣٧)] شیخ عبدالرزاق مہدی اسے حسن کہتے ہیں۔]

⑤ [ضعیف : ابوداؤد : کتاب العتق : باب فی ثواب العتق (٣٩٦٤) نسائی : کتاب الجهاد (٣١٤٤)] شیخ البانی ؒ اسے ضعیف کہتے ہیں۔[ضعیف ابوداود] شیخ عبدالرزاق مہدی نے بھی اسے غیر قوی کہا ہے۔]

⑥ [صحیح لغيره وهذا اسناد ضعيف لانقطاعه : مسند احمد (٤/١٥٠)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ یہ روایت صحیح لغیرہ ہے البتہ یہ سند انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے۔[الموسوعة الحديثية (١٦٧١٧)]

معنی ہیں کہ تھوڑی بہت مدد کرے دودھ والا جانور دودھ پینے کیلئے کسی مسکین کو دینا' ظالم رشتہ دار سے نیک سلوک کرنا یہ جنت کے کام ہیں۔ اگر اس کی تجھے طاقت نہ ہو تو بھوکے کو کھلا' پیاسے کو پلا' نیکیوں کا حکم کر' برائیوں سے روک' اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو سوائے بھلائی کے اور نیک بات کے اور کلمہ زبان سے نہ نکال۔ (۱) ﴿ذِي مَسْغَبَةٍ﴾ کے معنی ہیں بھوک والا' جبکہ کھانے کی اشتہا ہو' غرض بھوک کے وقت کا کھلانا اور وہ بھی اسے جو نادان بچہ ہے سر سے باپ کا سایہ اٹھ چکا ہے اور اس کا رشتہ دار بھی ہے' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں مسکین کو صدقہ دینا اکہرا ثواب رکھتا ہے اور رشتے دار کو دینا دوہرا اجر دلواتا ہے' (مسند احمد) (۲) یا ایسے مسکین کو دینا جو خاک آلود ہو' راستے میں پڑا ہوا ہو گھر ور نہ ہو' بر بستر نہ ہو' بھوک کی وجہ سے پیٹھ زمین دوز ہو رہی ہو' اپنے گھر سے دور ہو' مسافرت میں ہو' فقیر' مسکین محتاج' مقروض' مفلس ہو' کوئی پرسان حال نہ ہو' اہل وعیال والا ہو' یہ سب معنی قریب قریب ایک ہی ہیں' پھر یہ شخص باوجود ان نیک کاموں کے دل میں ایمان رکھتا ہو ان نیکیوں پر اللہ سے اجر کا طالب ہو' جیسے اور جگہ ہے ﴿وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ﴾ (۳) الخ' جو شخص آخرت کا ارادہ رکھے اور اسی کے لئے کوشش کرے اور ہو بھی وہ باایمان تو ان کی کوشش اللہ کے ہاں مشکور ہے اور جگہ ہے ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى﴾ (۴) الخ' ایمان والوں میں سے جو مرد وعورت مطابق سنت عمل کرے یہ جنت میں جائیں گے اور وہاں بے حساب روزیاں پائیں گے' پھر ان کا اور وصف بیان ہو رہا ہے کہ لوگوں کے صدمات سہنے اور ان پر رحم وکرم کرنے کی یہ آپس میں ایک دوسروں کو وصیت کرتے ہیں' جیسے کہ حدیث میں ہے رحم کرنے والوں پر رحمٰن بھی رحم کرتا ہے' تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا (۵) اور حدیث میں ہے جو رحم نہ کرے اس پر رحم نہیں کیا جاتا (۶) ابوداؤد میں ہے جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے' اور بڑوں کے حق نہ سمجھے وہ ہم میں سے نہیں (۷) پھر فرماتا ہے کہ یہ لوگ وہ ہیں جن

---

(۱) [صحیح : مسند احمد (۲۹۹/٤)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۱۸٦٤۷)] شیخ عبدالرزاق مہدی فرماتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے اور اس کے شواہد بھی ہیں۔]

(۲) [مسند احمد (۲۱٤/٤) ابن ماجه : كتاب الزكاة : باب فضل الصدقة (۱۸٤٤) ترمذی : كتاب الزكاة : باب ما جاء في الصدقة على ذي القرابة (٦٥٨)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابن ماجه]

(۳) [سورة بنی اسرائیل: آیت ۱۹] (۴) [سورة النحل: آیت ۹۷]

(۵) [صحیح : ابو داؤد : كتاب الادب : باب في الرحمة (٤٩٤۱) ترمذی : كتاب البر والصله (۱۹۲٤)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔[صحیح ابوداود]

(۶) [صحیح : صحیح بخاری : كتاب التوحيد : باب قول الله تعالى قل ادعو الله او ادعو الرحمن اياما (۷۳۷٦) صحیح مسلم : كتاب الفضائل : باب رحمت الصبيان والعيال (۲۳۱۹) ترمذی : كتاب الزهد : باب ما جآء في الرياء والسمعة (۲۳۸۱) مسند احمد (٥٦۲/٤)]

(۷) [صحیح : بخاری في الادب المفرد (۳۳٥) ابوداؤد : كتاب الادب : باب في الرحمة (٤٩٤۳) ترمذی : كتاب البر و الصلة : باب ما جآء في رحمة الصبيان (۱۹۲۰)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود ، التعليق الرغيب (٤۱٦/۱)] شیخ عبدالرزاق مہدی اس حدیث کو قوی کہتے ہیں۔]

کے داہنے ہاتھ میں اعمالنامہ دیا جائے گا' اور ہماری آیتوں کے جھٹلانے والوں کے بائیں ہاتھ میں اعمال نامہ ملے گا' اور سر تہہ بہ تہہ آگ میں جائیں گے' جس سے نہ کبھی چھٹکارہ ملے گا نہ راحت نہ آرام' اس آگ کے دروازے ان پر بند رہیں گے۔ مزید بیان اس کا سورۂ ﴿وَيْلٌ لِّكُلِّ﴾ الخ' میں آئے گا' انشاءاللہ۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ نہ اس میں روشنی ہوگی' نہ سوراخ ہوگا' نہ کبھی وہاں سے نکلنا ملے گا' حضرت ابوعمران جونی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب قیامت کا دن آئے گا اللہ حکم دے گا اور ہر سرکش کو' ہر ایک شیطان کو اور ہر اس شخص کو جس کی شرارت سے لوگ دنیا میں ڈرتے رہتے تھے۔ لوہے کی زنجیروں سے مضبوط باندھ دیا جائے گا پھر جہنم میں جھونک دیا جائے گا' پھر جہنم بند کر دی جائے گی' اللہ کی قسم کبھی ان کے قدم ٹکیں گے ہی نہیں' اللہ کی قسم انہیں کبھی آسمان کی صورت ہی دکھائی نہ دے گی' اللہ کی قسم کبھی آرام سے ان کی آنکھ لگے گی ہی نہیں' اللہ کی قسم انہیں کوئی مزے کی چیز کھانے کو ملے گی ہی نہیں (ابن ابی حاتم) سورۂ بلد کی تفسیر ختم ہوئی۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ۔

تفسیر سورۃ الشمس

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث پہلے گزر چکی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم نے ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ اور ﴿وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا﴾ اور ﴿وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى﴾ کے ساتھ امامت کیوں نہ کرائی ؟[1]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ۝۱ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا ۝۲ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا ۝۳ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا ۝۴ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا ۝۵ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا ۝۶ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا ۝۷ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا ۝۸ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ۝۹ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ۝۱۰

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان بڑا رحیم ہے

قسم ہے سورج کی اور اسکی دھوپ کی ○ قسم ہے چاند کی جب اس کے پیچھے آئے ○ قسم ہے دن کی جب سورج کو نمایاں کرے ○ قسم ہے رات کی جب اسے ڈھانپ لے ○ قسم ہے آسمان کی اور اس کے بنانے کی ○ قسم ہے زمین کی اور اسے ہموار کرنے کی ○ قسم ہے نفس کی اور اسے درست بنانے کی ○ پھر قسم ہے اسکے دل میں بدی اور نیکی ڈالنے کی ○ جس نے اسے پاک کیا وہ کامیاب ہوا ○ اور جس نے اسے خاک میں ملا دیا وہ ناکام ہوا ○

کامیابی کے لیے تزکیہ کی ضرورت: حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں 'ضحیٰ' سے مراد روشنی ہے' قتادہ رحمہ اللہ فرماتے

[1] [صحیح : نسائی فی السنن الکبری : کتاب التفسیر : باب والشفع (۱۱۶۷۳)، (۶/۵۱۵)] شیخ عبد الرزاق مہدی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

ہیں ''پورا دن مراد ہے'' امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ٹھیک بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورج کی اور دن کی قسم کھائی ہے اور چاند جبکہ اس کے پیچھے آئے' یعنی سورج چھپ جائے اور چاند چمکنے لگے' ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مہینہ کے پہلے پندرہ دن میں تو چاند سورج کے پیچھے رہتا ہے اور پچھلے پندرہ دنوں میں یہ آگے ہوتا ہے' زید بن اسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں مراد اس سے لیلۃ القدر ہے' پھر دن کی قسم کھائی جبکہ وہ منور ہو جائے یعنی سورج دن کو گھیر لے' بعض عربی والوں نے یہ بھی کہا ہے کہ دن جبکہ اندھیرے کو روشن کر دے لیکن اگر یوں کہا جاتا کہ پھیلاوٹ کو وہ جب چمکا دے تو اور اچھا ہوتا ہے تاکہ یَغۡشٰهَا میں بھی یہ معنی ٹھیک بیٹھتے' اسی لئے حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں دن کی قسم جبکہ وہ اسے روشن کر دے' امام ابن جریر رحمہ اللہ اس قول کو پسند فرماتے ہیں کہ ان سب میں ضمیر ھا کا مرجع شمس ہے کیونکہ اسی کا ذکر چل رہا ہے' رات جبکہ اسے ڈھانپ لے یعنی سورج کو ڈھانپ لے اور چاروں طرف اندھیرا پھیل جائے' یزید بن ذی حمامہ کہتے ہیں کہ جب رات آتی ہے تو اللہ تعالیٰ جل جلالہ فرماتا ہے میرے بندوں کو میری ایک بہت بڑی مخلوق نے چھپا لیا پس مخلوق رات سے ہیبت کرتی ہے حالانکہ اس کے پیدا کرنے والے سے اور زیادہ ہیبت کرنی چاہئے (ابن ابی حاتم) پھر آسمان کی قسم کھاتا ہے یہاں جو ''ما'' ہے یہ مصدر یہ بھی ہوسکتا ہے یعنی آسمان کی قسم اور اس کی بناوٹ کی قسم' حضرت قتادہ رحمہ اللہ کا قول یہی ہے اور یہ ما معنی میں مَن کے بھی ہوسکتا ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ آسمان کی قسم اور اس کے بنانے والے کی قسم یعنی خود اللہ کی' مجاہد رحمہ اللہ یہی فرماتے ہیں' یہ دونوں معنی ایک دوسرے کو لازم ملزوم ہیں' بنا کے معنی بلندی کے ہیں جیسے اور جگہ ہے ﴿وَالسَّمَآءَ بَنَيۡنٰهَا بِاَيۡىدٍ﴾ [1] الخ' یعنی آسمان کو ہم نے قوت کے ساتھ بنایا اور ہم کشادگی والے ہیں' ہم نے زمین کو بچھایا اور کیا ہی اچھا ہم بچھانیوالے ہیں' اس طرح یہاں بھی فرمایا کہ زمین کی اور اس کی ہمواری کی اسے بچھانے اسے پھیلانے کی' اس کی تقسیم کی' اس کی مخلوق کی قسم' زیادہ مشہور قول اس کی تفسیر میں پھیلانے کا ہے۔ اہل لغت کے نزدیک بھی یہی معروف ہے۔ جوہری فرماتے ہیں ''طَحَوۡتُهٗ'' مثل ''دَحَوۡتُهٗ'' کے ہے اور اس کے معنی پھیلانے کے ہیں' اکثر مفسرین کا یہی قول ہے' پھر فرمایا نفس کی اور اسے ٹھیک ٹھاک بنانے کی قسم' یعنی اسے پیدا کیا درآنحالیکہ یہ ٹھیک ٹھاک اور فطرت پر قائم تھا جیسے اور جگہ ہے ﴿فَاَقِمۡ وَجۡهَكَ﴾ [2] الخ' اپنے چہرے کو قائم رکھ دین حنیف کیلئے۔ فطرت ہے اللہ کی جس پر لوگوں کو بنایا اللہ کی خلق کی تبدیلی نہیں' حدیث میں ہے ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا لیتے ہیں جیسے چوپائے جانور کا بچہ صحیح سالم پیدا ہوتا ہے کوئی ان میں تم کن کٹا ہوا نہ پاؤ گے (بخاری و مسلم) [3] صحیح مسلم شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے اپنے بندے یکسوئی والے پیدا کئے' ان کے پاس شیطان پہنچا اور دین سے ورغلا لیا۔ [4]

---

[1] [سورۃ الزاریات : آیت ۴۷-۴۸] [2] [سورۃ الروم : آیت ۳۰]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الجنائز : باب اذا اسلم الصبی فمات هل یصلی علیه (۱۳۵۸) صحیح مسلم : کتاب القدر : باب کل مولود یولد علی الفطرة (۲۶۵۸-۲۲) مسند احمد (۲/۲۳۳)]

[4] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الجنة : باب الصفات التی یعرف بها فی الدنیا (۲۸۶۵-۱۳)]

پھر فرماتا ہے کہ اللہ نے اس کے لئے بدکاری و پرہیزگاری کو بیان کر دیا اور جو چیز اس کی قسمت میں تھی اس کی طرف اس کی رہبری ہوئی' ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یعنی خیر و شر ظاہر کر دیا' ابن جریر میں ہے حضرت ابو الاسود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے پوچھا ذرا بتاؤ تو لوگ جو کچھ اعمال کرتے ہیں اور تکلیفیں اٹھا رہے ہیں یہ کیا ان کیلئے اللہ کی جانب سے مقرر ہو چکی ہیں اور ان کی تقدیر میں لکھی جا چکی ہیں یا یہ خود آئندہ کے لیے اپنے طور پر کر رہے ہیں اس بنا پر کہ انبیاء ان کے پاس آ چکے اور اللہ کی حجت ان پر پوری ہوئی' میں نے جواب میں کہا نہیں نہیں بلکہ یہ چیز پہلے سے فیصل شدہ ہے اور مقدر ہو چکی ہے' حضرت عمران رضی اللہ عنہ نے کہا پھر یہ ظلم تو نہ ہوگا میں تو اسے سن کر کانپ اٹھا اور گھبرا کر کہا کہ ہر چیز کا خالق مالک وہی اللہ ہے تمام ملک اسی کے ہاتھ میں ہے اس کے افعال کی باز پرس کوئی نہیں کر سکتا وہ سب سے سوال کر سکتا ہے' میرا یہ جواب سن کر حضرت عمران رضی اللہ عنہ بہت خوش ہوئے اور کہا اللہ تجھے درستگی عنایت فرمائے میں نے تو یہ سوالات اس لئے کئے تھے کہ امتحان ہو جائے' سنو ایک شخص مزینہ یا جہینہ قبیلے کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہی سوال کیا جو میں نے پہلے تم سے کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی وہی جواب دیا جو تم نے دیا تو اس نے کہا پھر ہمارے اعمال سے کیا؟ آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ جس کسی کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے جس منزل کیلئے پیدا کیا ہے اس سے ویسے ہی کام ہو کر رہیں گے اگر جنتی ہے تو اعمال جنت اور دوزخی لکھا گیا ہے تو ویسے ہی اعمال اس پر آسان ہوں گے سنو قرآن میں اس کی تصدیق موجود ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَنَفْسٍ وَّمَا سَوَّاهَا ○ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا﴾ یہ حدیث مسلم شریف میں بھی ہے۔ مسند احمد میں بھی ہے [1] کہ جس نے اپنے نفس کو پاک کیا وہ بامراد ہوا' یعنی اطاعت رب میں لگا رہا نکمّے اعمال رذیل اخلاق چھوڑ دیئے' جیسے اور جگہ ہے ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ○ وَذَكَرَاسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى﴾ [2] جس نے پاکیزگی اختیار کی اور اپنے رب کا نام یاد کیا پھر نماز پڑھی اس نے کامیابی پالی اور جس نے اپنے ضمیر کو ستیاناس کیا اور ہدایت سے ہٹا کر اسے برباد کیا' نافرمانیوں میں پڑ گیا' اطاعت الٰہ کو چھوڑ بیٹھا' یہ ناکام اور نامراد ہوا۔ اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ جس کے نفس کو اللہ تعالیٰ نے پاک کیا وہ بامراد ہوا اور جس کے نفس کو اللہ نے نیچے گرا دیا وہ برباد' خائب اور خاسر رہا۔ عوفی اور علی بن ابوطلحہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی روایت کرتے ہیں۔ ابن ابی حاتم کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا﴾ پڑھ کر فرمایا کہ جس نفس کو اللہ نے پاک کیا اس نے چھٹکارا پالیا' لیکن اس حدیث میں ایک علت تو یہ ہے کہ جویبر بن سعید متروک الحدیث ہے دوسری علت یہ ہے کہ ضحاک جو حضرت عبداللہ سے روایت کرتے ہیں ان کی ملاقات ثابت نہیں' طبرانی کی حدیث میں ہے کہ ﴿فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا﴾ پڑھ کر آپ نے یہ دعا پڑھی ﴿اَللّٰهُمَّ اٰتِ نَفْسِیْ تَقْوٰهَا اَنْتَ وَلِیُّهَا وَمَوْلَاهَا وَخَیْرُ مَنْ زَكّٰهَا﴾ [3] ابن ابی حاتم کی حدیث میں یہ دعا یوں وارد ہے ﴿اَللّٰهُمَّ

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب القدر : باب کیفیة خلق آدمی فی بطن امه (٢٦٥٠)]

[2] [سورة الاعلی : آیت ١٤-١٥]

[3] [ضعیف : طبرانی کبیر (١١١٩١) اس میں ابن لہیعہ ضعیف ہے۔]

﴿اَتِ نَفْسِیْ تَقْوٰهَا وَزَكِّهَا اَنْتَ خَیْرُ مَنْ زَكّٰهَا اَنْتَ وَلِیُّهَا وَمَوْلَاهَا﴾ [1] مسند احمد کی حدیث میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رات کو ایک مرتبہ میری آنکھ کھلی تو دیکھا کہ حضور ﷺ اپنے بستر پر نہیں ہیں اندھیرے کی وجہ سے میں اپنے گھر میں ہاتھوں سے ٹٹولنے لگی تو میرے ہاتھ آپ پر پڑے آپ اس وقت سجدے میں تھے اور یہ دعا پڑھ رہے تھے ﴿رَبِّ اَعْطِ نَفْسِیْ تَقْوٰهَا وَزَكِّهَا اَنْتَ خَیْرُ مَنْ زَكّٰهَا اَنْتَ وَلِیُّهَا وَمَوْلَاهَا﴾ یہ حدیث صرف مسند احمد میں ہی ہے [2] مسلم شریف اور مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا مانگتے تھے ﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْهَرَمِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ اَللّٰهُمَّ اٰتِ نَفْسِیْ تَقْوٰهَا وَزَكِّهَا اَنْتَ خَیْرُ مَنْ زَكّٰهَا اَنْتَ وَلِیُّهَا وَمَوْلَاهَا اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ قَلْبٍ لَّا یَخْشَعُ وَمِنْ نَفْسٍ لَّا تَشْبَعُ وَعِلْمٍ لَّا یَنْفَعُ وَدَعْوَةٍ لَّا یُسْتَجَابُ لَهَا﴾ یا اللہ! میں عاجزی، بے چارگی، سستی، تھکاوٹ، بڑھاپے، نامردی سے اور بخیلی سے اور عذاب قبر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اے اللہ! میرے دل کو اس کا تقویٰ عطا فرما اور اسے پاک کر دے تو ہی اسے بہتر پاک کرنے والا ہے تو ہی اس کا والی اور مولیٰ ہے، اے اللہ! مجھے ایسے دل سے بچا جس میں تیرا ڈر نہ ہو اور ایسے نفس سے بچا جو آسودہ نہ ہو اور ایسے علم سے بچا جو نفع نہ دے اور ایسی دعا سے بچا جو قبول نہ کی جائے، راوی حدیث حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں یہ دعا سکھائی اور ہم تمہیں سکھاتے ہیں۔ [3]

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَآ ﴿11﴾ اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا ﴿12﴾ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْیٰهَا ﴿13﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا ۙ۬ فَدَمْدَمَ عَلَیْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا ﴿14﴾ وَلَا یَخَافُ عُقْبٰهَا ﴿15﴾ ع

ثمودیوں نے اپنی سرکشی کے باعث جھٹلایا ○ جب ان میں بڑا بدبخت اٹھ کھڑا ہوا ○ انہیں اللہ کے رسول نے فرما دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی اور اس کے پانی پینے کی باری کی حفاظت کرو ○ ان لوگوں نے اپنے پیغمبر کو جھوٹا سمجھ کر اس اونٹنی کی کوچیں کاٹ دیں، پس ہلاکت ڈالی ان پر ان کے رب نے ان کے گناہوں کے باعث پھر عام کر دیا ہلاکت کو ○ وہ اس سزا کے انجام سے بے خوف ہیں ○

ثمودیوں کی تکذیب و تکبر نے انہیں ہلاک کر دیا: اللہ تعالیٰ بیان فرما رہا ہے کہ ثمودیوں نے اپنی سرکشی، تکبر و تجبر کی بنا پر اپنے رسولوں کی تصدیق نہ کی۔ محمد بن کعب رحمہ اللہ فرماتے ہیں ﴿بِطَغْوٰىهَا﴾ کا مطلب یہ ہے کہ ان سب نے تکذیب کی لیکن پہلی بات ہی زیادہ اولیٰ ہے، حضرت مجاہد رحمہ اللہ اور حضرت قتادہ رحمہ اللہ نے بھی یہی بیان کیا ہے،

---

[1] [ضعیف: ابن ابی عاصم فی السنة (۳۱۸) اس میں عبداللہ اموی ضعیف ہے۔]

[2] [مسند احمد (۶/۲۰۹)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ احمد کے راوی ثقہ ہیں۔ [مجمع الزوائد (۲/۱۳۱)] شیخ عبد الرزاق مہدی اور حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[3] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الذکر والدعاء: باب فی الادعیه (۲۷۲۲) مسند احمد (۴/۳۷۱)]

اس سرکشی کی وجہ سے اور تکذیب کی شامت سے یہ اس قدر بد بخت ہو گئے کہ ان میں سے جو زیادہ بد تخص تھا وہ تیار ہو گیا اس کا نام قدار بن سالف تھا اسی نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی کوچیں کاٹی تھیں اسی کے بارے میں فرمان ہے ﴿فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ﴾[1] ثمودیوں کی آواز پر یہ آ گیا اور اس نے اونٹنی کو مار ڈالا' یہ شخص اس قوم میں ذی عزت تھا' شریف تھا' ذی نسب تھا' قوم کا رئیس اور سردار تھا۔ مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ اپنے خطبے میں اس اونٹنی کا اور اس کے مار ڈالنے والے کا ذکر کیا اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا کہ جیسے ابوزمعہ تھا اسی جیسا یہ شخص بھی اپنی قوم میں شریف' عزیز اور بڑا آدمی تھا' امام بخاری رحمہ اللہ بھی اسے تفسیر میں اور امام مسلم رحمہ اللہ جہنم کی صفت میں لائے ہیں' اور سنن ترمذی' سنن نسائی میں بھی یہ روایت تفسیر میں ہے[2] ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میں تجھے دنیا بھر کے بد بخت ترین دو شخص بتاتا ہوں ایک تو احیمر ثمود جس نے اونٹنی کو مار ڈالا دوسرا وہ شخص جو تیری پیشانی پر زخم لگائے گا یہاں تک کہ داڑھی خون سے تربتر ہو جائے گی[3] اللہ کے رسول حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمادیا تھا کہ اے قوم! اللہ کی اونٹنی کو برائی پہنچانے سے ڈرو' اس کے پانی پینے کے مقررہ دن میں ظلم کر کے اسے پانی سے نہ روکو تمہاری اور اس کی باری مقرر ہے۔ لیکن ان بد بختوں نے پیغمبر علیہ السلام کی نہ مانی جس کے گناہ کے باعث ان کے دل سخت ہو گئے اور پھر یہ صاف طور پر مقابلہ کے لیے تیار ہو گئے اور اس اونٹنی کی کوچیں کاٹ دیں' جسے اللہ تعالیٰ نے بغیر ماں باپ کے پتھر کی ایک چٹان سے پیدا کیا تھا جو حضرت صالح علیہ السلام کا معجزہ اور اللہ کی قدرت کی کامل نشانی تھی اللہ بھی ان پر غضبناک ہو گیا اور ہلاکت ڈال دی اور سب پر برابر سے عذاب اترا یہ اس لئے کہ احیمر ثمود کے ہاتھ پر اس کی قوم کے چھوٹے بڑوں نے مرد عورت نے بیعت کر لی تھی اور سب کے مشورے سے اس نے اونٹنی کو کاٹا تھا اس لئے عذاب میں بھی سب پکڑے گئے ﴿وَلَا يَخَافُ﴾ کو ﴿فَلَا يَخَافُ﴾ بھی پڑھا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ کسی کو سزا کرے تو اسے یہ خوف نہیں ہوتا کہ اس کا انجام کیا ہو گا؟ کہیں یہ بگڑ نہ بیٹھیں' یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ اس بدکار احیمر نے اونٹنی کو مار تو ڈالا لیکن انجام سے نہ ڈرا' مگر پہلا قول ہی اولیٰ ہے۔ واللہ اعلم الحمد للہ سورۃ الشمس وضحاھا کی تفسیر ختم ہوئی۔ فالحمد للہ

---

[1] [سورۃ القمر: آیت ۲۹]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: سورہ الشمس وضحھا (۴۹۴۲) صحیح مسلم: کتاب صفة الجنة: باب النار یدخلها الجبارون (۲۸۵۵) ترمذی (۳۳۴۳) مسند احمد (۱۷/۴)]

[3] [حسن لغیرہ: مسند احمد (۲۶۳/۴) طحاوی فی مشکل الآثار (۳۵۱/۱) بیهقی فی دلائل النبوۃ (۱۱/۳) مسند بزار (۲۰۶۷) مستدرك حاکم (۱۴۰/۳)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ یہ روایت ان الفاظ ﴿یا ابا تراب﴾ کے علاوہ حسن لغیرہ ہے۔ [الموسوعة الحدیثیة (۱۸۳۲۱)]

تفسیر سورۃ اللیل

آنحضرت ﷺ کا حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے یہ فرمانا پہلے بیان ہو چکا ہے کہ تو نے ﴿سبح اسم﴾ اور ﴿والشمس﴾ اور ﴿واللیل﴾ سے امامت کیوں نہ کرائی ؟[1]

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
وَ الَّیۡلِ اِذَا یَغۡشٰی ۙ﴿۱﴾ وَ النَّہَارِ اِذَا تَجَلّٰی ۙ﴿۲﴾ وَ مَا خَلَقَ الذَّکَرَ وَ الۡاُنۡثٰۤی ۙ﴿۳﴾ اِنَّ سَعۡیَکُمۡ
لَشَتّٰی ؕ﴿۴﴾ فَاَمَّا مَنۡ اَعۡطٰی وَ اتَّقٰی ۙ﴿۵﴾ وَ صَدَّقَ بِالۡحُسۡنٰی ۙ﴿۶﴾ فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلۡیُسۡرٰی ؕ﴿۷﴾ وَ
اَمَّا مَنۡۢ بَخِلَ وَ اسۡتَغۡنٰی ۙ﴿۸﴾ وَ کَذَّبَ بِالۡحُسۡنٰی ۙ﴿۹﴾ فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلۡعُسۡرٰی ﴿ؕ۱۰﴾ وَ مَا یُغۡنِیۡ عَنۡہُ
مَالُہٗۤ اِذَا تَرَدّٰی ﴿ؕ۱۱﴾

اللہ تعالیٰ رحمٰن ورحیم کے نام سے شروع

قسم ہے رات کی جب چھا جائے ○ اور قسم ہے دن کی جب روشن ہو ○ اور قسم ہے اس ذات کی جس نے نر مادہ کو پیدا کیا ○ یقیناً تمہاری کوشش مختلف قسم کی ہے ○ ہاں جو شخص دیتا رہے اور ڈرتا رہے ○ اور نیک بات کی تصدیق کرتا رہے ○ تو ہم بھی تیج تیج اسے آسانی میں پہنچا دیں گے ○ لیکن جو بخیلی کرے اور بے پرواہی برتے ○ اور نیک بات کی تکذیب کرے تو ○ ہم بھی اسے تیج تیج سختی میں پہنچا دیں گے ○ اس کا مال اسے اوندھا کرنے کے وقت کچھ کام نہ آئے گا ○

نیکی کیلئے قصد ضروری ہے: مسند احمد میں ہے حضرت علقمہ رحمہ اللہ شام میں آئے اور دمشق کی مسجد میں جا کر دو رکعت نماز ادا کی اور اللہ سے دعا کی الٰہی مجھے نیک ساتھی عطا فرما پھر چلے تو حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی پوچھا کہ تم کہاں کے ہو تو حضرت علقمہ رحمہ اللہ نے کہا میں کوفے والا ہوں پوچھا ابن ام عبد رضی اللہ عنہ اس سورت کو کس طرح پڑھتے تھے؟ میں نے کہا ﴿وَالذَّكَرِ وَالْأُنثَىٰ﴾ پڑھتے تھے' حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرمانے لگے میں نے بھی رسول اللہ ﷺ سے یونہی سنا ہے اور یہ لوگ مجھے شک وشبہ میں ڈال رہے ہیں پھر فرمایا کیا تم میں تکئے والے یعنی جن کے پاس سفر میں حضور ﷺ کا بستر رہتا تھا اور راز دان ایسے بھیدوں سے واقف جن کا علم اور کسی کو نہیں' وہ جو شیطان سے بہ زبان رسول اللہ ﷺ بچا لئے گئے تھے وہ نہیں؟[2] یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ یہ حدیث بخاری میں بھی ہے اس میں یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد اور ساتھی حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے پاس آئے آپ بھی انہیں ڈھونڈتے ہوئے پہنچے پھر پوچھا کہ تم میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قراءت پر قرآن پڑھنے

---

[1] [صحیح : نسائی فی السنن الکبری : کتاب التفسیر : باب والشفع (۱۱۶۷۳)، (۵۱۵/۶)] شیخ عبد الرزاق مہدی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[2] [صحیح : مسند احمد (۴۴۹/۶)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔ [الموسوعۃ الحدیثیۃ (۲۷۵۳۸)]

والا کون ہے؟ تو کہا کہ ہم سب ہیں' پھر پوچھا کہ تم سب میں سے عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قراءت کو زیادہ یاد رکھنے والا کون ہے؟ لوگوں نے حضرت علقمہ کی طرف اشارہ کیا تو ان سے سوال کیا کہ ﴿ وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى ﴾ کو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے تم نے کس طرح سنا؟ تو کہا وہ ﴿ وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثَى ﴾ پڑھتے تھے کہا میں نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح سنا ہے اور یہ لوگ چاہتے ہیں کہ میں ﴿ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنْثَى ﴾ پڑھوں اللہ کی قسم میں تو ان کی مانوں گا نہیں' [1] الغرض حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی قراءت یہی ہے اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے تو اسے مرفوع بھی کہا ہے' باقی جمہور کی قراءت وہی ہے جو موجودہ قرآن میں ہے' پس اللہ تعالیٰ رات کی قسم کھاتا ہے جبکہ اس کا اندھیرا تمام مخلوق پر چھا جائے' اور دن کی قسم کھاتا ہے جبکہ وہ تمام چیزوں کو اپنی روشنی سے منور کردے اور اپنی ذات کی قسم کھاتا ہے جو نر و مادہ کا پیدا کرنے والا ہے' جیسے فرمایا ﴿ وَخَلَقْنَاكُمْ أَزْوَاجًا ﴾ [2] ہم نے تمہیں جوڑا جوڑا پیدا کیا ہے۔ اور فرمایا ﴿ وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ ﴾ [3] ہم نے ہر چیز کے جوڑے پیدا کئے ہیں' ان متضاد کی اور ایک دوسری کے خلاف قسمیں کھا کر اب فرماتا ہے کہ تمہاری کوششیں اور تمہارے اعمال بھی متضاد اور ایک دوسرے کے خلاف ہیں' بھلائی کرنے والے بھی ہیں اور برائیوں میں مبتلا رہنے والے بھی ہیں۔

پھر فرماتا ہے کہ جس نے دیا یعنی اپنے مال کو اللہ کے حکم کے ماتحت خرچ کیا اور پھونک پھونک کر قدم رکھا' ہر ایک امر میں خوف اللہ کرتا رہا اور اس کے بدلے کو سچا جانتا رہا اس کے ثواب پر یقین رکھا' حسنیٰ کے معنی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے بھی کئے گئے ہیں' اللہ کی نعمتوں کے بھی کئے گئے ہیں' نماز' روزہ' صدقہ فطر' جنت کے بھی مروی ہیں [4] پھر فرماتا ہے کہ ہم اسے آسانی کی راہ آسان کردیں گے یعنی بھلائی' جنت اور نیک بدلے کی' اور جس نے اپنے مال کو راہ اللہ میں نہ دیا اور اللہ تعالیٰ سے بے نیازی برتی اور حسنیٰ کی یعنی قیامت کے بدلے کی تکذیب کی تو اس پر ہم برائی کا راستہ آسان کردیں گے جیسے فرمایا ﴿ وَنُقَلِّبُ أَفْئِدَتَهُمْ وَأَبْصَارَهُمْ ﴾ [5] الخ' یعنی ہم ان کے دل اور ان کی آنکھیں الٹ دیں گے جس طرح وہ پہلی بار قرآن پر ایمان نہ لائے تھے' اور ہم انہیں ان کی سرکشی میں ہی بھٹکنے دیں گے۔ اس مطلب کی آیتیں قرآن کریم میں جابجا موجود ہیں کہ ہر عمل کا بدلہ اسی جیسا ہوتا ہے خیر کا قصد کرنے والے کو توفیق خیر ملتی ہے اور شر کا قصد رکھنے والوں کو اسی کی توفیق ہوتی ہے' اس معنی کی تائید میں یہ حدیثیں بھی ہیں' حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ہمارے اعمال فارغ شدہ تقدیر کے ماتحت ہیں یا

---

[1] **[صحیح** : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب وما خلق الذکر والانثیٰ (٤٩٤٤) صحیح مسلم : کتاب صلاۃ المسافرین : باب ما یتعلق بالقراءت (٨٢٤۔ ٢٨٢)]

[2] [سورۃ النباء : آیت ٨] [3] [سورۃ الذاریات : آیت ٤٩]

[4] **[ضعیف** : شیخ عبدالرزاق مہدی فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے اور اس کی دو علتیں ہیں۔ ایک یہ کہ اس میں زہیر بن محمد راوی اھل شام سے منکر روایتیں بیان کرتا ہے۔ اور دوسرے یہ کہ اس میں ایک راوی مجہول ہے۔]

[5] [سورۃ الانعام : آیت ١١٠]

نو پید ہماری طرف سے ہیں؟ آپ نے فرمایا بلکہ تقدیر کے لکھے ہوئے کے مطابق' کہنے لگے پھر عمل کی کیا ضرورت؟ فرمایا ہر شخص پر وہ عمل آسان ہوں گے جس چیز کیلئے وہ پیدا کیا گیا ہے (مسند احمد) (1) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بقیع غرقد میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازے میں تھے تو آپ نے فرمایا سنو! تم میں سے ہر ایک کی جگہ جنت دوزخ میں مقرر کردہ ہے اور لکھی ہوئی ہے لوگوں نے کہا پھر اس پر بھروسہ کر کے بیٹھ کیوں نہ رہیں؟ آپ نے فرمایا عمل کرتے رہو ہر شخص سے وہی عمل صادر ہوں گے جن کیلئے وہ پیدا کیا گیا ہے پھر آپ نے یہی آیتیں تلاوت فرمائیں (صحیح بخاری شریف) (2) اسی روایت کے اور طریق میں ہے کہ اس بیان کے وقت آپ کے ہاتھ میں ایک تنکا تھا اور سر نیچے کئے ہوئے زمین پر اسے پھیر رہے تھے' الفاظ میں کچھ کمی بیشی بھی ہے (3) مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بھی ایک ایسا ہی سوال جیسا اوپر کی حدیث میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا گزرا مروی ہے۔ اور آپ کا جواب بھی تقریباً ایسا ہی مروی ہے (4) ابن جریر میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی ایسی ہی روایت مروی ہے (5) ابن جریر کی ایک حدیث میں دونو جوانوں کا ایسا ہی سوال اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا ہی جواب مروی ہے' اور پھر ان دونوں حضرات کا یہ قول بھی ہے کہ یارسول اللہ! ہم بہ کوشش نیک اعمال کرتے رہیں گے۔ (6) حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح مروی ہے (7) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہر دن غروب کے وقت سورج کے دونوں طرف دو فرشتے ہوتے ہیں اور وہ با آواز بلند دعا کرتے ہیں جسے تمام چیزیں سنتی ہیں سوائے جنات اور انسان کے کہ اے اللہ! سخی کو نیک بدلہ دے اور بخیل کا مال تلف کر' یہی معنی ہیں قرآن کی ان چاروں آیتوں کے۔ (8) ابن ابی حاتم کی ایک بہت ہی غریب حدیث میں اس پوری سورت کا شان نزول یہ لکھا

---

(1) [حسن لغیرہ : مسند احمد (۱/ ۶)] شیخ شعیب ارناؤوط اس روایت کو حسن لغیرہ کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۱۹)]

(2) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب قوله فاما من اعطی واتقی (۴۹۴۵)]

(3) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الجنائز : باب موعظة المحدث عند القبر (۱۳۶۲)، (۴۹۴۵) صحیح مسلم : کتاب القدر : باب کیفیة الخلق الادمی (۲۶۴۷) ابن ماجه : کتاب السنة : باب فی القدر (۷۸) ابو داؤد : کتاب السنة : باب فی القدر (۴۶۹۴) ترمذی : کتاب التفسیر : باب و من سورة والليل اذا يغشىٰ (۳۳۴۴)]

(4) [صحیح : مسند احمد (۲/ ۵۲) ترمذی : کتاب القدر : باب ما جآء فی الشقاء والسعادة (۲۱۳۵)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی، ظلال الجنة (۱۶۱)] شیخ عبدالرزاق مہدی نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔]

(5) [صحیح : صحیح مسلم : کتاب القدر : باب کیفیه خلق آدمی فی بطن امه (۲۶۴۸ ـ ۸)]

(6) [مرسل : تفسیر ابن جریر الطبری (۳۷۴۷۹)]

(7) [صحیح لغیرہ : مسند احمد (۶/ ۴۴۶)] شیخ شعیب ارناؤوط اس روایت کو صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۲۷۴۸۷)]

(8) [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۳۷۴۵۶)] اس کی سند میں خلید عصری راوی ضعیف ہے۔]

ہے کہ ایک شخص کا کھجوروں کا باغ تھا ان میں سے ایک درخت کی شاخیں ایک مسکین شخص کے گھر میں پڑتی تھیں' وہ بیچارہ' غریب' نیک بخت اور بال بچوں والا تھا' باغ والا جب اس درخت کی کھجوریں اتارنے آتا تو اس مسکین کے گھر میں جا کر وہاں کی کھجوریں اتارتا اس میں جو کھجوریں نیچے گرتیں انہیں اس غریب شخص کے بچے چن لیتے تو یہ آ کر ان سے چھین لیتا بلکہ اگر کسی بچے نے منہ میں ڈال لی ہے تو انگلی ڈال کر اس کے منہ سے نکلوا لیتا' اس مسکین نے اس کی شکایت رسول اللہ ﷺ سے کی آپ نے اس سے فرمادیا کہ اچھا تم جاؤ اور آپ اس باغ والے سے ملے اور فرمایا کہ تو اپنا وہ درخت جس کی شاخیں فلاں مسکین کے گھر میں ہیں' مجھے دے دے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے تجھے جنت کا ایک درخت دے گا وہ کہنے لگا اچھا حضرت میں نے دیا مگر مجھے اس کی کھجوریں بہت اچھی لگتی ہیں میرے تمام باغ میں ایسی کھجوریں کسی اور درخت کی نہیں' آنحضرت ﷺ یہ سن کر خاموشی کے ساتھ واپس تشریف لے گئے۔ ایک شخص جو یہ بات چیت سن رہا تھا وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا حضرت! اگر یہ درخت میرا ہو جائے اور میں آپ کا کر دوں تو کیا مجھے اس کے بدلے جنتی درخت مل سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں' یہ شخص اس باغ والے کے پاس آئے ان کا بھی ایک باغ کھجوروں کا تھا یہ پہلا شخص ان سے وہ ذکر کرنے لگا کہ حضرت مجھے فلاں درخت کھجور کے بدلے جنت کا ایک درخت کو کہہ رہے تھے میں نے یہ جواب دیا یہ سن کر خاموش ہو رہے' پھر تھوڑی دیر بعد فرمایا کہ کیا تم اسے بیچنا چاہتے ہو؟ اس نے کہا نہیں؟ ہاں یہ اور بات ہے کہ جو قیمت اس کی مانگوں وہ کوئی مجھے دے دے' لیکن کون دے سکتا ہے؟ پوچھا کیا قیمت لینا چاہتے ہو؟ کہا چالیس درخت خرما کے۔ اس نے کہا یہ تو بڑی زبردست قیمت لگا رہے ہو ایک کے چالیس پھر اور باتوں میں لگ گئے' پھر کہنے لگے اچھا میں اسے اتنے میں ہی خریدتا ہوں اس نے کہا اچھا اگر سچ مچ خریدنا ہے تو گواہ کر لو' اس نے چند لوگوں کو بلا لیا اور معاملہ طے ہو گیا گواہ مقرر ہو گئے' پھر اسے کچھ سوجھی تو کہنے لگے کہ دیکھئے صاحب جب تک ہم تم الگ نہیں ہوئے یہ معاملہ طے نہیں ہوا اس نے بھی ایسا کہا بہت اچھا میں ایسا احمق ہوں کہ تیرے درخت کے بدلے جو خم کھایا ہے اپنے چالیس درخت دے دوں تو یہ کہنے لگا اچھا اچھا مجھے منظور ہے لیکن درخت جو میں لوں گا وہ تنے والے عمدہ لوں گا اس نے کہا اچھا منظور چنانچہ گواہوں کے روبرو یہ سودا فیصل ہوا اور مجلس برخاست ہوئی۔ یہ شخص خوشی خوشی رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ اب وہ درخت میرا ہو گیا اور میں نے اسے آپ کو دے دیا' رسول اللہ ﷺ اس مسکین کے پاس گئے اور فرمانے لگے یہ درخت تمہارا ہے اور تمہارے بچوں کا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس پر یہ سورت نازل ہوئی [1] ابن جریر میں مروی ہے کہ یہ آیتیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں' آپ مکہ شریف میں ابتداء اسلام کے بارے میں بڑھیا عورتوں اور ضعیف لوگوں کو جو مسلمان ہو جاتے تھے آزاد کر دیا کرتے تھے اس پر ایک مرتبہ آپ کے والد ابو قحافہ نے جواب تک مسلمان نہ ہوئے تھے کہا کہ بیٹا تم جوان کمزور ہستیوں کو آزاد کراتے پھرتے ہو اس سے تو یہ اچھا کہ نوجوان

---

[1] [ضعیف : الدرالمنثور للسیوطی (٦/٦٠٢)] اس کی سند میں حفص عدنی ضعیف ہے۔]

طاقتور کو آزاد کراؤ تاکہ وقت پر تمہارے کام آئیں، تمہاری مدد کریں، اور دشمنوں سے لڑیں۔ تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ابا جی! میرا ارادہ دنیوی فائدے کا نہیں میں تو صرف رضائے رب اور مرضی مولا چاہتا ہوں، اس بارے میں یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ [1] 'تَرَدّٰی' کے معنی مرنے کے بھی مروی ہیں، اور آگ میں گرنے کے بھی۔

اِنَّ عَلَیْنَا لَلْهُدٰى ﴿۱۲﴾ وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى ﴿۱۳﴾ فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى ﴿۱۴﴾
لَا یَصْلٰىهَآ اِلَّا الْاَشْقَى ﴿۱۵﴾ الَّذِیْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿۱۶﴾ وَسَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ﴿۱۷﴾ الَّذِیْ
یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَكّٰى ﴿۱۸﴾ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى ﴿۱۹﴾ اِلَّا ابْتِغَآءَ
وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ﴿۲۰﴾ وَلَسَوْفَ یَرْضٰى ﴿۲۱﴾

ع ۱

راہ دکھا دینا ہمارا ذمہ ہے ○ اور ہمارے ہی ہاتھ میں ہے آخرت اور دنیا ○ میں نے تو تمہیں شعلے مارتی ہوئی آگ سے ڈرا دیا ○ جس میں صرف وہ بدبخت تر لوگ داخل ہوں گے ○ جنہوں نے جھٹلایا اور منہ پھیر لیا ○ اس سے ایسا شخص دور رکھا جائے گا جو پرہیزگار ہو ○ جو پاکی حاصل کرنے کیلئے اپنا مال دیتا ہے ○ کسی کا اس پر کوئی احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جاتا ہو ○ صرف اپنے پروردگار بزرگ و بلند کا دیدار مطلوب ہے ○ یقیناً وہ بھی عنقریب رضامند ہو جائے گا ○

پروردگار کی رضا ہی مقصودِ حقیقی: یعنی حلال و حرام کو ظاہر کرنا ہمارے ذمہ ہے، یہ بھی معنی ہیں کہ جو ہدایت پر چلا وہ یقیناً ہم تک پہنچ جائے گا جیسے فرمایا ﴿وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِیْلِ﴾ [2] آخرت اور دنیا کی ملکیت ہماری ہی ہے، میں نے بھڑکتی ہوئی آگ سے تمہیں ہوشیار کر دیا ہے، مسند احمد میں ہے کہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ میں فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ سے میں نے خطبہ کی حالت میں سنا ہے آپ بہت بلند آواز سے فرما رہے تھے یہاں تک کہ میری اس جگہ سے بازار تک آواز پہنچے اور بار بار فرماتے جاتے تھے لوگو! میں تمہیں جہنم کی آگ سے ڈرا چکا۔ لوگو! میں تمہیں جہنم کی آگ سے ڈرا رہا ہوں، بار بار یہ فرما رہے تھے یہاں تک کہ چادر مبارک کندھوں سے سرک کر پیروں میں گر پڑی [3] صحیح بخاری شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سب سے ہلکے عذاب والا جہنمی قیامت کے دن وہ ہوگا جس کے دونوں قدموں تلے دو انگارے رکھ دیئے جائیں گے جس سے اس کا دماغ ابل رہا ہوگا [4] مسلم شریف کی حدیث میں ہے ہلکے عذاب والا جہنمی وہ ہوگا جس کی دونوں جوتیاں اور دونوں تسمے آگ کے ہوں گے جن سے اس کا دماغ اس طرح ابل رہا ہوگا جس طرح ہنڈیا جوش کھا رہی ہو۔ باوجودیکہ سب

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۳۷۴۵۷) مستدرك حاكم (۲/۵۲۵)]

[2] [سورة النحل: آیت ۹]

[3] [**حسن**: مسند احمد (۴/۲۷۲)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ [مجمع الزوائد (۲/۱۹۰)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۱۸۳۹۸)]

[4] [**صحیح**: صحیح بخاری: کتاب الرقاق: باب صفته الجنة والنار (۶۵۶۱) مسند احمد (۴/۲۷۱)]

سے ہلکے عذاب والا یہی ہے لیکن اس کے خیال میں اس سے زیادہ عذاب والا اور کوئی نہ ہوگا [1] اس جہنم میں صرف وہی لوگ گھیر گھار کر بدترین عذاب کئے جائیں گے جو بدبخت تر ہوں جن کے دل میں کذب' بغض ہو اور جسم سے اسلام پر عمل نہ ہو' مسند احمد کی حدیث میں بھی ہے کہ جہنم میں صرف شقی لوگ جائیں گے' لوگوں نے پوچھا وہ کون ہیں؟ فرمایا جو اطاعت گزار نہ ہوں اور نہ اللہ کے خوف سے کوئی بدی چھوڑتے ہوں۔ [2] مسند کی اور حدیث میں ہے میری ساری امت جنت میں جائے گی سوائے ان کے جو جنت سے انکار کریں لوگوں نے پوچھا جنت میں جانے سے انکار کرنے والا کون ہے؟ فرمایا جو میری اطاعت کرے وہ جنت میں گیا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے گویا جنت میں جانے سے انکار کر دیا [3] اور فرمایا جہنم سے دوری اسے ہوگی جو تقویٰ شعار' پرہیزگار اور اللہ کے ڈر والا ہوگا۔ جو اپنے مال کو اللہ کی راہ میں دے تاکہ خود بھی پاک ہو جائے اور اپنی چیزوں کو بھی پاک کر لے اور دین و دنیا میں پاکیزگی حاصل کر لے' اس لئے کسی کے ساتھ سلوک نہیں کرتا تاکہ اس کا بھی کوئی احسان اس پر ہے بلکہ اس لئے کہ آخرت میں جنت ملے اور وہاں اللہ کا دیدار نصیب ہو' پھر فرماتا ہے کہ بہت جلد بالیقین ایسی پاک صفتوں والا شخص راضی ہو جائے گا۔ اکثر مفسرین کہتے ہیں یہ آیتیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں اتری ہیں۔ یہاں تک کہ بعض مفسرین نے تو اس پر اجماع نقل کیا ہے' بیشک صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس میں داخل ہیں اور اس کی عمومیت میں ساری امت سے پہلے ہیں۔ گو الفاظ آیت کے عام ہیں لیکن آپ سب سے اول اس کے مصداق ہیں' ان تمام اوصاف میں اور کل کی کل نیکیوں میں سب سے پہلے اور سب سے آگے اور سب سے بڑھے چڑھے ہوئے آپ ہی تھے۔ آپ صدیق تھے' پرہیزگار تھے' بزرگ تھے' سخی تھے' آپ نے مالوں کو اپنے مولا کی اطاعت میں اور رسول اللہ ﷺ کی امداد میں دل کھول کر خرچ کرتے رہتے تھے ہر ایک کے ساتھ احسان و سلوک کرتے اور کسی دنیوی فائدے کی چاہت پر نہیں کسی کے احسان کے بدلے نہیں بلکہ صرف اللہ کی مرضی کیلئے' رسول اللہ ﷺ کی فرمانبرداری کیلئے' جتنے لوگ تھے خواہ بڑے ہوں خواہ چھوٹے سب پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے احسانات کے بار تھے' یہاں تک کہ عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو قبیلہ ثقیف کا سردار تھا صلح حدیبیہ کے موقع پر جبکہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے اسے ڈانٹا ڈپٹا اور دو باتیں سنائیں تو اس نے کہا کہ اگر آپ کے احسان مجھ پر نہ ہوتے جس کا بدلہ میں نہیں دے سکا تو میں آپ کو ضرور جواب دیتا [4] پس جبکہ عرب کے سردار اور قبائل عرب کے بادشاہ کے اوپر آپ

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب اھون اھل النار عذابا (۲۱۳)]

[2] [ضعیف : مسند احمد (۲/۳۴۹) ابن ماجه : کتاب الزھد : باب ما یرجی من رحمة الله عزو جل یوم القیامة (٤۲۹۸)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ابن ماجه] اس میں ابن لہیعہ راوی ضعیف ہے۔ شیخ عبدالرزاق مہدی اور مولانا مبشر احمد ربانی بھی اس روایت کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الاعتصام : باب الاقتداء بسنن رسول الله (۷۲۸۰) مسند احمد (۲/۳٦۱)]

[4] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الشروط : باب الشروط فی الجهاد (۲۷۳۱)]

کے اس قدر احسان تھے کہ وہ سر نہیں اٹھا سکتا تھا تو بھلا اور تو کہاں؟ اسی لئے یہاں بھی فرمایا گیا کہ کسی پر احسان کا بدلہ دینا نہیں بلکہ صرف دیدار اللہ کی خواہش ہے، بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے جو شخص جوڑا اللہ کی راہ میں خرچ کرے اسے جنت کے داروغے پکاریں گے کہ اے اللہ کے بندے! ادھر سے آؤ یہ سب سے اچھا ہے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ! کوئی ضرورت تو ایسی نہیں لیکن فرمایئے کوئی ایسا بھی ہے جو جنت کے تمام دروازوں سے بلایا جائے؟ آپ نے فرمایا ہاں ہے اور مجھے اللہ سے امید ہے کہ تم ان میں سے ہو۔ (1)

الحمد للہ سورۂ اللیل کی تفسیر ختم ہوئی۔ اللہ کا احسان ہے اور اس کا شکر ہے۔

تفسیر سورة الضحی

اسماعیل بن قسطنطین اور شبل بن عباد رحمہما اللہ کے سامنے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ تلاوت قرآن کر رہے تھے جب اس سورت تک پہنچے تو دونوں نے فرمایا کہ اب سے آخر تک ہر سورت کے خاتمہ پر اللہ اکبر کہا کرو۔ ہم نے ابن کثیر کے سامنے پڑھا تو انہوں نے ہمیں یہی فرمایا اور انہوں نے فرمایا کہ ہم سے مجاہد رحمہ اللہ نے یہ فرمایا ہے اور مجاہد رحمہ اللہ کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہی تعلیم تھی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے یہی فرمایا تھا اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے یہ حکم دیا تھا (2) امام القراءت حضرت ابو الحسن رحمہ اللہ بھی اس سنت کے راوی ہیں، حضرت ابو حاتم رازی اس حدیث کو ضعیف کہتے ہیں اس لئے کہ ابو الحسن ضعیف ہیں ابو حاتم تو ان سے حدیث ہی نہیں لیتے، اسی طرح ابو جعفر عقیلی رحمہ اللہ بھی انہیں منکر الحدیث کہتے ہیں لیکن شیخ شہاب الدین ابو شامہ شرح شاطبیہ میں حضرت امام شافعی رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ایک شخص سے سنا کہ وہ نماز میں اس تکبیر کو کہتے تھے تو آپ نے فرمایا تو نے اچھا کیا اور سنت کو پہنچ گیا، یہ واقعہ تو اس بات کا مقتضی ہے کہ یہ حدیث صحیح ہو۔ پھر قاریوں میں اس بات کا بھی اختلاف ہے کہ کس جگہ یہ تکبیر پڑھے اور کس طرح پڑھے، بعض تو کہتے ہیں کہ ﴿وَالَّيْلِ إِذَا يَغْشٰى﴾ کے خاتمہ پر۔ اور بعض کہتے ہیں "والضحیٰ" کے آخر پر۔ پھر بعض تو کہتے ہیں صرف اللہ اکبر کہے، بعض کہتے ہیں اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہے۔ بعض قاریوں نے سورۂ "والضحیٰ" سے ان تکبیروں کے کہنے کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ جب آنے میں دیر لگی اور کچھ مدت حضور ﷺ پر وحی نہ اتری پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور یہی سورت لائے تو خوشی اور فرحت کے باعث آپ نے تکبیر کہی لیکن یہ کسی ایسی سند کے ساتھ مروی نہیں جس سے صحت وضعف کا پتہ چل سکے۔ (3) واللہ اعلم۔

---

(1) [صحيح : صحيح بخاري : كتاب الصوم : باب الريان لصائمين (۱۸۹۷) صحيح مسلم : كتاب الزكاة : باب فضل من ضم الى الصدقة غيرها من انواع البر (۱۰۲۷)]

(2) [ضعيف : مستدرك حاكم (۳/۳۰٤)] اس کی سند میں احمد بزی راوی ضعیف ہے۔]

(3) [لا اصل له : شیخ عبدالرزاق مہدی فرماتے ہیں کہ اس کی کوئی اصل نہیں اور مجھے اس کی کوئی سند بھی نہیں ملی۔]

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَالضُّحٰی ① وَالَّیۡلِ اِذَا سَجٰی ② مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی ③ وَلَلۡاٰخِرَۃُ خَیۡرٌ لَّکَ مِنَ الۡاُوۡلٰی ④
وَلَسَوۡفَ یُعۡطِیۡکَ رَبُّکَ فَتَرۡضٰی ⑤ اَلَمۡ یَجِدۡکَ یَتِیۡمًا فَاٰوٰی ⑥ وَوَجَدَکَ ضَآلًّا
فَہَدٰی ⑦ وَوَجَدَکَ عَآئِلًا فَاَغۡنٰی ⑧ فَاَمَّا الۡیَتِیۡمَ فَلَا تَقۡہَرۡ ⑨ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنۡہَرۡ ⑩
وَاَمَّا بِنِعۡمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّثۡ ⑪

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا بخشش کرنے والا نہایت مہربان ہے

قسم ہے چاشت کے وقت کی ○ اور قسم ہے رات کی جب چھا جائے ○ نہ تو تیرے رب نے تجھے چھوڑا نہ بیزار ہو گیا۔ یقیناً تیرے لئے انجام آغاز سے بہتر ہے ○ تجھے تیرا رب بہت جلد انعام دے گا اور تو راضی خوشی ہو جائے گا ○ کیا اس نے تجھے یتیم پا کر جگہ نہیں دی؟ ○ اور تجھے راہ بھولا پا کر ہدایت نہیں دی ○ اور تجھے تنگ دست پا کر تو نگر نہیں بنا دیا؟ ○ پس یتیم کو تو بھی نہ دبا ○ اور سوال کرنے والے کو نہ ڈانٹ ڈپٹ ○ اور اپنے رب کے احسانوں کو بیان کرتا رہ ○

مسند احمد میں ہے کہ حضور ﷺ بیمار ہو گئے اور ایک یا دو راتوں تک آپ تہجد کی نماز کے لئے نہ اٹھ سکے تو ایک عورت کہنے لگی تجھے تیرے رحمان نے چھوڑ دیا اس پر یہ اگلی آیتیں نازل ہوئیں (بخاری و مسلم وغیرہ) [1] حضرت جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جبرائیل علیہ السلام کے آنے میں کچھ دیر ہوئی تو مشرکین کہنے لگے یہ تو چھوڑ دیئے گئے تو اللہ نے "والضحیٰ سے ماقلیٰ" تک کی آیتیں اتاریں [2] اور روایت میں ہے کہ حضور ﷺ کی انگلی پر پتھر مارا گیا جس میں سے خون نکلا اور جس پر آپ نے فرمایا:

هَلْ اَنْتِ اِلَّا اِصْبَعٌ دَمِيْتِ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَا لَقِيْتِ

"یعنی تو صرف ایک انگلی ہے اور راہ اللہ میں تجھے یہ زخم لگا ہے۔"

طبیعت کچھ ناساز ہو جانے کی وجہ سے دو تین راتیں آپ بیدار نہ ہوئے جس پر اس عورت نے ناشائستہ الفاظ نکالے اور یہ آیتیں نازل ہوئیں' کہا گیا ہے کہ یہ عورت ابولہب کی بیوی ام جمیل تھی اس پر اللہ کی مار' آپ کی انگلی کا زخمی ہونا اور اس موزوں کلام کا بے ساختہ زبان مبارک سے ادا ہونا تو بخاری و مسلم میں بھی ثابت ہے [3] لیکن ترک

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التہجد : باب ترك القیام للمریض (١١٢٤)، (٤٩٥٠) صحیح مسلم : کتاب الجهاد : باب ما لقی النبی من اذی المشركين والمنافقين (١٧٩٧) ترمذی : کتاب التفسیر : باب ومن سورة الضحیٰ (٣٣٤٥) مسند احمد (٤/ ٣١٢)]

[2] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الجهاد : باب ما لقی النبی من اذی المشركين والمنافقين (١٧٩٧)]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الادب : باب ما یجوز من الشعر والرجز والحداء وما یکرہ منه (٦١٤٦) صحیح مسلم : کتاب الجهاد : باب ما لقی النبی من اذی المشركين والمنافقين (١٧٩٦)]

قیام کا سبب اسے بتانا اور اس پر ان آیتوں کا نازل ہونا یہ غریب ہے۔ ابن جریر میں ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا تھا کہ آپ کا رب آپ سے کہیں ناراض نہ ہوگیا ہو؟ اس پر یہ آیتیں اتریں۔ (۱) اور روایت میں ہے کہ جبرائیل علیہ السلام کے آنے میں دیر ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت گھبرائے اس پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے یہ سبب بیان کیا اور اس پر یہ آیتیں اتریں' یہ دونوں روایتیں مرسل ہیں اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نام تو اس میں محفوظ نہیں معلوم ہوتا' ہاں یہ ممکن ہے کہ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے افسوس اور رنج کے ساتھ یہ فرمایا ہو' واللہ اعلم۔ ابن اسحاق اور بعض سلف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام اپنی اصلی صورت میں ظاہر ہوئے تھے اور بہت ہی قریب ہو گئے تھے اس وقت اسی سورت کی وحی نازل فرمائی تھی' ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ وحی کے رک جانے کی بنا پر مشرکین کے اس ناپاک قول کی تردید میں یہ آیتیں اتریں' یہاں اللہ تعالیٰ نے دھوپ چڑھنے کے وقت کی' دن کی روشنی اور رات کے سکون اور اندھیرے کی قسم کھائی جو قدرت اور خلق خالق کی صاف دلیل ہے' جیسے اور جگہ ہے ﴿وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ○ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى﴾ (۲) اور جگہ ہے ﴿فَالِقُ الْاِصْبَاحِ﴾ (۳) الخ' مطلب یہ ہے کہ اپنی اس قدرت کا یہاں بھی بیان کیا ہے' پھر فرماتا ہے کہ تیرے رب نے نہ تو تجھے چھوڑا نہ تجھ سے دشمنی کی' تیرے لئے آخرت اس دنیا سے بہت بہتر ہے۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں سب سے زیادہ زاہد تھے اور سب سے زیادہ تارک دنیا تھے' آپ کی سیرت کا مطالعہ کرنے والے پر یہ بات ہرگز مخفی نہیں رہ سکتی۔ مسند احمد میں ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بوریئے پر سوئے' جسم مبارک پر بوریئے کے نشان پڑ گئے جب بیدار ہوئے تو میں آپ کی کروٹ پر ہاتھ پھیرنے لگا اور کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں کیوں اجازت نہیں دیتے کہ اس بوریئے پر کچھ بچھا دیا کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے دنیا سے کیا واسطہ؟ میں کہاں دنیا کہاں؟ میری اور دنیا کی مثال راہرو سوار کی طرح ہے جو کسی درخت تلے ذرا سی دیر ٹھہر جائے پھر اسے چھوڑ کر چل دے۔ یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے اور حسن ہے (۴) پھر فرمایا تیرا رب تجھے آخرت میں تیری امت کے بارے میں اس قدر نعمتیں دے گا کہ تو خوش ہو جائے ان کی بڑی تکریم ہوگی اور آپ کو خاص کر کے حوض کوثر عطا فرمایا جائے گا جس کے کنارے کھوکھلے موتیوں کے خیمے ہوں گے جس کی مٹی خالص مشک کی ہوگی۔ یہ حدیثیں عنقریب آ رہی ہیں' انشاء اللہ تعالیٰ۔ ایک روایت میں ہے کہ جو خزانے آپ کی امت کو ملنے والے تھے وہ ایک ایک کر کے آپ کو بتا دیئے گئے۔ آپ بہت خوش ہوئے اس پر یہ آیت اتری۔ جب ایک ہزار محل آپ کو دیئے گئے' ہر ہر محل میں پاک بیویاں اور بہترین خادم ہیں۔ (۵) ابن عباس رضی اللہ عنہما تک اس

---

(۱) [مرسل: تفسیر ابن جریر الطبری (۳۷۵۱۲)]
(۲) [سورہ اللیل: آیت ۱-۲]
(۳) [سورہ الانعام: آیت ۹۶]
(۴) [صحیح: مسند احمد (۱/۴۴۱) ترمذی: کتاب الزهد: باب ما الدنیا الا کراکب استظل (۲۳۷۷) ابن ماجه: کتاب الزهد: باب مثل الدنیا (۴۱۰۹)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی] شیخ عبدالرزاق مہدی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]
(۵) [تفسیر ابن جریر الطبری (۳۷۵۱۳) مستدرك حاکم (۲/۵۲۶)]

کی سند صحیح ہے اور ایسی بات بغیر حضور ﷺ سے سنے روایت نہیں ہو سکتی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور ﷺ کی رضامندی میں سے یہ بھی ہے کہ آپ کے اہل بیت میں سے کوئی دوزخ میں نہ جائے، حسن فرماتے ہیں اس سے مراد شفاعت ہے۔ ابن ابی شیبہ میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا ہم وہ لوگ ہیں جن کیلئے اللہ تعالیٰ نے آخرت دنیا پر پسند کر لی ہے، پھر آپ نے آیت ﴿ وَلَسَوْفَ ﴾ کی تلاوت فرمائی [1] پھر اللہ تعالیٰ اپنی نعمتیں جتاتا ہے پہلی نعمت یہ بیان فرمائی کہ آپ کی یتیمی کی حالت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کا بچاؤ کیا اور آپ کی حفاظت کی اور مقام ومرتبہ فرمایا۔ آپ کے والد کا انتقال تو آپ کی پیدائش سے پہلے ہو چکا تھا۔ بعض کہتے ہیں ولادت کے بعد ہوا، چھ سال کی عمر میں والدہ صاحبہ کا بھی انتقال ہو گیا، اب آپ دادا کی کفالت میں تھے لیکن جب آٹھ سال کی عمر ہوئی تو دادا کا سایہ بھی اٹھ گیا اب آپ اپنے چچا ابوطالب کی پرورش میں آئے، ابوطالب دل وجان سے آپ کی نگرانی اور امداد میں رہے۔ آپ کی بڑی عزت وتوقیر کرتے اور قوم کی مخالفت کے چڑھتے طوفان کو روکتے رہتے تھے اور اپنی جان کو بطور ڈھال کے پیش کر دیا کرتے تھے، کیونکہ چالیس سال کی عمر میں آپ کو نبوت مل چکی تھی اور قریش سخت تر مخالف بلکہ دشمن جان ہو گئے تھے، ابوطالب باوجود بت پرست مشرک ہونے کے آپ کا ساتھ دیتا تھا اور مخالفین سے لڑتا بھڑتا تھا، یہ تھی منجانب اللہ حسن تدبیر کہ آپ کی یتیمی کے ایام اسی طرح گزرے، اور مخالفین سے آپ کی خدمت اس طرح لی، یہاں تک کہ ہجرت سے کچھ پہلے ابوطالب بھی فوت ہو گئے، اب سفہاء وجہلا قریش اٹھ کھڑے ہوئے تو پروردگار عالم نے آپ کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کی رخصت عطا فرمائی اور اوس وخزرج جیسی قوموں کو آپ کا انصار بنا دیا، ان بزرگوں نے آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو جگہ دی، مدد کی، حفاظت کی اور مخالفین سے سینہ سپر ہو کر مردانہ وار لڑائیاں کیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب سے خوش رہے۔ یہ سب کا سب اللہ کی حفاظت اور اس کی عنایت، احسان اور اکرام سے تھا۔ پھر فرمایا کہ راہ بھولا پا کر صحیح راستہ دکھایا جیسے اور جگہ ہے ﴿ مَا كُنتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ ﴾ [2] الخ، یعنی اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے تمہاری طرف روح کی وحی کی۔ تم یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ ایمان کیا ہے؟ تمہیں نہ کتاب کی خبر تھی بلکہ ہم نے اسے نور بنا کر جسے چاہا ہدایت کر دی۔ بعض کہتے ہیں مراد یہ ہے کہ حضور ﷺ بچپن میں مکہ کی گلیوں میں گم ہو گئے تھے اس وقت اللہ لوٹا لایا۔ بعض کہتے ہیں شام کی طرف اپنے چچا کے ساتھ جاتے ہوئے رات کو شیطان نے آپ کی اونٹنی کی نکیل پکڑ کر راہ سے ہٹا کر جنگل میں ڈال دیا پس جبرائیل علیہ السلام آئے اور پھونک مار کر شیطان کو تو حبشہ میں ڈال دیا اور سواری کو راہ لگا دیا۔ بغوی نے یہ دونوں قول نقل کئے ہیں، پھر فرماتا ہے بال بچوں والے ہوتے ہوئے تنگ دست پا کر ہم نے آپ کو غنی کر دیا، پس فقیر صابر اور غنی شاکر ہونے کے درجات آپ کو مل گئے۔ صلوات اللہ وسلامہ علیہ۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ سب حال نبوت سے پہلے کے ہیں۔ بخاری ومسلم وغیرہ میں ہے رسول اللہ ﷺ

---

[1] [ضعیف : ابن ابی شیبہ (۷/۳۷۷)] اس کی سند میں یزید بن ابی زیاد راوی ضعیف ہے۔]

[2] [سورۃ الشوریٰ : آیت ۵۲]

نے فرمایا تونگری مال و اسباب کی زیادتی سے نہیں بلکہ حقیقی تونگر وہ ہے جس کا دل بے پرواہ ہو۔ (۱) صحیح مسلم شریف میں ہے اس نے فلاح پالی جسے اسلام نصیب ہوا اور جو کافی ہوا اتنا رزق بھی ملا اللہ کے دیئے ہوئے پر قناعت کی توفیق بھی ملی (۲) پھر فرماتا ہے کہ یتیم کو حقیر جان کر نہ ڈانٹ ڈپٹ کر بلکہ اس کے ساتھ احسان و سلوک کر اور اپنی یتیمی کو نہ بھول قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یتیم کیلئے ایسا ہو جانا چاہئے جیسے سگا باپ اپنی اولاد پر مہربان ہوتا ہے سائل کو نہ جھڑک جس طرح تم بے راہ تھے اللہ نے ہدایت دی تو اب جو تم سے علمی باتیں پوچھے صحیح راستہ دریافت کرے تو تم اسے ڈانٹ ڈپٹ نہ کرو غریب مسکین ضعیف بندوں پر تکبر و تجبر نہ کرو انہیں ڈانٹو ڈپٹو نہیں برا بھلا نہ کہو سخت سست نہ بولو اگر مسکین کو کچھ نہ دے سکے تو بھی بھلا اور اچھا جواب دے۔ نرمی اور رحم کا سلوک کر۔ پھر فرمایا کہ اپنے رب کے نعمتیں یاد کرتے رہو۔ یعنی جس طرح تمہاری فقیری کو ہم نے تونگری سے بدل دیا تم بھی ہماری ان نعمتوں کو بیان کرتے رہو اسی لئے حضور ﷺ کی دعاؤں میں یہ بھی تھا ﴿ وَاجْعَلْنَا شَاكِرِيْنَ لِنِعْمَتِكَ مُثْنِيْنَ بِهَا عَلَيْكَ قَابِلِيْهَا وَاَتِمَّهَا عَلَيْنَا ﴾ یعنی اللہ ہمیں اپنی نعمتوں کی شکرگزاری کرنے والا ان کی وجہ سے تیری ثناء بیان کرنے والا ان کا اقرار کرنے والا کر دے اور ان نعمتوں کو ہم پر پورا کر دے۔ (۳) ابونضرہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کا یہ خیال تھا کہ نعمتوں کی شکرگزاری میں یہ بھی داخل ہے کہ ان کا بیان ہو مسند احمد کی حدیث میں ہے جس نے تھوڑے پر شکر نہ کیا اس نے زیادہ پر بھی شکر نہیں کیا جس نے لوگوں کی شکرگزاری نہ کی اس نے اللہ کا شکر بھی ادا نہیں کیا۔ نعمتوں کا بیان بھی شکر ہے اور ان کا بیان نہ کرنا ناشکری ہے جماعت کے ساتھ رہنا رحمت کا سبب ہے اور تفرقہ عذاب کا باعث ہے (۴) اس کی سند ضعیف ہے۔ بخاری و مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مہاجرین نے کہا یارسول اللہ ﷺ ! انصار سارا کا سارا اجر لے گئے فرمایا نہیں جب تک تم ان کیلئے دعا کیا کرو اور ان کی تعریف کرتے رہو (۵) ابوداؤد میں ہے اس نے اللہ کا شکر ادا نہ کیا جس نے بندوں کا شکر ادا نہ کیا۔ (۶) ابوداؤد کی اور حدیث میں ہے جسے کوئی نعمت

---

(۱) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الرقاق : باب الغنی غنی النفس (٦٤٤٦) صحیح مسلم : کتاب الزکاة : باب فضل القناعة والحث علیها (١٠٥١) ترمذی (٢٣٧٣) مسند احمد (٣٨٩/٢)]

(۲) [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الزکاة : باب فی الکفاف والقناعة (١٠٥٤) ترمذی : کتاب الزهد (٢٣٤٩) ابن ماجه : کتاب الزهد (٤١٣٨) مسند احمد (١٦٨/٢)]

(۳) [صحیح : ابو داؤد : کتاب الصلوة : باب التشهد (٩٦٩)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود]

(۴) [حسن : مسند احمد (٣٧٥/٤)] شیخ عبدالرزاق مہدی اسے شواہد کی بنا پر حسن کہتے ہیں۔]

(۵) [صحیح : ابو داؤد : کتاب الادب : باب فی شکر المعروف (٤٨١٢) ترمذی (٢٤٨٧)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود]

(۶) [صحیح : ابوداؤد : کتاب الادب : باب فی شکر المعروف (٤٨١١) ترمذی : کتاب البر والصلة : باب ما جآء فی الشکر لمن احسن الیك (١٩٥٤) مسند احمد (٥٨/٢)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود ، السلسلة الصحیحه (٤١٧)]

ملی اور اس نے اسے بیان کیا تو وہ شکر گزار ہے اور جس نے اسے چھپایا اس نے ناشکری کی۔

اور روایت میں ہے کہ جسے کوئی عطیہ دیا جائے اسے چاہئے کہ اگر ہو سکے تو بدلہ اتار دے اگر نہ ہو سکے تو اس کی ثنا بیان کرے جس نے ثنا کی وہ شکر گزار ہوا اور جس نے نعمت کا اظہار نہ کیا اس نے ناشکری کی۔ [۲] (ابو داؤد) مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہاں نعمت سے مراد نبوت ہے' ایک روایت میں ہے قرآن مراد ہے' حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ جو بھلائی کی باتیں آپ کو معلوم ہیں وہ اپنے بھائیوں سے بھی بیان کرو۔ محمد بن اسحاق رحمہ اللہ کہتے ہیں جو نعمت و کرامت نبوت کی تمہیں ملی ہے اسے بیان کرو اس کا ذکر کرو اور اس کی طرف لوگوں کو دعوت دو چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے والوں میں سے جن پر آپ کو اطمینان ہوتا در پردہ سب سے پہلے پہل دعوت دینی شروع کی اور آپ پر نماز فرض ہوئی جو آپ نے ادا کی۔ سورۂ والضحیٰ کی تفسیر ختم ہوئی۔ اللہ کے احسان پر اس کا شکر ہے۔

تفسیر سورہ الم نشرح

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
اَلَمۡ نَشۡرَحۡ لَکَ صَدۡرَکَ ۙ﴿۱﴾ وَ وَضَعۡنَا عَنۡکَ وِزۡرَکَ ۙ﴿۲﴾ الَّذِیۡۤ اَنۡقَضَ ظَہۡرَکَ ۙ﴿۳﴾ وَ رَفَعۡنَا
لَکَ ذِکۡرَکَ ؕ﴿۴﴾ فَاِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ یُسۡرًا ۙ﴿۵﴾ اِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ یُسۡرًا ؕ﴿۶﴾ فَاِذَا فَرَغۡتَ
فَانۡصَبۡ ۙ﴿۷﴾ وَ اِلٰی رَبِّکَ فَارۡغَبۡ ﴿۸﴾ ع ۱۹

بنام بخشنے والے مہربان اللہ کے

کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھول دیا؟ ○ اور تجھ پر سے تیرا بوجھ ہم نے اتار دیا ○ جس نے تیری پیٹھ بوجھل کر دی تھی ○ اور ہم نے تیرا ذکر بلند کر دیا ○ سو البتہ مشکل کے ساتھ آسانی ہے ○ یقیناً دشواری کے ساتھ سہولت ہے ○ پس جب تو فارغ ہو تو عبادت میں محنت کر ○ اور اپنے پروردگار ہی کی طرف دل لگا ○

یعنی ہم نے تیرے سینے کو منور کر دیا' چوڑا کشادہ اور رحمت و کرم والا کر دیا' اور جگہ ہے ﴿فَمَنۡ یُّرِدِ اللّٰہُ﴾ [۳] الخ' یعنی جسے اللہ ہدایت دینا چاہتا ہے اس کے سینے کو اسلام کیلئے کھول دیتا ہے' جس طرح آپ کا سینہ کشادہ کر دیا گیا تھا اسی طرح آپ کی شریعت بھی کشادگی والی' نرمی والی اور آسانی والی بنا دی۔ جس میں نہ تو کوئی حرج ہے' نہ تنگی' نہ ترشی' نہ تکلیف اور نہ سختی۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد معراج والی رات سینے کا شق کیا جانا ہے جیسے

---

[۱] [صحیح: ابو داؤد: کتاب الادب: باب فی شکر المعروف (۴۸۱۰)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ابوداود، السلسلة الصحیحة (۶۱۸)]

[۲] [صحیح: ابو داؤد: کتاب الادب: باب فی شکر المعروف (۴۸۱۴) ترمذی (۲۰۳۴)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ابوداود] شیخ عبدالرزاق مہدی نے اسے حسن کہا ہے۔]

[۳] [سورۃ الانعام: آیت ۱۲۵]

کہ مالک بن صعصعہ کی روایت سے پہلے گزر چکا' امام ترمذی ؒ نے اس حدیث کو یہیں وارد کیا ہے [1] لیکن یہ یاد رہے کہ دونوں واقعات مراد ہو سکتے ہیں یعنی معراج کی رات سینے کا شق کیا جانا اور سینہ کو راز اللہ کا گنجینہ بنا دینا۔ واللہ اعلم۔ حضرت ابن ابی کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بڑی دلیری سے رسول اللہ ﷺ سے وہ باتیں پوچھ لیا کرتے تھے جسے دوسرے نہ پوچھ سکتے تھے' ایک مرتبہ سوال کیا کہ یارسول اللہ ﷺ امر نبوت میں آپ نے سب سے پہلے کیا دیکھا؟ آپ سنبھل بیٹھے اور فرمانے لگے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! میں دس سال کچھ ماہ کا تھا جنگل میں کھڑا تھا کہ میں نے اوپر آسمان کی طرف سے کچھ آواز سنی کہ ایک شخص دوسرے سے کہہ رہا ہے کیا یہ وہی ہیں؟ اب دو شخص میرے سامنے آئے جن کے منہ ایسے منور تھے کہ میں نے ایسے کبھی نہیں دیکھے اور ایسی خوشبو آ رہی تھی کہ میرے دماغ نے ایسی خوشبو کبھی نہیں سونگھی اور ایسے کپڑے پہنے ہوئے تھے کہ میں نے کبھی کسی پر ایسے کپڑے نہیں دیکھے اور آ کر انہوں نے میرے دونوں بازو تھام لئے لیکن مجھے یہ بھی نہیں معلوم ہوتا تھا کہ کوئی میرے بازو تھامے ہوئے ہے۔ پھر ایک نے دوسرے سے کہا انہیں لٹا دو چنانچہ اس نے لٹا دیا لیکن اس میں بھی نہ مجھے تکلیف ہوئی نہ برا محسوس ہوا۔ پھر ایک نے دوسرے سے کہا ان کا سینہ شق کرو چنانچہ میرا سینہ چیر دیا لیکن نہ تو مجھے اس میں دکھ ہوا نہ میں نے خون دیکھا پھر کہا اس میں سے غل وغش' حسد و بغض سب نکال دو۔ چنانچہ اس نے ایک خون بستہ جیسی کوئی چیز نکالی اور اسے پھینک دیا۔ پھر اس نے کہا اس میں رأفت و رحمت' رحم و کرم بھر دو' ایک چاندی جیسی چیز جتنی نکالی تھی اتنی ڈال دی پھر میرے پاؤں کا انگوٹھا ہلا کر کہا جائیے اور سلامتی کی زندگی گزاریئے اب میں چلا تو ہر چھوٹے پر میرے دل میں شفقت ہے اور ہر بڑے پر رحمت ہے۔ (مسند احمد) [2] پھر فرمان ہے کہ ہم نے تیرا بوجھ اتار دیا۔ یہ اسی معنی میں ہے کہ اللہ نے آپ کے اگلے پچھلے گناہ معاف فرما دیئے' جس بوجھ نے تیری کمر سے آواز نکلوا دی تھی یعنی جس نے تیری کمر کو بوجھل کر دیا تھا' ہم نے تیرا ذکر بلند کیا۔ حضرت مجاہد ؒ فرماتے ہیں یعنی جہاں میرا ذکر کیا جائے گا وہاں تیرا ذکر کیا جائے گا جیسے اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا رسول اللہ۔ قتادہ ؒ فرماتے ہیں کہ دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کا ذکر بلند کر دیا کوئی خطیب' کوئی واعظ' کوئی کلمہ گو' کوئی نمازی ایسا نہیں جو اللہ کی واحدانیت کا اور آپ کی رسالت کا کلمہ نہ پڑھتا ہو' ابن جریر میں ہے کہ حضور ﷺ کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور فرمایا میرا اور آپ کا رب فرماتا ہے کہ میں آپ کا ذکر کس طرح بلند کروں؟ آپ نے فرمایا اللہ ہی کو پورا علم ہے فرمایا جب میں ذکر کیا جاؤں تو آپ کا بھی ذکر کیا جائے گا [3] ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے

---

[1] [صحیح : ترمذی : کتاب التفسیر : باب و من سورة الم نشرح (٣٣٤٦)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی]

[2] [ضعیف : مسند احمد (١٣٩/٥)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (٢١٢٦١)] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفی السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔]

[3] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (٣٧٥٣٣)] اس میں دراج عن ابی الھیثم ضعیف ہے۔ شیخ عبدالرزاق مہدی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

ہیں میں نے اپنے رب سے ایک سوال کیا لیکن نہ کرتا تو اچھا ہوتا' میں نے کہا اللہ مجھ سے پہلے نبیوں میں سے کسی کیلئے تو نے ہوا کو تابعدار کر دیا تھا کسی کے ہاتھوں مردوں کو زندہ کر دیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا کیا تجھے میں نے یتیم پا کر جگہ نہیں دی؟ میں نے کہا بیشک فرمایا راہ گم کردہ پا کر تجھے ہدایت نہیں کی؟ میں نے کہا بیشک فرمایا کیا فقیر پا کر غنی نہیں بنا دیا؟ میں نے کہا بیشک فرمایا کیا میں نے تیرا سینہ کھول نہیں دیا؟ کیا میں نے تیرا ذکر بلند نہیں کیا؟ میں نے کہا بیشک کیا ہے۔ [1] ابو نعیم دلائل النبوہ میں لائے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب میں فارغ ہوا اس چیز سے جس کا حکم مجھے میرے رب عزوجل نے کیا تھا آسمان اور زمین کے کام سے تو میں نے کہا اللہ مجھ سے پہلے جتنے انبیاء علیہم السلام ہوئے ان سب کی تو نے تکریم کی' ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا' موسیٰ علیہ السلام کو کلیم بنایا' داؤد علیہ السلام کیلئے پہاڑوں کو مسخر کیا' سلیمان علیہ السلام کیلئے ہواؤں اور شیاطین کو بھی تابعدار بنایا اور عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر مردہ زندہ کرائے۔ پس میرے لئے کیا کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا میں نے تجھے ان سب سے افضل چیز نہیں دی کہ میرے ذکر کے ساتھ ہی تیرا ذکر بھی کیا جاتا ہے اور میں نے تیری امت کے سینوں کو ایسا کر دیا کہ وہ قرآن کو قرأت سے پڑھتے ہیں۔ یہ میں نے کسی اگلی امت کو نہیں دیا اور میں نے تجھے اپنے عرش کے خزانوں میں سے خزانہ دیا جو ﴿لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ﴾ ہے [2] ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد اذان ہے یعنی اذان میں آپ کا ذکر ہے جس طرح حضرت حسان کے شعروں میں ہے ؎

اَغَرَّ عَلَیْهِ لِلنُّبُوَّةِ خَاتَمٌ ۔۔۔ مِنَ اللّٰهِ مِنْ نُّوْرٍ یَّلُوْحُ وَیَشْهَدُ

وَضَمَّ الْاِلٰهُ اِسْمَ النَّبِیِّ اِلٰی اسْمِهٖ ۔۔۔ اِذَا قَالَ فِی الْخَمْسِ الْمُؤَذِّنُ اَشْهَدُ

وَشَقَّ لَهٗ مِنِ اسْمِهٖ لِیُجِلَّهٗ ۔۔۔ فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَّهٰذَا مُحَمَّدٌ

یعنی اللہ تعالیٰ نے مہر نبوت کو اپنے پاس کا ایک نور بنا کر آپ پر ثبت فرمایا جو آپ کی رسالت کی گواہ ہے' اپنے نام کے ساتھ اپنے نبی کا نام ملا لیا جبکہ پانچوں وقت موذن اشھد الخ کہتا ہے آپ کی عزت وجلال کے اظہار کیلئے اپنے نام میں سے آپ کا نام نکالا دیکھو وہ عرش والا المحمود ہے اور آپ محمد (ﷺ) ہیں۔

اور لوگ کہتے ہیں کہ اگلوں پچھلوں میں اللہ تعالیٰ نے آپ کا ذکر بلند کیا اور تمام انبیاء علیہم السلام سے روز میثاق میں عہد لیا گیا کہ وہ آپ پر ایمان لائیں اور اپنی اپنی امتوں کو بھی آپ پر ایمان لانے کا حکم کریں۔ پھر آپ کی امت میں آپ کے ذکر کو مشہور کیا کہ اللہ کے ذکر کے ساتھ آپ کا ذکر کیا جائے' صرصری رحمہ اللہ نے کتنی اچھی بات بیان فرمائی ہے فرماتے ہیں کہ فرضوں کی اذان صحیح نہیں ہوتی مگر آپ کے پیارے اور میٹھے نام سے جو پسندیدہ اور اچھے منہ سے ادا ہو۔ اور فرماتے ہیں کہ تم نہیں دیکھتے کہ ہماری اذان اور ہمارا فرض صحیح نہیں ہوتا جب تک آپ کا ذکر بار بار اس میں نہ آئے۔

---

[1] [حسن: شیخ عبدالرزاق مہدی فرماتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے۔]

[2] [اسنادہ ضعیف: اس میں عثمان بن عطاء راوی ضعیف ہے۔]

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ تکرار اور تاکید کے ساتھ دو دفعہ فرماتا ہے کہ سختی کے ساتھ آسانی، دشواری کے ساتھ سہولت ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے سامنے ایک پتھر تھا پس لوگوں نے کہا اگر سختی آئے اور اس پتھر میں گھس جائے تو آسانی بھی آئے تو اسی میں جائے گی اور اسے نکال لائے گی اس پر یہ آیت اتری۔ مسند بزار میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر دشواری اس پتھر میں داخل ہو جائے تو آسانی آ کر نکال لے گی پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی۔ (١) یہ حدیث صرف عائذ بن شریح حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور ان کے بارے میں ابو حاتم رازی رحمہ اللہ کا فیصلہ ہے کہ ان کی حدیث میں ضعف ہے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ موقوف مروی ہے، حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لوگ کہتے تھے کہ ایک سختی دو آسانیوں پر غالب نہیں آ سکتی۔ حضرت حسن رحمہ اللہ سے ابن جریر میں مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک دن شادان وفرحان آئے اور ہنستے ہوئے فرمانے لگے ہرگز ایک دشواری دو آسانیوں پر غالب نہیں آ سکتی پھر اس آیت کی آپ نے تلاوت کی، یہ حدیث مرسل ہے۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ذکر کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو خوشخبری سنائی کہ دو آسانیوں پر ایک سختی غالب نہیں آ سکتی۔ (٢) مطلب یہ ہے کہ عسرہ کے لفظ کو تو دونوں جگہ معرفہ لائے ہیں تو وہ مفرد ہوا اور یسر کے الفاظ کو نکرہ لائے ہیں تو وہ متعدد ہو گیا۔ ایک حدیث میں ہے کہ معونة یعنی امداد الٰہی بقدر مؤونة یعنی تکلیف کے آسمان سے نازل ہوتی ہے اور صبر مصیبت کی مقدار پر نازل ہوتا ہے۔ (٣) حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صَبْرًا جَمِيلًا مَا أَقْرَبَ الْفَرَجَا مَنْ رَاقَبَ اللّٰهَ فِي الْأُمُورِ نَجَا
مَنْ صَدَّقَ اللّٰهَ لَمْ يَنَلْهُ أَذًى وَمَنْ رَجَاهُ يَكُونُ حَيْثُ رَجَا

یعنی اچھا صبر آسانیوں سے کیا ہی قریب ہے؟ اپنے کاموں میں اللہ تعالیٰ لحاظ رکھنے والا نجات یافتہ ہے، اللہ تعالیٰ کی باتوں کی تصدیق کرنے والے کو کوئی ایذا نہیں پہنچتی، اس سے بھلائی کی امید رکھنے والا اسے اپنی امید کے ساتھ ہی پاتا ہے۔

حضرت ابو حاتم سجستانی رحمہ اللہ کے اشعار ہیں کہ جب مایوسی دل پر قبضہ کر لیتی ہے اور سینہ باوجود کشادگی کے تنگ ہو جاتا ہے تکلیفیں گھیر لیتی ہیں اور مصیبتیں ڈیرہ جما لیتی ہیں کوئی چارہ سجھائی نہیں دیتا اور کوئی تدبیر نجات کارگر نہیں ہوتی اس وقت اچانک اللہ کی مدد آ پہنچتی ہے اور وہ دعاؤں کا سننے والا باریک بین اللہ اس سختی کو آسانی سے اور اس تکلیف کو راحت سے بدل دیتا ہے تنگیاں جب کہ بھرپور آ پڑتی ہیں پروردگار وسعتیں نازل فرما کر نقصان کو فائدہ سے بدل دیتا ہے، کسی اور شاعر نے کہا ہے:

---

(١) [ضعیف : مسند بزار (٢٢٨٨) مستدرك حاكم (٢/٢٥٥)] اس میں حمید اور عائذ دو راوی ضعیف ہیں۔]

(٢) [مرسل وضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (٣٧٥٣٣) مستدرك حاكم (٢/٥٢٨)]

(٣) [صحیح : مسند بزار (١٥٠٦) مجمع الزوائد (٧٧٠٣) بخاری فی التاریخ (٢/٢) العقیلی (٢/٢٢٧)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح الجامع الصغیر (٣٠٠١)]

وَلَرُبَّ نَازِلَةٍ يَّضِيقُ بِهَا الْفَتٰى ذَرْعًا وَّعِنْدَ اللّٰهِ مِنْهَا الْمَخْرَجُ
كَمُلَتْ فَلَمَّا اسْتَحْكَمَتْ حَلَقَاتُهَا فَرَجَتْ وَكَانَ يَظُنُّهَا لَا تَفْرُجُ

یعنی بہت سی ایسی مصیبتیں انسان پر نازل ہوتی ہیں جن سے وہ تنگ دل ہو جاتا ہے حالانکہ اللہ کے پاس ان سے چھٹکارا بھی ہے۔ جب یہ مصیبتیں کامل ہو جاتی ہیں اور اس زنجیر کے حلقے مضبوط ہو جاتے ہیں اور انسان گمان کرنے لگتا ہے کہ بھلا یہ کیا ہٹیں گی کہ اچانک اس رحیم و کریم اللہ کی شفقت بھری نظریں پڑتی ہیں اور اس مصیبت کو اس طرح دور کر دیتا ہے کہ گویا آئی ہی نہ تھی۔

اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ جب تو دنیوی کاموں سے اور یہاں کے اشغال سے فرصت پائے تو ہماری عبادتوں میں لگ جا اور فارغ البال ہو کر دلی توجہ کے ساتھ ہمارے سامنے عاجزی میں لگ جا۔ اپنی نیت خالص کر لے' اپنی پوری رغبت کے ساتھ ہماری جناب کی طرف متوجہ ہو جا۔ اسی معنی کی وہ حدیث ہے جس کی صحت پر اتفاق ہے جس میں ہے کہ کھانا سامنے موجود ہونے کے وقت نماز نہیں اور اس حالت میں بھی کہ انسان کو پاخانہ پیشاب کی حاجت ہو۔ (۱) اور حدیث میں ہے جب نماز کھڑی کی جائے اور شام کا کھانا سامنے موجود ہو تو پہلے کھانے سے فراغت حاصل کر لو۔ (۲) حضرت مجاہد رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں جب امر دنیا سے فارغ ہو کر نماز کے لئے کھڑا ہو تو محنت کے ساتھ عبادت کر اور مشغولیت کے ساتھ رب کی طرف توجہ کر۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب فرض نماز سے فارغ ہو تو تہجد کی نماز میں کھڑا ہو۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نماز سے فارغ ہو کر بیٹھے ہوئے اپنے رب کی طرف توجہ کر۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یعنی دعا کر۔ زید بن اسلم اور ضحاک رحمہما اللہ فرماتے ہیں جہاد سے فارغ ہو کر اللہ کی عبادت میں لگ جا' ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اپنی نیت اور اپنی رغبت اللہ ہی کی طرف رکھ۔

سورۂ الم نشرح کی تفسیر اللہ کے فضل و کرم سے ختم ہوئی۔ فالحمد للہ۔

تفسیر سورۃ التین

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سفر میں دو رکعت میں سے کسی ایک میں یہ سورت پڑھ رہے تھے میں نے آپ سے زیادہ اچھی آواز اور اچھی قراءت کسی کی نہیں سنی۔ (۳)

---

(۱) [صحیح : صحیح مسلم : کتاب المساجد : باب کراھة الصلاة بحضرة الطعام الذی یدیر (۵۶۰) ابو داؤد : کتاب الطھارة : باب ایصلی الرجل وھو حاقن (۸۹) مسند احمد (۶/۴۳)]

(۲) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الاطعمة : باب اذا حضر العشاء فلا یعجل عن عشائه (۵۴۶۳)]

(۳) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الاذان : باب الجھر فی العشاء (۷۶۷) ، (۷۶۹) ، (۴۹۵۲) صحیح مسلم : کتاب الصلاة : باب القراءة فی العشاء (۴۶۴) ترمذی : کتاب الصلاة (۳۱۰) ابن ماجه : کتاب اقامة الصلاة والسنة فیھا (۸۳۴) ابو داؤد : کتاب الصلاة (۱۲۲۱) نسائی : کتاب الافتتاح (۹۹۹)]

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَالتِّيۡنِ وَالزَّيۡتُوۡنِ ۝۱ وَطُوۡرِ سِيۡنِيۡنَ ۝۲ وَهٰذَا الۡبَلَدِ الۡاَمِيۡنِ ۝۳ لَقَدۡ خَلَقۡنَا
الۡاِنۡسَانَ فِىۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِيۡمٍ ۝۴ ثُمَّ رَدَدۡنٰهُ اَسۡفَلَ سٰفِلِيۡنَ ۝۵ اِلَّا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمۡ اَجۡرٌ غَيۡرُ مَمۡنُوۡنٍ ۝۶ فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعۡدُ بِالدِّيۡنِ ۝۷ اَلَيۡسَ اللّٰهُ
بِاَحۡكَمِ الۡحٰكِمِيۡنَ ۝۸ ع

اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والے مہربانی کرنیوالے کے نام سے شروع

قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی ○ اور طور سینین کی ○ اور اس امن والے شہر کی ○ یقیناً ہم نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا ○ پھر اسے نیچوں سے نیچ کر دیا ○ لیکن جو لوگ ایمان لائے اور مطابق سنت عمل کیے تو ان کیلئے ایسا اجر ہے جو کبھی نہ ختم ہو ○ پس تجھے اب روز جزا کے جھٹلانے پر کونسی چیز آمادہ کرتی ہے؟ ○ کیا اللہ تعالیٰ سب حاکموں کا حاکم نہیں؟ ○

﴿تین﴾ سے مراد کسی کے نزدیک تو مسجد دمشق ہے، کوئی کہتا ہے خود دمشق مراد ہے، کسی کے نزدیک دمشق کا ایک پہاڑ مراد ہے۔ بعض کہتے ہیں اصحاب کہف کی مسجد مراد ہے۔ کوئی کہتا ہے جودی پہاڑ پر مسجد نوح ہے وہ مراد ہے۔ بعض کہتے ہیں انجیر مراد ہے۔ زیتون سے کوئی کہتا ہے مسجد بیت المقدس ہے۔ کسی نے کہا ہے وہ زیتون جسے نچوڑتے ہو، طور سینین وہ پہاڑ ہے جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا تھا ''بَلَدُ الۡاَمِيۡن'' سے مراد مکہ شریف ہے اس میں کسی کو اختلاف نہیں۔ بعض کا قول یہ ہے کہ یہ تینوں وہ جگہیں ہیں جہاں تین اولوالعزم صاحب شریعت پیغمبر بھیجے گئے ہیں۔ تین سے مراد تو بیت المقدس ہے جہاں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا گیا تھا اور طور سینین سے مراد طور سینا ہے جہاں حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا تھا بلد امین سے مراد مکہ شریف ہے جہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھیجے گئے، تورات کے آخر میں بھی ان تینوں جگہوں کا نام ہے اس میں ہے کہ طور سینا سے اللہ تعالیٰ آیا یعنی وہاں پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا اور ساعیر یعنی بیت المقدس کے پہاڑ سے اس نے اپنا نور چمکایا یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وہاں بھیجا اور فاران کی چوٹیوں پر وہ بلند ہوا یعنی مکہ کے پہاڑوں سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا، پھر ان تینوں زبردست بڑے مرتبے والے پیغمبروں کی زمانی اور وجودی ترتیب بیان کر دی۔ اسی طرح یہاں بھی پہلے جس کا نام لیا اس سے زیادہ شریف چیز کا نام پھر لیا پھر ان دونوں سے بزرگ تر چیز کا نام آخر میں لیا، پھر ان قسموں کے بعد فرمایا کہ انسان کو اچھی شکل وصورت میں صحیح قد وقامت والا، درست اور سڈول اعضاء والا، خوبصورت اور سہانے چہرے والا پیدا کیا پھر اسے نیچوں کا نیچ کر دیا یعنی جہنمی ہو گیا، اگر اللہ کی اطاعت اور رسول کی اتباع نہ کی تو، اسی لئے ایمان والوں کو اس سے الگ کر لیا، بعض کہتے ہیں کہ مراد انتہائی بڑھاپے کی طرف لوٹا دینا ہے، حضرت عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں جس نے قرآن جمع کیا وہ رذیل عمر کو نہ پہنچے گا، امام ابن جریر رحمہ اللہ اسی کو پسند فرماتے ہیں لیکن اگر یہی بڑھاپا مراد ہوتا تو مومنوں کا استثناء کیوں ہوتا؟ بڑھاپا تو بعض

مومنوں پر بھی آتا ہے' پس ٹھیک بات وہی ہے جو اوپر ہم نے ذکر کی اور جگہ سورۂ والعصر میں ہے کہ تمام انسان نقصان میں ہیں سوائے ایمان اور اعمال صالح والوں کے کہ انہیں ایسی نیک جزا وہ ملے گی جس کی انتہا نہ ہو جیسے پہلے بیان ہو چکا' پھر فرماتا ہے اے انسان! جبکہ تو پہلی اور اول مرتبہ کی پیدائش کو جانتا ہے تو پھر جزا و سزا کے دن کے آنے پر اور تیرے دوبارہ زندہ ہونے پر تجھے کیوں یقین نہیں؟ کیا وجہ ہے کہ تو اسے نہیں مانتا حالانکہ ظاہر ہے کہ جس نے پہلی دفعہ پیدا کر دیا اس پر دوسری دفعہ کا پیدا کرنا کیا مشکل ہے؟ حضرت مجاہد رحمہ اللہ ایک مرتبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھ بیٹھے کہ اس سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں؟ آپ نے فرمایا معاذ اللہ! اس سے مراد مطلق انسان ہے' عکرمہ رحمہ اللہ وغیرہ کا بھی یہی قول ہے۔

پھر فرماتا ہے کہ کیا اللہ احکم الحاکمین نہیں ہے؟ وہ نہ ظلم کرے نہ بے عدلی کرے اس لئے وہ قیامت قائم کرے گا اور ہر ایک ظالم سے مظلوم کا انتقام لے گا' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث میں یہ گزر چکا ہے کہ جو شخص ﴿وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ﴾ پڑھے اور اس کے آخر کی آیت ﴿اَلَيْسَ اللّٰهُ﴾ الخ پڑھے تو کہہ دے ﴿بَلٰى وَاَنَا عَلٰى ذٰلِكَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ﴾ یعنی ہاں اور میں اس پر گواہ ہوں۔ [1] اللہ کے فضل و کرم سے سورۂ والتین کی تفسیر ختم ہوئی' فالحمد للہ۔

تفسیر سورة العلق

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝١ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝٢ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝٣
الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝٤ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝٥

اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع جو بہت بڑی بخشش کرنے والا بہت زیادہ مہربان ہے

اپنے رب کا نام لے کر پڑھ جس نے پیدا کیا○ جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا○ تو پڑھتا رہ تیرا رب بڑے کرم والا ہے○ جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا○ جس نے انسان کو وہ سکھایا جسے وہ نہیں جانتا تھا○

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کی ابتدا سچے خوابوں سے ہوئی جو خواب آپ دیکھتے وہ صبح کے ظہور کی طرح ظاہر ہو جاتا پھر آپ نے گوشہ نشینی اور خلوت اختیار کی' ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے توشہ لے کر غار حرا میں چلے جاتے اور کئی کئی راتیں وہیں عبادت میں گزارا کرتے پھر آتے اور توشہ لے کر چلے جاتے یہاں تک کہ ایک مرتبہ اچانک وہیں شروع شروع میں وحی آئی فرشتہ آپ کے پاس آیا اور کہا

[1] [ضعیف: ترمذی: کتاب التفسیر: باب و من سورة التین (۳۳۴۷) ابو داؤد (۸۸۷)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ترمذی] شیخ عبدالرزاق مہدی، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ اس کی سند میں ایک راوی مجہول ہے۔]

اِقْرَاْ یعنی پڑھیے آپ فرماتے ہیں میں نے کہا میں تو پڑھا ہوا نہیں۔ فرشتے نے مجھے پکڑا اور دبوچا یہاں تک کہ مجھے تکلیف ہوئی پھر مجھے چھوڑا اور فرمایا پڑھ میں نے کہا میں پڑھنا نہیں جانتا۔ فرشتے نے مجھے دوبارہ دبوچا جس سے مجھے تکلیف بھی ہوئی۔ پھر چھوڑ دیا اور فرمایا پڑھو۔ میں نے پھر یہی کہا کہ میں پڑھنے والا نہیں اس نے مجھے تیسری مرتبہ پکڑ کر دبایا اور تکلیف پہنچائی' پھر چھوڑ دیا اور ﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ﴾ سے ﴿مَالَمْ یَعْلَمْ﴾ تک پڑھا۔ آپ ان آیتوں کو لئے ہوئے کانپتے ہوئے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور فرمایا مجھے کپڑا اوڑھا دو چنانچہ کپڑا اوڑھا دیا یہاں تک کہ ڈر خوف جاتا رہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے سارا واقعہ بیان کیا اور فرمایا مجھے اپنی جان جانے کا خوف ہے' حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ خوش ہو جایئے اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ آپ کو ہرگز رسوا نہ کرے گا۔ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں' سچی باتیں کرتے ہیں' دوسروں کا بوجھ خود اٹھا لیتے ہیں' مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق پر دوسروں کی مدد کرتے ہیں۔ پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کو لے کر اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی کے پاس آئیں جاہلیت کے زمانہ میں یہ نصرانی ہو گئے تھے' عربی کتاب لکھتے تھے اور عبرانی میں انجیل لکھتے تھے۔ بہت بڑی عمر کے انتہائی بوڑھے تھے' آنکھیں جا چکی تھیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان سے کہا اپنے بھتیجے کا واقعہ سنئے۔ ورقہ نے پوچھا بھتیجے! آپ نے کیا دیکھا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سارا واقعہ سنایا۔ ورقہ نے سنتے ہی کہا یہی وہ رازداں فرشتہ ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھی اللہ کا بھیجا ہوا آیا کرتا تھا۔ کاش کہ میں اس وقت جوان ہوتا' کاش کہ میں اس وقت زندہ ہوتا جبکہ آپ کو آپ کی قوم نکال دے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعجب سے سوال کیا کہ کیا وہ مجھے نکال دیں گے؟ ورقہ نے کہا ہاں ایک آپ کیا جتنے بھی لوگ آپ کی طرح نبوت سے سرفراز ہو کر آئے ان سب سے دشمنیاں کی گئیں۔ اگر وہ وقت میری زندگی میں آ گیا میں آپ کی پوری مدد کروں گا لیکن اس واقعہ کے بعد بہت کم زندہ رہے ادھر وحی بھی رک گئی اور اس کے رکنے کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا قلق تھا کئی مرتبہ آپ نے پہاڑ کی چوٹی پر سے اپنے آپ کو گرا دینا چاہا لیکن ہر وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام آ جاتے اور فرما دیتے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اللہ کے سچے رسول ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) اس سے آپ کا قلق اور رنج جاتا رہتا اور دل میں قدرے اطمینان پیدا ہو جاتا اور آرام سے گھر واپس آ جاتے [1] (مسند احمد) یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں بھی بروایت زہری مروی ہے۔ [2] اس کی سند میں' اس کے متن میں' اس کے معانی میں جو کچھ بیان کرنا چاہئے تھا وہ ہم نے اپنی شرح بخاری میں پورے طور پر بیان کر دیا ہے۔ اگر جی چاہے وہیں دیکھ لیا جائے۔ والحمدللہ۔ پس قرآن کریم کی باعتبار نزول کے سب سے پہلی آیتیں یہی ہیں پہلی نعمت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر انعام کی اور یہی وہ پہلی رحمت ہے جو اس ارحم الراحمین نے اپنے رحم و کرم سے

---

[1] [صحیح : مسند احمد (٦/١٥٣) صحیح بخاری (٤٩٥٦) صحیح مسلم (١٦٠)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب بدء الوحی : باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ (٣) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب بدء الوحی الی رسول اللہ (١٦٠)]

ہمیں دی' اس میں تنبیہ ہے انسان کی اول پیدائش پر کہ وہ ایک جمے ہوئے خون کی شکل میں تھا اللہ تعالیٰ نے اس پر یہ احسان کیا اسے اچھی صورت میں پیدا کیا' پھر علم جیسی اپنی خاص نعمت اسے مرحمت فرمائی اور وہ سکھایا جسے وہ نہیں جانتا تھا علم ہی کی برکت تھی کہ کل انسانوں کے باپ حضرت آدم علیہ السلام فرشتوں میں بھی ممتاز نظر آئے' علم کبھی تو ذہن میں ہی ہوتا ہے اور کبھی زبان پر ہوتا ہے اور کبھی کتابی صورت میں لکھا ہوا ہوتا ہے۔ پس علم کی تین قسمیں ہوئیں ذہنی لفظی اور رسمی۔ اور رسمی علم ذہنی اور لفظی کو مستلزم ہے لیکن وہ دونوں اسے مستلزم نہیں۔ اسی لئے فرمایا کہ پڑھ! تیرا رب تو بڑے اکرام والا ہے جس نے قلم کے ذریعہ علم سکھایا اور آدمی کو جو وہ نہیں جانتا تھا معلوم کرا دیا' ایک اثر میں وارد ہے کہ علم کو لکھ لیا کرو (1) اور اسی اثر میں ہے کہ جو شخص اپنے علم پر عمل کرے اسے اللہ تعالیٰ اس علم کا بھی وارث کر دیتا ہے جسے وہ نہیں جانتا تھا۔ (2)

كَلَّآ إِنَّ ٱلْإِنسَٰنَ لَيَطْغَىٰٓ ﴿٦﴾ أَن رَّءَاهُ ٱسْتَغْنَىٰٓ ﴿٧﴾ إِنَّ إِلَىٰ رَبِّكَ ٱلرُّجْعَىٰٓ ﴿٨﴾ أَرَءَيْتَ ٱلَّذِى يَنْهَىٰ ﴿٩﴾ عَبْدًا إِذَا صَلَّىٰٓ ﴿١٠﴾ أَرَءَيْتَ إِن كَانَ عَلَى ٱلْهُدَىٰٓ ﴿١١﴾ أَوْ أَمَرَ بِٱلتَّقْوَىٰٓ ﴿١٢﴾ أَرَءَيْتَ إِن كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰٓ ﴿١٣﴾ أَلَمْ يَعْلَم بِأَنَّ ٱللَّهَ يَرَىٰ ﴿١٤﴾ كَلَّا لَئِن لَّمْ يَنتَهِ لَنَسْفَعًۢا بِٱلنَّاصِيَةِ ﴿١٥﴾ نَاصِيَةٍ كَٰذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ﴿١٦﴾ فَلْيَدْعُ نَادِيَهُۥ ﴿١٧﴾ سَنَدْعُ ٱلزَّبَانِيَةَ ﴿١٨﴾ كَلَّا لَا تُطِعْهُ وَٱسْجُدْ وَٱقْتَرِب ﴿١٩﴾

السجدۃ ۱۴ الزاما

سچ مچ انسان تو آپے سے باہر ہو جاتا ہے ○ اس لئے کہ وہ اپنے آپ کو بے پرواہ سمجھتا ہے ○ یقیناً تیرا لوٹنا اللہ کی طرف ہے ○ بھلا اسے بھی تو نے دیکھا ہے؟ جو روکتا ہے ○ بندے کو جب وہ نماز ادا کرے ○ بھلا بتلا تو اگر وہ ہدایت پر ہے ○ یا تقویٰ کی تعلیم دیتا ہو ○ اچھا یہ بھی بتا کہ اگر یہ جھٹلاتا ہو ○ اور منہ پھیرتا ہو' کیا یہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ اسے خوب دیکھ رہا ہے ○ یقیناً اگر یہ باز نہ رہا' تو ہم اس کی چوٹی پکڑ کر گھسیٹیں گے ○ چوٹی جو جھوٹی خطا کار ہے ○ یہ اپنی مجلس والوں کو بلا لے ○ ہم بھی دوزخ کے پیادوں کو بلا لیں گے ○ خبردار' اس کا کہنا ہرگز نہ ماننا اور سجدے میں اور قرب الٰہی کی طلب میں لگے رہنا ○

طالب علم اور طالب دنیا دونوں سیر نہیں ہوتے: فرماتا ہے کہ انسان کے پاس جہاں دو پیسے ہوئے' ذرا فارغ البال ہوا کہ اس کے دل میں کبر و غرور' عجب و خود پسندی آئی اسے ڈرتے رہنا چاہئے اور خیال رکھنا چاہیے کہ اسے

---

(1) [ضعیف جدا: مستدرك حاكم (۱۰٦/۱) جامع العلم لابن عبد البر (۷۳/۱) كشف الخفاء (۱۱۹/۱) مجمع الزوائد (٦٨١) العلل المتناهية لابن الجوزي (۹۵)] امام ابن جوزیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح نہیں۔ شیخ حوت فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے۔[اسنى المطالب (ص: ۲۰٤)]

(2) [لا اصل له في المرفوع: ابو نعيم (۱۰/۱٤-۱۵)] شیخ عبدالرزاق مہدی فرماتے ہیں کہ مرفوعاً اس کی کوئی اصل نہیں۔ حافظ عراقیؒ نے نقل فرمایا ہے کہ اسے ابو نعیم نے روایت کیا ہے اور اسے ضعیف کہا ہے۔[تخريج الاحياء (۷۱/۱)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو سخت ضعیف کہتے ہیں۔]

ایک دن اللہ کی طرف لوٹنا ہے۔ وہاں جہاں اور حساب ہوں گے مال کی بابت بھی سوال ہوگا کہ لایا کہاں سے اور خرچ کہاں کیا؟ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں دو لالچی ایسے ہیں جن کا پیٹ ہی نہیں بھرتا ایک طالب علم دوسرا طالب دنیا۔ ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ علم کا طالب تو اللہ کی رضا مندی کے حاصل کرنے میں بڑھتا رہتا ہے اور دنیا کا لالچی سرکشی اور خود پسندی میں بڑھتا رہتا ہے پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی جس میں دنیا داروں کا ذکر ہے پھر طالب علموں کی فضیلت کے بیان کی یہ آیت تلاوت کی ﴿اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا﴾ [1] یہ حدیث مرفوعاً یعنی نبی ﷺ کے فرمان سے بھی مروی ہے کہ دو لالچی ہیں جو شکم پرور نہیں ہوتے طالب علم اور طالب دنیا[2] اس کے بعد کی آیتیں ابوجہل ملعون کے بارے میں نازل ہوئی ہیں کہ یہ آنحضرت ﷺ کو بیت اللہ میں نماز پڑھنے سے روکتا تھا' پس پہلے تو اسے بہترین طریقہ سے سمجھایا گیا کہ جنہیں روکتا ہے یہی اگر سیدھی راہ پر ہوں انہی کی باتیں تقوے کی طرف بلاتی ہوں' پھر تو انہیں پر تشدد کرے اور خانہ اللہ سے روکے تو تیری بدقسمتی کی انتہا ہے یا نہیں؟ کیا یہ روکنے والا جو نہ صرف خود حق کی راہنمائی سے محروم ہے بلکہ راہ حق سے روکنے کے درپے ہے اتنا بھی نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے اس کا کلام سن رہا ہے اور اس کے کلام اور کام پر اسے سزا دے گا' اس طرح سمجھا چکنے کے بعد اب اللہ ڈرا رہا ہے کہ اگر اس نے مخالفت' سرکشی اور ایذا دہی نہ چھوڑی تو ہم بھی اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر گھسیٹیں گے جو اقوال میں جھوٹا اور افعال میں بدکار ہے' یہ اپنے مددگاروں' ہم نشینوں' قرابت داروں اور کنبہ قبیلے کو بلا لے۔ دیکھیں تو کون اس کی مدافعت کر سکتا ہے۔ ہم بھی اپنے عذاب کے فرشتوں کو بلا لیتے ہیں پھر ہر ایک کو کھل جائے گا کہ کون جیتا اور کون ہارا؟ صحیح بخاری شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ابو جہل نے کہا اگر میں محمد (ﷺ) کو کعبہ میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھوں گا تو گردن سے دبوچوں گا حضور ﷺ کو بھی خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر یہ ایسا کرے گا تو اللہ کے فرشتے اسے پکڑ لیں گے [3] دوسری روایت میں ہے کہ حضور ﷺ مقام ابراہیم کے پاس بیت اللہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ یہ ملعون آیا اور کہنے لگا کہ میں نے تجھے منع کر دیا پھر بھی تو باز نہیں آتا۔ اگر اب میں نے تجھے کعبے میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو سخت سزا دوں گا وغیرہ۔ نبی ﷺ نے سختی سے جواب دیا' اس کی بات ٹھکرا دی اور اچھی طرح ڈانٹ دیا۔ اس پر وہ کہنے لگا کہ تو مجھے ڈانٹتا ہے اللہ کی قسم میری ایک آواز پر یہ ساری وادی آدمیوں سے بھر جائے گی اس پر یہ آیت اتری کہ اچھا تو اپنے حامیوں کو بلا ہم بھی اپنے فرشتوں کو بلا لیتے ہیں' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اگر وہ اپنے والوں کو پکارتا تو اسی

---

[1] [سورۃ فاطر : آیت ۲۸]

[2] [صحیح : طبرانی کبیر (۱۰۳۸۸) مجمع الزوائد (۵۷۱)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح الجامع الصغیر (۶۶۲۴)]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب قوله تعالی کلا لئن لم ینته (۴۹۵۸) ترمذی : کتاب التفسیر : باب ومن سورہ اقراء باسم ربك (۳۳۴۸) مسند احمد (۳۸۶/۱)]

وقت عذاب کے فرشتے اسے لپک لیتے (ملاحظہ ہو ترمذی وغیرہ) (1) مسند احمد میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ابوجہل نے کہا اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت اللہ میں نماز پڑھتے دیکھ لوں گا تو اس کی گردن توڑ دوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ ایسا کرتا تو اسی وقت لوگوں کے دیکھتے ہوئے عذاب کے فرشتے اسے پکڑ لیتے اور اسی طرح جبکہ یہودیوں سے قرآن نے کہا تھا کہ اگر تم سچے ہو تو موت مانگو اگر وہ اسے قبول کر لیتے اور موت طلب کرتے تو سارے کے سارے مرجاتے اور جہنم میں اپنی جگہ دیکھ لیتے اور جن نصرانیوں کو مباہلہ کی دعوت دی گئی تھی اگر یہ مباہلہ کے لئے نکلتے تو لوٹ کر نہ اپنا مال پاتے نہ اپنے بچوں کو پاتے۔ (2) ابن جریر میں ہے کہ ابوجہل نے کہا اگر میں آپ کو مقام ابراہیم کے پاس نماز پڑھتا ہوا دیکھ لوں گا تو جان سے مار ڈالوں گا اس پر یہ سورت اتری۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے ابوجہل موجود تھا اور آپ نے وہیں نماز ادا کی تو لوگوں نے اس بدبخت سے کہا کہ کیوں بیٹھا رہا؟ اس نے کہا کیا بتاؤں کون میرے اور ان کے درمیان حائل ہو گئے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اگر ذرا بھی ہلتا جلتا تو لوگوں کے دیکھتے ہوئے فرشتے اسے ہلاک کر ڈالتے (3) ابن جریر کی اور روایت میں ہے کہ ابوجہل نے پوچھا کہ کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے سامنے سجدہ کرتے ہیں؟ لوگوں نے کہا ہاں۔ تو کہنے لگا اللہ کی قسم میرے سامنے اس نے یہ کیا تو اس کی گردن روند دوں گا اور اس کے منہ کو مٹی میں ملا دوں گا' ادھر اس نے یہ کہا ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز شروع کی جب آپ سجدے میں گئے تو یہ آگے بڑھا لیکن ساتھ ہی اپنے ہاتھ سے اپنے آپ کو بچاتا ہوا پچھلے پیروں نہایت بدحواسی سے پیچھے ہٹا۔ لوگوں نے کہا کیا ہوا ہے؟ کہنے لگا کہ میرے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان آگ کی خندق ہے اور گھبراہٹ کی خوفناک چیزیں ہیں اور فرشتوں کے پر ہیں وغیرہ۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ اور ذرا قریب آ جاتا تو فرشتے اس کا ایک ایک عضو الگ الگ کر دیتے پس یہ آیتیں ﴿كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى﴾ الخ سے آخر سورت تک نازل ہوئیں۔ اللہ ہی کو علم ہے کہ یہ کلام حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے یا نہیں؟ یہ حدیث مسند' مسلم' نسائی' ابن ابی حاتم میں بھی ہے۔ (4) پھر فرمایا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تم اس مردود کی بات نہ ماننا' عبادت پر مداومت کرنا اور بکثرت عبادت کرتے رہنا اور جہاں جی چاہے نماز پڑھتے رہنا اور اس کی مطلق پرواہ نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ خود تیرا حافظ و ناصر ہے' وہ تجھے دشمنوں سے محفوظ رکھے گا' تو سجدے میں اور قرب اللہ کی طلب میں مشغول رہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سجدہ کی حالت میں بندہ اپنے رب تبارک وتعالیٰ سے بہت

---

(1) [صحیح: مسند احمد (۱/ ۲۵٦) ترمذی: کتاب التفسیر: باب و من سورة اقراء باسم ربك الذی خلق (۳۳٤۹)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی]

(2) [صحیح: مسند احمد (۱/ ۲٤۸)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (۲۲۲۵)] شیخ عبدالرزاق مہدی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

(3) [تفسیر ابن جریر الطبری (۳۷٦۸۸)]

(4) [صحیح: صحیح مسلم: کتاب صفات المنافقین: باب قوله تعالی ان الانسان لیطغی (۲۷۹۷) مسند احمد (۲/ ۳۷۰)]

ہی قریب ہوتا ہے پس تم بکثرت سجدوں میں دعائیں کرتے رہو۔(۱) پہلے یہ حدیث بھی گزر چکی ہے کہ حضور ﷺ سورۂ ﴿اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ﴾ میں اور اس سورت میں سجدہ کیا کرتے تھے (۲) اللہ تعالیٰ کی توفیق سے سورۂ اقراء کی تفسیر بھی ختم ہوئی۔ اللہ کا شکر و احسان ہے۔

تفسیر سورۃ القدر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝۱ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝۲ لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝۳
تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ۝۴ سَلٰمٌ ۛ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝۵

اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والے مہربان کے نام سے شروع

یقیناً ہم نے اسے شب قدر میں نازل فرمایا ○ تو کیا سمجھا کہ شب قدر کیا ہے؟ ○ شب قدر ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے ○ اس میں ہر کام کے سرانجام دینے کو اللہ کے حکم سے فرشتے اور روح اترتے ہیں ○ یہ رات سراسر سلامتی کی ہے فجر کے طلوع ہونے تک ○

شب قدر میں نزول قرآن: مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو لیلۃ القدر میں نازل فرمایا ہے۔ اسی کا نام لیلۃ المبارکہ بھی ہے اور جگہ ارشاد ہے ﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ﴾ (۳) اور یہ بھی قرآن سے ثابت ہے کہ یہ رات رمضان المبارک کے مہینے میں ہے جیسے فرمایا ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ﴾ (۴)، ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ کا قول ہے کہ پورا قرآن پاک لوح محفوظ سے آسمان اول پر بیت العزت میں اس رات اترا' پھر تفصیل وار واقعات کے مطابق بتدریج تئیس سال میں رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا۔ پھر اللہ تعالیٰ لیلۃ القدر کی شان و شوکت کا اظہار فرماتا ہے کہ اس رات کی ایک زبردست برکت تو یہ ہے کہ قرآن کریم جیسی اعلیٰ نعمت اسی رات اتری' تو فرماتا ہے کہ تمہیں کیا خبر کہ لیلۃ القدر کیا ہے؟ پھر خود ہی بتاتا ہے کہ یہ ایک رات ایک ہزار مہینہ سے افضل ہے' امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ ترمذی شریف میں اس آیت کی تفسیر میں ایک روایت لائے ہیں یوسف بن سعد سے کہ ایک آدمی نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے جبکہ آپ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی کہا کہ تم نے ایمان والوں کے منہ کالے کر دیئے یا یوں کہا اے مومنوں کے منہ سیاہ کرنے والے تو آپ نے فرمایا اللہ تجھ پر رحم کرے مجھ پر خفا نہ ہو نبی ﷺ کو دکھلایا گیا کہ گویا آپ کے منبر پر بنو امیہ ہیں۔ آپ ﷺ کو یہ برا معلوم ہوا تو

---

(۱) [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الصلاۃ: باب ما یقال فی الرکوع والسجود (۴۸۲) ابو داؤد: کتاب الصلاۃ: باب الدعاء فی الرکوع والسجود (۸۷۵) مسند احمد (۲/۴۲۱)]

(۲) [صحیح: صحیح مسلم: کتاب المساجد: باب سجود التلاوۃ (۵۷۸)]

(۳) [سورۃ الدخان: آیت ۳] (۴) [سورۃ البقرہ: آیت ۱۸۵]

﴿اِنَّآ اَعۡطَيۡنٰكَ الۡكَوۡثَرَ﴾ نازل ہوئی یعنی جنت کی نہر کوثر آپ کو عطا کئے جانے کی خوشخبری ملی اور ﴿اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ﴾ اتری پس ہزار مہینے سے وہ مراد ہیں جن میں آپ کے بعد بنو امیہ کی ملکیت رہے گی قاسم بن فضل حدانی کہتے ہیں ہم نے حساب لگایا تو وہ پورے ایک ہزار دن ہوئے۔ نہ ایک دن زیادہ نہ ایک دن کم۔ [1] امام ترمذی رحمہ اللہ اس روایت کو غریب بتلاتے ہیں اور اس کی سند میں یوسف بن سعد ہیں جو مجہول ہیں اور صرف اسی سند سے یہ مروی ہے۔ مستدرک حاکم میں بھی یہ روایت ہے امام ترمذی کا یہ فرمانا کہ یہ یوسف مجہول ہیں اس میں ذرا تذبذب ہے ان کے بہت سے شاگرد ہیں۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ مشہور ہیں اور ثقہ ہیں اور اس کی سند میں کچھ اضطراب ہے جیسا بھی ہے۔ واللہ اعلم۔ بہر صورت یہ بہت ہی منکر روایت ہے۔ ہمارے شیخ حافظ حجت ابوالحجاج مزی بھی اس روایت کو منکر بتلاتے ہیں (یہ یاد رہے کہ قاسم کا قول جو ترمذی کے حوالے سے بیان ہوا ہے کہ وہ کہتے ہیں ہم نے حساب لگایا تو بنو امیہ کی سلطنت ٹھیک ایک ہزار دن تک رہی یہ نسخے کی غلطی ہے۔ ایک ہزار مہینے لکھنا چاہئے تھا میں نے ترمذی شریف میں دیکھا تو وہاں بھی ایک ہزار مہینے ہیں اور آگے بھی یہی آتا ہے۔ مترجم) قاسم بن فضل حدانی کا یہ قول کہ بنو امیہ کی سلطنت کی ٹھیک مدت ایک ہزار مہینے تھی یہ بھی صحیح نہیں اس لئے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مستقل سلطنت سنہ ۴۰ ہجری میں قائم ہوئی جب کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور امر خلافت آپ کو سونپ دیا اور سب لوگ بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت پر جمع ہو گئے اور اس سال کا نام ہی عام الجماعہ مشہور ہوا۔ پھر شام وغیرہ میں برابر بنو امیہ کی سلطنت قائم رہی ہاں تقریباً نو سال تک حرمین شریفین اور اہواز اور بعض شہروں پر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی سلطنت ہو گئی تھی لیکن تاہم اس مدت میں بھی کلیۃً ان کے ہاتھ سے حکومت نہیں گئی۔ البتہ بعض شہروں پر حکومت ہٹ گئی تھی ہاں سنہ ۱۳۲ھ میں بنو العباس نے ان سے خلافت اپنے قبضہ میں کر لی پس ان کی سلطنت کی مدت بانوے برس ہوئی اور یہ ایک ہزار ماہ سے بہت زیادہ ہے ایک ہزار مہینے کے تراسی سال چار ماہ ہوتے ہیں۔ ہاں قاسم بن فضل کا یہ حساب اس طرح تو تقریباً ٹھیک ہو جاتا ہے کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی مدت خلافت اس گنتی میں سے نکال دی جائے۔ واللہ اعلم۔ اس روایت کے ضعیف ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ بنو امیہ کی سلطنت کے زمانہ کی تو برائی اور مذمت بیان کرنی مقصود ہے اور لیلۃ القدر کی اس زمانہ پر فضیلت کا ثابت ہونا کچھ ان کے زمانے کی مذمت کی دلیل نہیں لیلۃ القدر تو ہر طرح بزرگی والی ہے ہی اور یہ پوری سورت اس مبارک رات کی مدح و ستائش بیان کر رہی ہے۔ پس بنو امیہ کے زمانہ کے دنوں کی مذمت سے لیلۃ القدر کی کونسی فضیلت ثابت ہو جائے گی؟۔ یہ تو بالکل وہی مثل اصل ہو جائے گی کہ کوئی شخص تلوار کی تعریف کرتے ہوئے کہے کہ لکڑی سے بہت تیز ہے۔ کسی بہترین فضیلت والے شخص کو کسی کم درجہ کے ذلیل

---

[1] [ضعیف: ترمذی: کتاب التفسیر: باب ومن سورة ليلة القدر (۳۳۵۰) مستدرك حاكم (۳/۱۷۰)] امام ترمذیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ شیخ البانیؒ نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی] شیخ عبدالرزاق مہدی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ اس میں یوسف بن سعد راوی مجہول ہے۔]

شخص پر فضیلت دینا تو اس شریف بزرگ کی توہین کرنا ہے۔ اور وجہ سنئے اس روایت کی بنا پر یہ ایک ہزار مہینے وہ ہوئے جن میں بنوامیہ کی سلطنت رہے گی اور یہ سورت اتری ہے مکہ شریف میں تو اس میں ان مہینوں کا حوالہ کیسے دیا جاسکتا ہے جو بنوامیہ کے زمانہ کے ہیں اس پر نہ تو کوئی لفظ دلالت کرتا ہے نہ معنی کے طور پر یہ سمجھا جاسکتا ہے منبر تو مدینہ میں قائم ہوتا ہے اور ہجرت کی ایک مدت بعد منبر بنایا جاتا ہے اور رکھا جاتا ہے۔ پس ان تمام وجوہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت ضعیف اور منکر ہے۔ واللہ اعلم۔

رمضان اور شب قدر کی فضیلت: ابن ابی حاتم میں ہے حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر کیا جو ایک ہزار ماہ تک اللہ کی راہ میں یعنی جہاد میں بند رہا مسلمانوں کو یہ سن کر تعجب معلوم ہوا تو اللہ عزوجل نے یہ سورت اتاری کہ لیلۃ القدر کی عبادت اس شخص کی ایک ہزار مہینے کی عبادت سے افضل ہے۔ [1] ابن جریر میں ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جو رات کو قیام کرتا تھا صبح تک اور دن میں دشمنان دین سے جہاد کرتا تھا۔ شام تک' ایک ہزار مہینے تک یہی کرتا رہا پس اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی کہ اس امت کے کسی شخص کا صرف لیلۃ القدر کا قیام اس عابد کے ایک ہزار مہینے کی اس عبادت سے افضل ہے' ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی اسرائیل کے چار عابدوں کا ذکر کیا جنہوں نے اسی (۸۰) سال تک اللہ کی عبادت کی تھی' ایک آنکھ جھپکنے کے برابر بھی اللہ کی نافرمانی نہیں کی تھی۔ حضرت ایوب' حضرت زکریا' حضرت حزقیل بن عجوز' حضرت یوشع بن نون علیہم السلام' اصحاب رسول ﷺ کو سخت تعجب ہوا آپ کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہا اے محمد ﷺ آپ کی امت نے اس جماعت کی اس عبادت پر تعجب کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی افضل چیز آپ پر نازل فرمائی اور فرمایا کہ یہ افضل ہے اس سے جن پر آپ اور آپ کی امت نے تعجب ظاہر کیا تھا۔ پس آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم بے حد خوش ہوئے [2] حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ اس رات کا نیک عمل اس کا روزہ اس کی نماز' ایک ہزار مہینوں کے روزے اور نماز سے افضل ہے جن میں لیلۃ القدر نہ ہو اور مفسرین کا بھی یہی قول ہے۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ نے بھی اسی کو پسند فرمایا ہے کہ وہ ایک ہزار مہینے جن میں لیلۃ القدر نہ ہو' یہی ٹھیک ہے اس کے سوا اور کوئی قول ٹھیک نہیں' جیسے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ایک رات کی جہاد کی تیاری اس کے سوا ایک ہزار راتوں سے افضل ہے [3] (مسند احمد) اسی طرح اور حدیث میں ہے کہ جو شخص اچھی

---

[1] [ضعیف و مرسل: بیهقی فی السنن: کتاب الصیام: باب فضل لیلة القدر (۳۰۶/۴) الدر المنثور للسیوطی (۶۲۹/۶)] امام بیہقیؒ نے فرمایا ہے کہ یہ روایت مرسل ہے۔ مزید برآں اس میں مسلم بن خالد راوی ضعیف ہے۔ شیخ عبدالرزاق مہدی اس کی سند کو سخت ضعیف کہتے ہیں۔]

[2] [باطل لا اصل له فی المرفوع: شیخ عبدالرزاق مہدی فرماتے ہیں کہ یہ روایت باطل ہے اور مرفوعا اس کی کوئی اصل نہیں۔ اس میں علی بن عروہ متہم بالکذب اور مسلمہ بن علی متروک الحدیث ہے۔]

[3] [حسن: مسند احمد (۷۵/۱) ترمذی: کتاب الجهاد: باب ما جآء فی فصل المربط (۱۶۶۷) نسائی (۳۱۷۱)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے حسن کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی]

نیت اور اچھی حالت سے جمعہ کی نماز کیلئے جائے اس کیلئے ایک سال کے اعمال کا ثواب لکھا جاتا ہے' سال بھر کے روزوں کا اور سال بھر کی نمازوں کا[1] اسی طرح کی اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں پس مطلب یہ ہے کہ مراد ایک ہزار مہینے سے وہ مہینے ہیں جن میں لیلۃ القدر نہ آئے جیسے ایک ہزار راتوں سے مراد وہ راتیں ہیں جن میں کوئی رات اس عبادت کی نہ ہو' اور جیسے جمعہ کی طرف جانے والے کو ایک سال کی نیکیاں یعنی وہ سال جس میں جمعہ نہ ہو۔ مسند احمد میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رمضان آ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو! تم پر رمضان کا مہینہ آ گیا یہ بابرکت مہینہ آ گیا' اس کے روزے اللہ نے تم پر فرض کیے ہیں اس میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں' شیاطین قید کر لئے جاتے ہیں۔ اس میں ایک رات ہے جو ایک ہزار مہینے سے افضل ہے۔ اس کی بھلائی سے محروم رہنے والا حقیقی بدقسمت ہے[2] نسائی شریف میں بھی یہ روایت ہے۔ چونکہ اس رات کی عبادت ایک ہزار مہینے کی عبادت سے افضل ہے اس لئے بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص لیلۃ القدر کا قیام ایمانداری اور نیک نیتی سے کرے اس کے تمام سابقہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔[3]

پھر فرماتا ہے کہ اس رات کی برکت کی زیادتی کی وجہ سے بکثرت فرشتے اس میں نازل ہوتے ہیں' فرشتے تو ہر برکت اور رحمت کے ساتھ نازل ہوتے رہتے ہیں جیسے تلاوت قرآن کے وقت اترتے ہیں اور ذکر کی مجلسوں کو گھیر لیتے ہیں اور علم دین کے سیکھنے والوں کیلئے راضی خوشی اپنے پر بچھا دیا کرتے ہیں اور اس کی عزت و تکریم کرتے ہیں' روح سے مراد یہاں حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ یہ خاص کا عطف ہے عام پر' بعض کہتے ہیں روح کے نام کے ایک خاص قسم کے فرشتے ہیں جیسے کہ سورۂ ﴿عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ﴾ کی تفسیر میں تفصیل سے گزر چکا ہے' واللہ اعلم۔ پھر فرمایا وہ سراسر سلامتی والی رات ہے جس میں شیطان نہ تو برائی کر سکتا ہے نہ ایذا پہنچا سکتا ہے' حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس میں تمام کاموں میں فیصلہ کیا جاتا ہے عمر اور رزق مقدر کیا جاتا ہے' جیسے اور جگہ ہے ﴿فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ﴾[4] یعنی اسی رات

---

[1] [صحیح : ترمذی : کتاب الصلوۃ : باب ما جآء فی فضل الغسل یوم الجمعۃ (٤٩٦) ابو داؤد : کتاب الطهارۃ : باب فی الغسل یوم الجمعۃ (٣٤٥) ابن ماجه : کتاب اقامة الصلوۃ والسنة فیها (١٠٨٧) نسائی (١٣٨٠)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی]

[2] [صحیح : مسند احمد (٢/٢٣٠) نسائی : کتاب الصیام : باب ذکر الاختلاف علی معمر فیه (٢١٠٨)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (٨٦٣١)] شیخ البانیؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح الجامع الصغیر (٥٥) صحیح الترغیب (٩٩٩)]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب فضل لیلة القدر : باب فضل لیلة القدر (٢٠١٤) صحیح مسلم : کتاب صلاة المسافرین و قصرها : باب الترغیب فی قیام رمضان وهو التراویح (٧٦٠) ابو داؤد : کتاب شهر رمضان : باب فی قیام شهر رمضان (١٣٧١) ترمذی : کتاب الصوم : باب الترغیب فی قیام رمضان (٨٠٨) مسند احمد (٢/٥٢٩)]

[4] [سورة الدخان : آیت ٤]

ہر حکمت والے کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے' حضرت شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس رات میں فرشتے مسجد والوں پر صبح تک سلام بھیجتے رہتے ہیں۔ امام بیہقی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب فضائل اوقات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک غریب اثر فرشتوں کے نازل ہونے میں اور نمازیوں پر ان کے گزرنے میں اور انہیں کے لئے برکت حاصل ہونے میں وارد کیا ہے۔

ابن ابی حاتم نے حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے ایک عجیب وغریب بہت طول اثر وارد کیا ہے جس میں فرشتوں کا سدرۃ المنتہیٰ سے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ زمین پر آنا اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لئے دعائیں کرنا وارد ہے' ابوداؤد طیالسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لیلۃ القدر ستائیسویں ہے یا انتیسویں۔ اس رات میں فرشتے زمین پر سنگریزوں کی گنتی سے بھی زیادہ ہوتے ہیں۔ (1) عبدالرحمٰن بن ابولیلیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس رات میں ہر امر سے سلامتی ہے یعنی کوئی نئی بات پیدا نہیں ہوتی' حضرت قتادہ اور حضرت ابن زید رحمہما اللہ کا قول ہے کہ یہ رات سراسر سلامتی والی ہے' کوئی برائی صبح ہونے تک نہیں ہوتی' مسند احمد میں ہے' رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لیلۃ القدر آخری دس راتوں میں ہے جو ان کا قیام طلب ثواب کی نیت سے کرے اللہ تعالیٰ اس کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف فرما دیتا ہے یہ رات اکائی کی ہے یعنی اکیسویں یا تئیسویں یا پچیسویں یا ستائیسوں یا آخری رات' آپ فرماتے ہیں یہ رات بالکل صاف اور ایسی روشن ہوتی ہے کہ گویا چاند چڑھا ہوا ہے اس میں سکون اور دلجمعی ہوتی ہے۔ نہ سردی زیادہ ہوتی ہے نہ گرمی۔ صبح تک ستارے نہیں جھڑتے۔ ایک نشانی اس کی یہ بھی ہے کہ اس کی صبح کو سورج تیز شعاؤں کے ساتھ نہیں نکلتا بلکہ وہ چودہویں رات کی طرح صاف نکلتا ہے۔ اس دن اس کے ساتھ شیطان بھی نہیں نکلتا (2) یہ سند تو صحیح ہے لیکن متن میں غرابت ہے اور بعض الفاظ میں نکارت بھی ہے' ابوداؤد طیالسی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لیلۃ القدر صاف پرسکون' سردی گرمی سے خالی رات ہے' اس کی صبح کو سورج مدھم روشنی والا سرخ رنگ نکلتا ہے (3) حضرت ابوعاصم نبیل اپنی سند سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا میں لیلۃ القدر دکھلایا گیا پھر بھلا دیا گیا' یہ آخری دس راتوں میں ہے یہ صاف شفاف سکون و وقار والی رات ہے نہ زیادہ سردی ہوتی ہے نہ زیادہ گرمی' اس قدر روشن رات ہوتی ہے کہ یہ معلوم ہوتا ہے گویا چاند چڑھا ہوا ہے' سورج کے ساتھ شیطان نہیں

(1) [حسن : مسند طیالسی (۲۰۴۵)] حافظ بوصیریؒ اور شیخ شعیب ارناؤوط نے اسے حسن کہا ہے۔ [اتحاف الخیرۃ المھرۃ (۱۲۹/۳) الموسوعۃ الحدیثیۃ (۱۰۷۳۴)] شیخ البانیؒ بھی اسے حسن کہتے ہیں۔ [صحیح الجامع الصغیر (۵۴۷۳) السلسلۃ الصحیحۃ (۲۲۰۵)] شیخ عبدالرزاق مہدی نے بھی اسے حسن کہا ہے۔]

(2) [حسن : مسنداحمد (۳۲٤/۵) مجمع الزوائد (۵۰٤۱)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا پہلا حصہ حسن ہے اور دوسرا بھی شواہد کی بنا پر تحسین کا احتمال رکھتا ہے۔ [الموسوعۃ الحدیثیۃ (۲۲۷٦۵)] شیخ عبدالرزاق مہدی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث شواہد کی بنا پر ان شاء اللہ حسن ہے۔]

(3) [صحیح : مسند طیالسی (۲٦۸۰)] حافظ بوصیریؒ نے اس کے راویوں کو ثقہ کہا ہے۔ [اتحاف الخیرۃ المھرۃ (۱۲۸/۳)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح الجامع الصغیر (۵٤۷۵)]

نکلتا یہاں تک کہ دھوپ چڑھ جائے۔ ⑴

فصل: اس باب میں علماء کا اختلاف ہے کہ لیلۃ القدر اگلی امتوں میں بھی تھی یا صرف اسی امت کو خصوصیت کے ساتھ عطا کی گئی ہے، پس ایک حدیث میں تو یہ آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جب نظریں ڈالیں اور یہ معلوم کیا کہ سابقہ لوگوں کی عمریں بہت زیادہ ہوتی تھیں تو آپ کو خیال گزرا کہ میری امت کی عمریں ان کے مقابلہ میں کم ہیں تو نیکیاں کم رہیں گی اور پھر درجات اور ثواب میں بھی کمی رہے گی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ رات عنایت فرمائی اور اس کا ثواب ایک ہزار مہینے کی عبادت سے زیادہ دینے کا وعدہ فرمایا ⑵ اس حدیث سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ صرف اسی امت کو یہ رات دی گئی ہے بلکہ صاحب عدۃ نے جو شافعیہ میں سے ایک امام ہیں جمہور علماء کا یہی قول نقل کیا ہے، واللہ اعلم۔ اور خطابی نے تو اس پر اجماع نقل کیا ہے، لیکن ایک حدیث اور ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ رات جس طرح اس امت میں ہے اگلی امتوں میں بھی تھی، چنانچہ حضرت مرثد رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ نے لیلۃ القدر کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے کیا سوال کیا تھا؟ آپ نے فرمایا سنو! میں حضور ﷺ سے اکثر باتیں دریافت کرتا رہتا تھا ایک مرتبہ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ یہ تو فرمائیے کہ لیلۃ القدر رمضان میں ہی ہے یا اور مہینوں میں؟ آپ نے فرمایا رمضان میں۔ میں نے کہا اچھا یا رسول اللہ ﷺ یہ انبیاء کے ساتھ ہی ہے کہ جب تک وہ ہیں یہ بھی ہے جب انبیاء علیہم السلام قبض کیے جاتے ہیں تو یہ بھی اٹھ جاتی ہے یا یہ قیامت تک باقی رہے گی؟ حضور ﷺ نے جواب دیا کہ نہیں وہ قیامت تک باقی رہے گی، میں نے کہا اچھا رمضان کے کس حصہ میں ہے؟ آپ نے فرمایا اسے رمضان کے پہلے اور آخری عشرہ میں ڈھونڈ۔ پھر میں خاموش ہوگیا، آپ بھی اور باتوں میں مشغول ہوگئے۔ میں نے پھر موقعہ پا کر سوال کیا کہ حضور ﷺ ان دونوں عشروں میں سے کس عشرے میں اس رات کو تلاش کروں؟ آپ نے فرمایا آخری عشرے میں، بس اب کچھ نہ پوچھنا میں پھر چپکا ہوگیا لیکن پھر موقعہ پا کر میں نے سوال کیا کہ حضور ﷺ آپ کو قسم ہے میرا بھی کچھ حق آپ پر ہے فرما دیجئے کہ وہ کونسی رات ہے؟ آپ سخت غصے ہوئے میں نے تو کبھی آپ کو اپنے اوپر اتنا غصہ ہوتے ہوئے دیکھا ہی نہیں اور فرمایا آخری ہفتہ میں تلاش کرو اب کچھ نہ پوچھنا ⑶ یہ روایت نسائی میں بھی مروی ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ رات اگلی امتوں میں بھی تھی، اور اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ رات نبی ﷺ کے بعد بھی قیامت تک ہر سال آتی رہے

⑴ [صحیح ابن خزیمہ (۲۱۹۰)] شیخ عبدالرزاق مہدی فرماتے ہیں کہ اس میں ابوزبیر مدلس راوی کا عنعنہ ہے مگر اس کے شواہد موجود ہیں۔ حافظ زبیر علی زئی نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔]

⑵ [**مرسل**: مؤطا (۳۲۱/۱) بیهقی فی شعب الایمان (۳۶٦۷)] حافظ زبیر علی زئی فرماتے ہیں کہ اس کی سند انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے۔ شیخ عبدالرزاق مہدی نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔]

⑶ [**ضعیف**: مسند احمد (۱۷۱/۵) مسند بزار (۱۰۳۵)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۲۱۴۹۹)] شیخ عبدالرزاق مہدی نے بھی اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔ البتہ حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

گی، بعض شیعہ کا قول ہے کہ یہ رات بالکل اٹھ گئی' یہ قول غلط ہے ان کی غلط فہمی اس حدیث سے ہوئی ہے جس میں ہے وہ اٹھالی گئی ہے اور ممکن ہے کہ تمہارے لئے اسی میں بہتری ہو یہ حدیث پوری بھی آئے گی۔ مطلب حضور ﷺ کے اس فرمان سے یہ ہے کہ اس رات کی تعیین اور اس کا تقرر بھی اٹھ گیا نہ یہ کہ سرے سے لیلۃ القدر ہی اٹھ گئی' مندرجہ بالا حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ رات رمضان شریف میں آتی ہے کسی اور مہینہ میں نہیں' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور علماء کوفہ کا قول ہے کہ سارے سال میں ایک رات ہے اور ہر مہینہ میں اس کا ہو جانا ممکن ہے یہ حدیث اس کے خلاف ہے' سنن ابو داؤد میں باب ہے کہ اس شخص کی دلیل جو کہتا ہے لیلۃ القدر سارے رمضان میں ہے۔ پھر حدیث لائے ہیں کہ حضور ﷺ سے لیلۃ القدر کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ سارے رمضان میں ہے (۱) اس کی سند کے کل راوی ثقہ ہیں' یہ موقوف بھی مروی ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے ایک روایت میں ہے کہ رمضان المبارک کے سارے مہینہ میں اس رات کا ہونا ممکن ہے غزالی نے اسی کو نقل کیا ہے لیکن رافعی اسے بالکل غریب بتلاتے ہیں۔

فصل: ابو زرین تو فرماتے ہیں کہ رمضان کی پہلی رات ہی لیلۃ القدر ہے۔ امام شافعی محمد بن ادریس رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ یہ سترہویں شب ہے۔ ابو داؤد میں اس مضمون کی ایک حدیث مرفوع مروی ہے (۲) اور حضرت ابن مسعود' حضرت زید بن ارقم اور حضرت عثمان بن العاص رضی اللہ عنہم سے موقوف بھی مروی ہے۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کا مذہب بھی یہی نقل کیا گیا ہے۔ اس کی ایک دلیل یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ رمضان المبارک کی یہی سترہویں رات شب جمعہ تھی اور یہی رات بدر کی رات تھی اور سترہویں تاریخ کو جنگ بدر واقع ہوئی تھی جس دن کو قرآن نے یوم الفرقان کہا ہے' اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انیسویں رات لیلۃ القدر ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اکیسویں رات ہے' حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رمضان شریف کے پہلے دس دن کا اعتکاف کیا ہم بھی آپ کے ساتھ ہی اعتکاف میں بیٹھے' پھر آپ کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور فرمایا کہ جسے آپ ڈھونڈتے ہیں وہ تو آپ کے آگے ہے پھر آپ نے دس سے بیس تک کا اعتکاف کیا اور ہم نے بھی۔ پھر جبرئیل علیہ السلام آئے اور یہی فرمایا کہ جسے آپ ڈھونڈتے ہیں وہ تو ابھی بھی آگے ہے یعنی لیلۃ القدر۔ پس رمضان کی بیسویں تاریخ کی صبح کو نبی ﷺ نے کھڑے ہو کر خطبہ فرمایا اور فرمایا کہ میرے ساتھ اعتکاف کرنے والوں کو چاہئے کہ وہ پھر اعتکاف میں بیٹھ جائیں میں نے لیلۃ القدر دیکھ لی لیکن میں بھول گیا۔ لیلۃ القدر آخری عشرے کی طاق راتوں میں ہے میں نے دیکھا ہے کہ گویا میں کیچڑ میں سجدہ کر رہا ہوں۔ راوی

---

(۱) [ضعیف والصحیح موقوف: ابو داؤد: کتاب شهر رمضان: باب من قال هی فی کل رمضان (۱۳۸۷)] شیخ البانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ روایت ضعیف ہے البتہ موقوفاً صحیح ہے۔ [صحیح ابو داود]

(۲) [ضعیف: ابو داؤد: کتاب شهر رمضان: باب من روی انها لیلة سبع عشرة (۱۳۸٤)] شیخ البانیؒ اسے ضعیف کہتے ہیں۔ [ضعیف ابو داود] شیخ عبدالرزاق مہدی فرماتے ہیں کہ یہ موقوفاً صحیح ہے۔]

حدیث فرماتے ہیں کہ مسجد نبوی کی چھت صرف کھجور کے پتوں کی تھی آسمان پر اس وقت ابر کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا بھی نہ تھا پھر ابر اٹھا اور بارش ہوئی اور نبی ﷺ کا خواب سچا ہوا اور میں نے خود دیکھا کہ نماز کے بعد آپ کی پیشانی پر تر مٹی لگی ہوئی تھی اسی روایت کے ایک طریق میں ہے کہ یہ اکیسویں رات کا واقعہ ہے (۱) یہ حدیث صحیح بخاری، صحیح مسلم دونوں میں ہے، امام شافعی ؒ فرماتے ہیں تمام روایتوں میں سب سے زیادہ صحیح یہی حدیث ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ لیلۃ القدر رمضان شریف کی تئیسویں رات ہے اس کی دلیل حضرت عبداللہ بن انیس کی صحیح مسلم والی ایسی ہی ایک روایت ہے واللہ اعلم۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ چوبیسویں رات ہے، ابوداؤد طیالسی میں ہے رسول ﷺ فرماتے ہیں لیلۃ القدر چوبیسویں شب ہے (۲) اس کی سند بھی صحیح ہے، مسند احمد میں بھی یہ روایت ہے (۳) لیکن اس کی سند میں ابن لہیعہ ہیں جو ضعیف ہیں، بخاری میں حضرت بلال ؓ سے جو رسول اللہ ﷺ کے موذن ہیں، مروی ہے کہ یہ پہلی ساتویں ہے آخری دس میں سے، یہ موقوف روایت ہی صحیح ہے۔ واللہ اعلم۔ حضرت ابن مسعود، ابن عباس، جابر ؓ حسن، قتادہ، عبداللہ بن وہب ؒ بھی فرماتے ہیں کہ چوبیسویں رات لیلۃ القدر ہے، سورۂ بقرہ کی تفسیر میں حضرت واثلہ بن اسقع ؓ کی روایت کی ہوئی مرفوع حدیث بیان ہو چکی ہے کہ قرآن کریم رمضان شریف کی چوبیسویں رات کو اترا، بعض کہتے ہیں پچیسویں رات لیلۃ القدر ہے، ان کی دلیل بخاری شریف کی یہ حدیث ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اسے رمضان کے آخری عشرے میں ڈھونڈو۔ نو باقی رہیں تب، سات باقی رہیں تب، پانچ باقی رہیں تب۔ (۴) اکثر محدثین نے اس کا یہی مطلب بیان کیا ہے کہ اس سے مراد طاق راتیں ہیں، یہی زیادہ ظاہر ہے اور زیادہ مشہور ہے گو بعض اوروں نے اسے جفت راتوں پر بھی محمول کیا ہے جیسے کہ صحیح مسلم شریف میں ہے کہ حضرت ابوسعید ؓ نے اسے جفت پر محمول کیا ہے، واللہ اعلم۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ستائیسویں رات ہے، اس کی دلیل صحیح مسلم شریف کی حدیث میں ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں یہ ستائیسویں رات ہے۔ (۵) مسند احمد میں ہے حضرت زر ؓ نے حضرت ابی بن کعب ؓ سے کہا کہ آپ کے بھائی حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ تو فرماتے ہیں جو شخص سال بھر راتوں کا قیام کرے گا وہ لیلۃ القدر کو پائے گا، آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرے وہ جانتے

---

(۱) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب فضل لیلة القدر: باب تحری لیلة القدر فی الوتر من العشر الاواخر (۲۰۱۸) صحیح مسلم: کتاب الصیام: باب فضل لیلة القدر والحث علی طلبها (۱۱۶۵) ابو داؤد: کتاب شهر رمضان (۱۳۸۲) مسند احمد (۷/۳)]

(۲) [مسند طیالسی (۲۱۶۷)] حافظ زبیر علی زئی نے اسے حسن کہا ہے اور شیخ عبدالرزاق مہدی فرماتے ہیں کہ اس کی سند مسلم کی شرط پر ہے۔]

(۳) [ضعیف: مسند احمد (۱۲/۶)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند ابن لہیعہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ [الموسوعة الحدیثیة (۲۳۸۹۰)]

(۴) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب فضل لیلة القدر: باب تحری لیلة القدر فی الوتر (۲۰۲۱)]

(۵) [صحیح: صحیح مسلم: کتاب صلاة المسافرین: باب الندب الاکید الی قیام لیلة القدر (۷۶۲)]

ہیں کہ یہ رات رمضان میں ہی ہے یہ ستائیسویں رات رمضان کی ہے پھر اس بات پر حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی میں نے پوچھا آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا؟ جواب دیا کہ ان نشانیوں کو دیکھنے سے جو ہم بتائے گئے ہیں کہ اس دن سورج شعاعوں بغیر نکلتا ہے۔ [1] اور روایت میں ہے کہ حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے کہا اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ یہ رات رمضان میں ہی ہے آپ نے اس پر انشاء اللہ بھی نہیں فرمایا اور پختہ قسم کھالی پھر فرمایا مجھے خوب معلوم ہے کہ وہ کونسی رات ہے جس میں قیام کرنے کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے۔ یہ ستائیسویں رات ہے اس کی نشانی یہ ہے کہ اس کی صبح کو سورج سفید رنگ نکلتا ہے اور تیزی زیادہ نہیں ہوتی۔ [2] حضرت معاویہ' حضرت ابن عمر' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم وغیرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ رات ستائیسویں رات ہے' سلف کی ایک جماعت نے بھی یہی کہا ہے اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا مختار مسلک بھی یہی ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے ایک روایت اسی قول کی منقول ہے۔ بعض سلف نے قرآن کریم کے الفاظ سے بھی اس کے ثبوت کا حوالہ دیا ہے اس طرح کہ ”ھــی“ اس سورت میں ستائیسواں کلمہ ہے اور اس کے معنی ہیں ”یہ“ فاللہ اعلم' طبرانی میں ہے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جمع کیا اور ان سے لیلۃ القدر کی بابت سوال کیا' تو سب کا اجماع اس امر پر ہوا کہ یہ رمضان کے آخری عشرہ میں ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس وقت فرمایا کہ میں تو یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ کونسی رات ہے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا پھر کہو وہ کونسی رات ہے؟ فرمایا اس آخری عشرے میں سات گزرنے پر یا سات باقی رہنے پر' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا یہ کیسے معلوم ہوا؟ تو جواب دیا کہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے آسمان بھی سات پیدا کئے' اور زمینیں بھی سات بنائیں۔ مہینہ بھی ہفتوں پر ہے' انسان کی پیدائش بھی سات پر ہے' کھانا بھی سات ہے' سجدہ بھی سات پر ہے' طواف بیت اللہ کی تعداد بھی سات کی ہے' رمی جمار کی کنکریاں بھی سات ہیں اور اسی طرح کی سات کی گنتی بہت سی چیزیں اور بھی بہت گنوادیں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہاری سمجھ وہاں پہنچی جہاں تک ہمارے خیالات کی رسائی نہ ہوسکی' یہ جو فرمایا سات ہی کھانا ہے اس سے قرآن کریم کی آیتیں ﴿فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا وَّعِنَبًا﴾ الخ مراد ہیں جن میں سات چیزوں کا ذکر ہے جو کھائی جاتی ہیں' اس کی سند بھی جید اور قوی ہے۔ [3] کہ انتیسویں رات ہے۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے سوال کے جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اسے آخری عشرے میں ڈھونڈو۔ طاق راتوں میں' اکیس میں' تئیس' پچیس' ستائیس اور انتیس یا آخری رات۔ [4] مسند احمد میں ہے کہ لیلۃ القدر ستائیسویں رات ہے' یا انتیسویں۔ اس رات فرشتے زمین پر سنگریزوں کی گنتی سے بھی زیادہ

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الصیام : باب فضل لیلة القدر والحث علی طلبها (٧٦٢۔ ٢٢١)]

[2] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الصیام : باب فضل لیلة القدر والحث علی طلبها (٧٦٢۔ ٢٢٠) ابو داؤد : کتاب شهر رمضان : باب فی لیلة القدر (١٣٧٨)]

[3] [سورة عبس : آیت ٢٧]

[4] [حسن دون الجملة : مسند احمد (٣١٨/٥)] شیخ شعیب ارناؤوط ان الفاظ ﴿أو فی آخر لیلة﴾ کے علاوہ اسے حسن کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (٢٢٧٤١)]

ہوتے ہیں ① اس کی سند بھی اچھی ہے' ایک قول یہ بھی ہے کہ آخری رات لیلۃ القدر ہے کیونکہ ابھی جو حدیث گزری اس میں ہے۔ اور ترمذی اور نسائی میں بھی ہے کہ جب نو باقی رہ جائیں یا پانچ یا تین یا آخری رات یعنی ان راتوں میں لیلۃ القدر کی تلاش کرو' امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن صحیح کہتے ہیں۔ مسند میں ہے یہ آخری رات ہے۔ ②

فصل: حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان مختلف احادیث میں تطبیق یوں ہو سکتی ہے کہ یہ سوالوں کا جواب ہے کسی نے کہا حضرت ہم اسے فلاں رات میں تلاش کریں تو آپ نے فرمادیا ہاں۔ حقیقت یہ ہے کہ لیلۃ القدر مقرر ہے اور اس میں تبدیلی نہیں ہوتی' امام ترمذی نے امام شافعی رحمہ اللہ کا اسی معنی کا قول نقل کیا ہے' ابوقلابہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آخری عشرے کی راتوں میں یہ پھیر بدل ہوا کرتی ہے۔ امام مالک' امام ثوری' امام احمد بن حنبل' امام اسحاق بن راہویہ' ابوثور مزنی' ابوبکر بن خزیمہ رحمہم اللہ وغیرہ نے بھی یہی فرمایا ہے' امام شافعی رحمہ اللہ سے بھی قاضی نے یہی نقل کیا ہے اور یہی ٹھیک بھی ہے' واللہ اعلم۔ اسی قول کی تھوڑی بہت تائید بخاری و مسلم کی اس حدیث میں بھی ہوتی ہے کہ چند اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں لیلۃ القدر رمضان کی سات پچھلی راتوں میں دکھائے گئے آپ نے فرمایا میں دیکھتا ہوں کہ تمہارے خواب اس بارے میں موافق ہیں' ہر طلب کرنے والے کو چاہئے کہ لیلۃ القدر کو ان سات آخری راتوں میں تلاش کرے۔ ③ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی بخاری و مسلم میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں شب قدر کی جستجو کرو۔ ④ امام شافعی رحمہ اللہ کے اس فرمان پر کہ لیلۃ القدر ہر رمضان ایک معین رات ہے اور اس کا ہیر پھیر نہیں ہوتا یہ حدیث دلیل بن سکتی ہے جو صحیح بخاری میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں لیلۃ القدر کی خبر دینے کیلئے (کہ فلاں رات لیلۃ القدر ہے) نکلے۔ دو مسلمان آپس میں جھگڑ رہے تھے تو آپ نے فرمایا کہ تمہیں لیلۃ القدر کی خبر دینے کیلئے آیا تھا لیکن فلاں فلاں کی لڑائی کی وجہ سے یہ اٹھالی گئی اور ممکن ہے کہ اسی میں تمہاری بہتری ہو' اب اسے نویں ساتویں اور پانچویں میں ڈھونڈو ⑤ وجہ دلالت یہ ہے کہ اگر اس کا تعین ہمیشہ کیلئے ہوتا تو ہر سال کی

---

① [حسن : مسند احمد (۲/۵۱۹)] حافظ بوصیریؒ اسے حسن کہتے ہیں۔[اتحاف الخیرة المهرة (۲۳۶۸)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند تحسین کا احتمال رکھتی ہے۔[الموسوعة الحدیثیة (۱۰۷۳۴)]

② [حسن صحیح : ترمذی : کتاب الصوم : باب ما جآء فی لیلة القدر (۷۹٤) مسند احمد (۳٦/۵) مستدرك حاکم (۱/٤۳۸)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ترمذی] شیخ عبدالرزاق مہدی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

③ [صحیح : صحیح بخاری : کتاب فضل لیلة القدر : باب التماس لیلة القدر فی السبع الاواخر (۲۰۱۵) صحیح مسلم : کتاب الصیام : باب فضل لیلة القدر والحث علی طلبها (۱۱٦۵)]

④ [صحیح : صحیح بخاری : کتاب فضل لیلة القدر : باب تحری لیلة القدر (۲۰۲۰) صحیح مسلم : کتاب الصیام : باب فضل لیلة القدر والحث علی طلبها (۱۱٦۹)]

⑤ [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الصوم : باب رفع معرفة لیلة القدر لتلاحی الناس (۲۰۲۳) مسند احمد (۵/۳۱۳)]

لیلۃ القدر کا علم حاصل نہ ہوتا اگر لیلۃ القدر کا تغیر وتبدل ہوتا رہتا تو صرف اس سال کیلئے تو معلوم ہو جاتا کہ فلاں رات ہے لیکن اور برسوں کیلئے تعین نہ ہوتی' ہاں یہ ایک جواب اس کا ہو سکتا ہے کہ آپ صرف اسی سال کی اس مبارک رات کی خبر دینے کیلئے تشریف لائے تھے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ لڑائی جھگڑا خیر و برکت اور نفع دینے والے علم کو غارت کر دیتا ہے۔ ایک اور صحیح حدیث میں ہے کہ بندہ اپنے گناہ کے باعث اللہ کی روزی سے محروم رکھ دیا جاتا ہے۔ (۱) یہ یاد رہے کہ اس حدیث میں جو آپ نے فرمایا کہ وہ اٹھالی گئی اس سے مراد اس کے تعین کے علم کا اٹھا لیا جانا ہے نہ یہ کہ بالکل لیلۃ القدر ہی دنیا سے اٹھالی گئی جیسے کہ جاہل شیعہ کا قول ہے۔ اس پر بڑی دلیل یہ ہے کہ اس لفظ کے بعد ہی یہ ہے کہ آپ نے فرمایا اسے نویں' ساتویں اور پانچویں میں ڈھونڈو۔ آپ کا یہ فرمان کہ ممکن ہے اسی میں تمہاری بہتری ہو یعنی اس کی مقررہ تعیین کا علم نہ ہونے میں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب یہ مبہم ہے تو اس کا ڈھونڈنے والا جن جن راتوں میں اس کا ہونا ممکن دیکھے گا ان تمام راتوں میں کوشش وخلوص کے ساتھ عبادت میں لگا رہے گا بخلاف اس کے کہ معلوم ہو جائے کہ فلاں رات ہی ہے تو وہ صرف اسی رات کی عبادت کرے گا کیونکہ ہمتیں پست ہیں اس لئے حکمت حکیم کا تقاضا یہی ہوا کہ اس رات کے تعیّن کی خبر نہ دی جائے تاکہ اس رات کے پالینے کے شوق میں اس مبارک مہینہ میں جی لگا کر اور دل کھول کر بندے اپنے معبود برحق کی بندگی کریں اور آخری عشرے میں تو پوری کوشش اور خلوص کے ساتھ عبادتوں میں مشغول رہیں۔ اسی لئے خود حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ بھی اپنے انتقال تک رمضان شریف کے آخری عشرے کا اعتکاف کرتے رہے اور آپ کے بعد آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے اعتکاف کیا۔ یہ حدیث بخاری مسلم دونوں میں ہے۔ (۲) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ رمضان شریف کے آخری عشرے کا اعتکاف کیا کرتے تھے۔ (۳) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آخری دس راتیں رمضان شریف کی رہ جاتیں تو اللہ کے رسول ﷺ ساری رات جاگتے اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے اور کمر کس لیتے (بخاری ومسلم) (۴) مسلم شریف میں ہے کہ حضور ﷺ ان دنوں میں جس محنت کے ساتھ عبادت کرتے اتنی محنت سے عبادت آپ کی اور دنوں میں نہیں ہوتی تھی (۵) یہی معنی ہیں اوپر والی حدیث

---

(۱) [حسن دون الجملۃ : ابن ماجہ : کتاب الفتن : باب العقوبات (۴۰۲۲)] شیخ البانی ؒ فرماتے ہیں کہ یہ روایت ﴿ وان الرجل ﴾ کے علاوہ حسن ہے۔[صحیح ابن ماجہ] جبکہ حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

(۲) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الاعتکاف : باب الاعتکاف فی العشر الاواخر (۲۰۲۶) صحیح مسلم : کتاب الاعتکاف : باب اعتکاف العشر الاواخر فی رمضان (۱۱۷۲) مسند احمد (۶/۱۶۷)]

(۳) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الاعتکاف : باب الاعتکاف فی العشر الاواخر (۲۰۲۵) صحیح مسلم : کتاب الاعتکاف : باب اعتکاف العشر الاواخر فی رمضان (۱۱۷۱)]

(۴) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب فضل لیلۃ القدر : باب العمل فی العشر الاواخر من رمضان (۲۰۲۴) صحیح مسلم : کتاب الاعتکاف : باب الجتهاد فی العشر الاواخر من شهر رمضان (۱۱۷۴)]

(۵) [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الاعتکاف : باب الجتهاد فی العشر الاواخر من شهر رمضان (۱۱۷۵)]

کے اس جملہ کے کہ آپ تہبند مضبوط باندھ لیا کرتے یعنی کمر کس لیا کرتے یعنی عبادت میں پوری کوشش کرتے، گو اس کے یہ معنی بھی کئے گئے ہیں کہ آپ بیویوں سے نہ ملتے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دونوں ہی باتیں مراد ہوں یعنی بیویوں سے ملنا بھی ترک کردیتے تھے اور عبادت کی مشغولی میں بھی کمر باندھ لیا کرتے تھے چنانچہ مسند احمد کی حدیث کے یہ الفاظ ہیں کہ جب رمضان کا آخری عشرہ باقی رہ جاتا تو آپ تہبند مضبوط باندھ لیتے اور عورتوں سے الگ رہتے [1] امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رمضان کی آخری دس راتوں میں لیلۃ القدر کی یکساں جستجو کرے کسی ایک رات کو دوسری رات پر ترجیح نہ دے (شرح رافعی) یہ بھی یاد رہے کہ یوں تو ہر وقت دعا کی کثرت مستحب ہے لیکن رمضان میں اور زیادتی کرے اور خصوصاً آخری عشرے میں اور بالخصوص طاق راتوں میں اس دعا کو بکثرت پڑھے۔ ﴿اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ﴾ اللہ تو درگزر کرنے والا اور درگزر کو پسند فرمانے والا ہے مجھ سے بھی درگزر فرما۔ [2]

مسند احمد میں ہے کہ حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اگر مجھے لیلۃ القدر مل جائے تو میں کیا دعا پڑھوں؟ آپ نے یہی دعا بتائی۔ یہ حدیث ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ میں بھی ہے۔ [3] امام ترمذی اسے حسن صحیح کہتے ہیں، مستدرک حاکم میں بھی یہ مروی ہے اور امام حاکم اسے شرط بخاری و مسلم پر صحیح بتاتے ہیں۔ ایک عجیب و غریب اثر جس کا تعلق لیلۃ القدر سے ہے۔ امام ابومحمد بن ابوحاتم رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں اس سورت کی تفسیر میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے اس روایت کے ساتھ وارد کیا ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ جو ساتویں آسمان کی حد پر جنت سے متصل ہے جو دنیا اور آخرت کے فاصلے پر ہے اس کی بلندی میں جنت ہے اس کی شاخیں اور ڈالیاں کرسی تلے ہیں اس میں اس قدر فرشتے ہیں جن کی گنتی اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا اس کی ہر ایک شاخ پر بے شمار فرشتے ہیں ایک بال برابر بھی جگہ ایسی نہیں جو فرشتوں سے خالی ہو اس درخت کے بیچوں بیچ حضرت جبرائیل علیہ السلام کا مقام ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو آواز دی جاتی ہے کہ اے جبرائیل! لیلۃ القدر میں اس درخت کے تمام فرشتوں کو لے کر زمین پر جاؤ یہ کل کے کل فرشتے رأفت و رحمت والے ہیں جن کے دلوں میں ہر ہر مومن کیلئے رحم کے جذبات موجزن ہیں، سورج غروب ہوتے ہی یہ کل کے کل فرشتے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ لیلۃ القدر میں اترتے ہیں تمام روئے زمین پر پھیل جاتے ہیں ہر ہر جگہ سجدے میں قیام میں مشغول ہوجاتے ہیں اور تمام مومن مردوں اور مومن عورتوں کیلئے دعائیں مانگتے رہتے ہیں۔ ہاں گرجا گھر میں، مندر میں، آتش کدے میں، بت

---

[1] [صحیح دون الجملة : مسند احمد (٦/٦٧)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ ان الفاظ ﴿واعتزل اهله﴾ کے علاوہ یہ حدیث صحیح ہے۔[الموسوعة الحديثية (٢٤٣٧٧)]

[2] [صحیح : مسند احمد (٦/١٨٣)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (٢٤٢١٥)]

[3] [صحیح : ابن ماجه : كتاب الدعاء : باب الدعاء بالعفو والعافية (٣٨٥٠) ترمذی (٣٥١٣) مستدرك حاكم (١/٥٣٠)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحيح ابن ماجه]

خانے میں غرض اللہ کے سوا اوروں کی جہاں پرستش ہوتی ہے وہاں تو یہ فرشتے نہیں جاتے اور ان جگہوں میں بھی جن میں تم گندی چیزیں ڈالتے ہو اور اس گھر میں بھی جہاں نشے والا شخص ہو یا نشہ والی چیز ہو یا جس گھر میں کوئی بت گڑا ہوا ہو جس گھر میں باجے گاجے گھنٹیاں ہوں یا مجسمہ ہو یا کوڑا کرکٹ ڈالنے کی جگہ ہو وہاں تو یہ رحمت کے فرشتے جاتے نہیں باقی چپے چپے پر گھوم جاتے ہیں اور ساری رات مومن مردوں' عورتوں کے لئے دعائیں مانگنے میں گزارتے ہیں' حضرت جبرائیل علیہ السلام تمام مومنوں سے مصافحہ کرتے ہیں اس کی نشانی یہ ہے کہ روئیں جسم پر کھڑے ہو جائیں دل نرم پڑ جائیں آنکھیں بہہ نکلیں' اس وقت آدمی کو سمجھ لینا چاہئے کہ اس وقت میرا ہاتھ جبرائیل علیہ السلام کے ہاتھ میں ہے' حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو شخص اس رات میں تین مرتبہ لا الہ الا اللہ پڑھے اس کی پہلی مرتبہ کے پڑھنے پر گناہوں کی بخشش ہو جاتی ہے دوسری مرتبہ کے کہنے پر آگ سے نجات مل جاتی ہے تیسری مرتبہ کے کہنے پر جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔ راوی نے پوچھا کہ اے ابو اسحاق! جو اس کلمہ کو سچائی سے کہے اس کے؟ فرمایا یہ تو نکلے گا ہی اس کے منہ سے جو سچائی سے اس کا کہنے والا ہو اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ لیلۃ القدر کافر و منافق پر تو اتنی بھاری پڑتی ہے کہ گویا کہ اس کی پیٹھ پر پہاڑ آ پڑا۔ غرض فجر ہونے تک فرشتے اسی طرح رہتے ہیں پھر سب سے پہلے حضرت جبرائیل علیہ السلام چڑھتے ہیں اور اونچے چڑھ کر اپنے پروں کو پھیلا دیتے ہیں بالخصوص ان دو سبز پروں کو جنہیں اس رات کے سوا وہ کبھی نہیں پھیلاتے۔ یہی وجہ ہے کہ سورج کی تیزی ماند پڑ جاتی ہے اور شعائیں جاتی رہتی ہیں پھر ایک ایک فرشتے کو پکارتے ہیں اور سب کے سب اوپر چڑھتے ہیں' پس فرشتوں کا نور اور جبرائیل علیہ السلام کے پروں کا نور مل کر سورج کو ماند کر دیتا ہے اس دن سورج متحیر رہ جاتا ہے حضرت جبرائیل علیہ السلام اور یہ سارے کے سارے بے شمار فرشتے اس دن آسمان و زمین کے درمیان مومن مردوں اور مومن عورتوں کیلئے رحمت کی دعائیں مانگنے میں اور ان کے گناہوں کی بخشش طلب کرنے میں گزار دیتے ہیں' نیک نیتی کے ساتھ روزے رکھنے والوں کیلئے اور ان لوگوں کیلئے بھی جن کا یہ خیال رہا کہ اگلے سال بھی اگر اللہ نے زندگی رکھی تو رمضان کے روزے عمدگی کے ساتھ پورے کریں گے' یہی دعائیں مانگتے رہتے ہیں' شام کو دنیا کے آسمان پر چڑھ جاتے ہیں وہاں کے تمام فرشتے حلقے باندھ باندھ کر ان کے پاس جمع ہو جاتے ہیں اور ایک ایک مرد اور ایک ایک عورت کے بارے میں ان سے سوال کرتے ہیں اور یہ جواب دیتے ہیں یہاں تک کہ وہ پوچھتے ہیں کہ فلاں فلاں شخص کو اس سال تم نے کس حالت میں پایا؟ تو یہ کہتے ہیں کہ گزشتہ سال تو ہم نے اسے عبادتوں میں پایا تھا لیکن اس سال تو بدعتوں میں مبتلا تھا اور فلاں شخص گزشتہ سال بدعتوں میں مبتلا تھا لیکن اس سال ہم نے اسے سنت کے مطابق عبادتوں میں پایا پس یہ فرشتے اس پہلے شخص کے لئے بخشش کی دعائیں مانگنی موقوف کر دیتے ہیں اور اس دوسرے شخص کے لئے شروع کر دیتے ہیں' اور یہ فرشتے انہیں سناتے ہیں کہ فلاں فلاں کو ہم نے ذکر اللہ میں پایا اور فلاں کو رکوع میں اور فلاں کو سجدے میں اور فلاں کو کتاب اللہ کی تلاوت میں' غرض ایک رات دن یہاں گزار کر دوسرے آسمان پر جاتے ہیں یہاں بھی یہی ہوتا ہے یہاں تک کہ سدرۃ المنتہیٰ میں اپنی اپنی جگہ پہنچ جاتے ہیں اس

وقت سدرۃ المنتہیٰ ان سے پوچھتا ہے کہ مجھ میں بسنے والو! میرا بھی تم پر حق ہے میں بھی ان سے محبت رکھتا ہوں جو اللہ سے محبت رکھیں ذرا مجھے بھی تو لوگوں کی حالت کی خبر دو اور ان کے نام بتاؤ' حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اب فرشتے اس کے سامنے گنتی کر کے اور ایک ایک مرد وعورت کا مع ولدیت کے نام بتاتے ہیں پھر جنت سدرۃ المنتہیٰ کی طرف متوجہ ہو کر پوچھتی ہے کہ تجھ میں رہنے والے فرشتوں نے جو خبریں تجھے دی ہیں مجھ سے بھی تو بیان کر چنانچہ سدرہ اس سے ذکر کرتا ہے یہ سن کر وہ کہتی ہے اللہ کی رحمت ہو فلاں مرد پر فلاں عورت پر اللہ انہیں جلدی مجھ سے ملا' جبرائیل علیہ السلام سب سے پہلے اپنی جگہ پہنچ جاتے ہیں انہیں الہام ہوتا ہے اور یہ عرض کرتے ہیں پروردگار! میں نے تیرے فلاں فلاں بندوں کو سجدے میں پایا تو انہیں بخش اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے انہیں بخشا حضرت جبرائیل علیہ السلام اسے عرش کے اٹھانے والے فرشتوں کو سناتے ہیں پھر سب کہتے ہیں فلاں فلاں مرد وعورت پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوئی اور مغفرت ہوئی' پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام خبر دیتے ہیں کہ باری تعالیٰ! فلاں شخص کو گزشتہ سال تو عامل سنت اور عابد چھوڑا لیکن اس سال تو بدعتوں میں گر گیا ہے اور تیرے احکام سے روگردانی کر لی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے جبرائیل! اگر یہ مرنے سے تین ساعت پہلے بھی توبہ کر لے گا تو میں اسے بخش دوں گا اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام بے ساختہ کہہ اٹھتے ہیں اللہ تیرے ہی لئے سب تعریفیں سزاوار ہیں الٰہی تو اپنی مخلوق پر سب سے زیادہ مہربان ہے بندوں پر تیری مہربانی خود ان کی مہربانی سے بھی بڑھی ہوئی ہے اس وقت عرش اور اس کے آس پاس کی چیزیں' پردے اور تمام آسمان جنبش میں آ جاتے ہیں اور کہہ اٹھتے ہیں "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الرَّحِيْمِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الرَّحِيْمِ" حضرت کعب رضی اللہ عنہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ جو شخص رمضان شریف کے روزے پورے کرے اور اس کی نیت یہ ہو کہ رمضان کے بعد بھی میں گناہوں سے بچتا رہوں گا وہ بغیر سوال وجواب کے اور بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہوگا[1] سورۂ لیلۃ القدر کی تفسیر الحمد للہ ختم ہوئی۔

تفسیر سورۃ البینۃ

قرآن کریم اور سات قراءات: جب یہ سورت اتری تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ اللہ کا آپ کو حکم ہوا ہے کہ یہ سورت حضرت ابی رضی اللہ عنہ کو سناؤ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے یہ ذکر کیا تو حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا یارسول اللہ! کیا وہاں میرا ذکر کیا گیا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں ہاں' تو حضرت ابی رضی اللہ عنہ رو پڑے' مسند احمد۔[2] مسند ہی کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے پوچھا تھا یارسول اللہ! کیا اللہ نے میرا

---

[1] [شیخ عبدالرزاق مہدی فرماتے ہیں کہ یہ کعب احبار کا کلام ہے اور اس نے یہ بنی اسرائیل سے اخذ کیا ہے، لہٰذا اس میں کوئی دلیل نہیں۔]

[2] [صحیح لغیرہ: مسند احمد (٣/٤٨٩)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (١٥٤٢٧)]

نام لیا ہے؟ یہ حدیث بخاری و مسلم' ترمذی اور نسائی میں بھی ہے۔ ①

مسند احمد کی اور روایت میں ہے کہ جس وقت حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے جب یہ واقعہ بیان کیا اس وقت حضرت عبدالرحمٰن بن ابزیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پھر تو تم اے ابو منذر بہت ہی خوش ہوئے ہو گے کہا ہاں خوش کیوں نہ ہوتا اللہ خود فرماتا ہے ﴿قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ﴾ ② یعنی کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت کے ساتھ لوگ خوش ہوا کریں' یہ ان کے جمع کئے ہوئے سے بہت ہی بہتر ہے ③ اور حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سورت حضرت ابی رضی اللہ عنہ کے سامنے پڑھی اس میں یہ آیت بھی تھی ﴿لَوْ اَنَّ ابْنَ اٰدَمَ سَاَلَ وَادِيًا مِّنْ مَّالٍ فَاَعْطِيَهٗ لَسَاَلَ ثَانِيًا وَلَوْ سَاَلَ ثَانِيًا فَاَعْطِيَهٗ لَسَاَلَ ثَالِثًا وَلَا يَمْلَاُ جَوْفَ ابْنِ اٰدَمَ اِلَّا التُّرَابُ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ تَابَ وَاِنَّ ذَاتَ الدِّيْنِ عِنْدَ اللّٰهِ الْحَنِيْفِيَّةُ غَيْرَ الْمُشْرِكَةِ وَلَا الْيَهُوْدِيَّةِ وَلَا النَّصْرَانِيَّةِ وَمَنْ يَّفْعَلْ خَيْرًا فَلَنْ يُّكْفَرَهٗ﴾ ④ یعنی اگر انسان مجھ سے ایک جنگل بھر کر سونا مانگے اور میں اسے دے دوں تو پھر دوسرا مانگے گا اور دوسرے کو بھی دے دوں تو یقیناً تیسرے کی طلب کرے گا انسان کے پیٹ کو سوا مٹی کے کوئی چیز نہیں بھر سکتی' جو توبہ کرے اللہ تعالیٰ بھی اس کی توبہ قبول فرماتا ہے اللہ کے نزدیک دیندار وہ ہے جو یکطرفہ ہو کر صرف اس کی عبادت کرے نہ وہ مشرک ہو نہ یہودی ہو' نہ نصرانی ہو جو شخص بھی کوئی نیک کام کرے اللہ کے ہاں اس کی ناقدری نہ کی جائے گی۔ (مسند احمد) ترمذی میں بھی یہ روایت ہے اور اسے امام ترمذی رحمہ اللہ نے حسن صحیح کہا ہے' طبرانی میں ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ میں تمہارے سامنے قرآن پڑھوں تو حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت! میں اللہ پر ایمان لایا آپ کے ہاتھ پر اسلام لایا آپ ہی سے علم دین حاصل کیا' آپ نے پھر یہی فرمایا اس پر حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میرا وہاں ذکر کیا گیا؟ آپ نے فرمایا تیرے نام اور نسب کے ساتھ ﴿مَلَاُ الْاَعْلٰى﴾ میں تیرا ذکر ہوا۔ حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اچھا پھر پڑھیئے ⑤ یہ روایت اس طریقہ سے غریب ہے اور ثابت وہ ہے جو پہلے بیان ہوا۔ یہ یاد رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس سورت کو حضرت ابی کے سامنے پڑھنا یہ ان کی ثابت قدمی اور ان کے ایمان کی زیادتی کیلئے تھا۔ مسند احمد' نسائی' ابو

---

① [صحیح : صحیح بخاری : کتاب مناقب الانصار : باب مناقب ابی بن کعب (۳۸۰۹)، (۴۹۵۹)
صحیح مسلم : کتاب صلاۃ المسافرین : باب استحباب قراءۃ القرآن علی اھل الفضل (۷۹۹)]

② [سورۃ یونس : آیت ۵۸]

③ [صحیح : مسند احمد (۱۲۳/۵)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے البتہ یہ سند ضعیف ہے۔ [الموسوعۃ الحدیثیۃ (۲۱۱۳۷)]

④ [حسن : مسند احمد (۱۳۲/۵) ترمذی : کتاب المناقب : باب من فضائل ابی بن کعب (۳۸۹۸)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے حسن کہا ہے۔ [صحیح ترمذی، السلسلۃ الصحیحہ (۲۹۰۸)] شیخ عبدالرزاق مہدی بھی اسے حسن کہتے ہیں۔]

⑤ [ضعیف : طبرانی اوسط (۴۴۷)] اس کی سند میں محمد بن معاذ راوی مجہول ہے۔]

داؤد اور مسلم میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت سن کر حضرت ابی رضی اللہ عنہ بگڑ بیٹھے تھے کیونکہ انہوں نے جس طرح اس سورت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا تھا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اسی طرح نہیں پڑھا تھا تو غصے میں آ کر انہیں لے کر خدمت نبوی میں حاضر ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے قرآن سنا اس نے اپنے طریقے پر اس نے اپنے طور پر پڑھا آپ نے فرمایا دونوں نے درست پڑھا۔ حضرت ابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں تو اس قدر شک وشبہ میں پڑ گیا کہ جاہلیت کے زمانہ کا شک سامنے آ گیا آپ نے یہ حالت دیکھ کر میرے سینے پر اپنا ہاتھ رکھ دیا جس سے میں پسینہ پسینہ ہو گیا اور اس قدر مجھ پر خوف طاری ہوا کہ گویا میں اللہ تعالیٰ کو اپنے سامنے دیکھ رہا ہوں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سن! جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور فرمایا اللہ کا حکم ہے کہ قرآن ایک ہی قراءت پر اپنی امت کو پڑھاؤ' میں نے کہا میں اللہ تعالیٰ سے عفو ودرگزر اور بخشش ومغفرت چاہتا ہوں پھر مجھے دو طرح کی قراءتوں کی اجازت ہوئی لیکن میں پھر بھی زیادہ طلب کرتا رہا یہاں تک کہ سات قراءتوں کی اجازت ملی۔ [1] یہ حدیث بہت سی سندوں اور مختلف الفاظ سے تفسیر کے شروع میں پوری طرح بیان ہو چکی ہے' اب جبکہ یہ مبارک سورت نازل ہوئی اور اس میں آیت ﴿رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۝ فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ﴾ بھی نازل ہوئی تھی اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ بطور پہنچا دینے کے اور ثابت قدمی عطا فرمانے کے اور آگاہ کرنے کے پڑھ کر حضرت ابی رضی اللہ عنہ کو سنا دیں کسی کو یہ خیال نہ رہے کہ بطور سیکھنے کے اور یاد رہنے کے آپ نے یہ سورت ان کے پاس تلاوت کی تھی۔ واللہ اعلم۔ پس جس طرح آپ نے حضرت ابی رضی اللہ عنہ کے اس دن کے شک وشبہ کے دفع کرنے کیلئے جو انہیں مختلف قراءت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جائز رکھنے پر پیدا ہوا تھا ان کے سامنے یہ سورت تلاوت کر کے سنائی' ٹھیک اسی طرح حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ انہوں نے بھی حدیبیہ والے سال صلح کے معاملہ پر اپنی ناراضگی ظاہر کرتے ہوئے بہت سے سوالات حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کئے تھے جن میں ایک یہ بھی تھا کہ کیا آپ نے ہمیں یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم بیت اللہ شریف جائیں گے اور طواف کریں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں یہ تو ضرور کہا تھا لیکن یہ تو نہیں کہا تھا کہ اسی سال یہ ہوگا یقیناً وہ وقت آ رہا ہے کہ تو وہاں پہنچے گا اور طواف کرے گا' اب حدیبیہ سے لوٹتے ہوئے سورۂ فتح نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور یہ سورت پڑھ کر سنائی جس میں یہ آیت بھی ہے ﴿لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ﴾ [2] الخ' یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب سچا کر دکھایا یقیناً تمہارا داخلہ مسجد حرام میں امن وامان کے ساتھ ہوگا' جیسے کہ پہلے اس کا بیان بھی گزر چکا ہے۔ [3] حافظ ابو نعیم اپنی کتاب اسماء صحابہ میں

---

[1] [صحیح: صحیح مسلم: كتاب صلاة المسافرين: باب بیان ان القرآن انزل علی سبعة احرف (۸۲۱-۲۸۰)]

[2] [سورہ الفتح: آیت ۲۷]

[3] [صحیح: صحیح بخاری: كتاب الشروط: باب الشروط فی الجهاد والمصالحة مع اهل الحرب (۲۷۳۱-۲۷۳۲)]

حدیث لائے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جب سورۃ "لم یکن" کی قراءت سنتا ہے تو فرماتا ہے میرے بندے خوش ہو جا مجھے اپنی عزت کی قسم میں تجھے جنت میں ایسا ٹھکانہ دوں گا کہ تو خوش ہو جائے گا۔ (1) یہ حدیث بہت ہی غریب ہے' اور روایت میں اتنی زیادتی بھی ہے کہ میں تجھے دنیا اور آخرت کے احوال میں سے کسی حال میں نہ بھولوں گا۔ (2)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝١ رَسُوْلٌ
مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۝٢ فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ۝٣ وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ
اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝٤ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ
الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ۝٥

اللہ تعالیٰ رحم وکرم کرنے والے کے نام سے شروع

اہل کتاب کے کافر اور مشرک لوگ جب تک کہ ان کے پاس ظاہر دلیل نہ آ جائے باز رہنے والے نہ تھے ○ ایک اللہ کا رسول جو پاک صحیفے پڑھے ○ جن میں صحیح اور درست احکام ہیں ○ اہل کتاب اپنے پاس ظاہر دلیل آ جانے کے بعد ہی اختلاف میں پڑ کر متفرق ہو گئے ○ انہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں اسی کے لئے دین کو خالص رکھیں ابراہیم حنیف کے دین پر اور نماز کو قائم رکھیں اور زکوۃ دیتے رہیں یہی دین درست اور مضبوط ہے ○

قرآن کریم معزز صحیفوں میں: اہل کتاب سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں اور مشرکین سے مراد بت پوجنے والے عرب اور آتش پرست عجمی ہیں۔ فرماتا ہے یہ لوگ بغیر دلیل حاصل کئے باز رہنے والے نہ تھے' پھر بتایا کہ وہ دلیل اللہ کے رسول حضرت محمد ﷺ ہیں جو پاک صحیفے یعنی قرآن کریم پڑھ سناتے ہیں۔ جو اعلیٰ فرشتوں نے پاک اوراق میں لکھا ہوا ہے۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ﴾ (3) الخ' کہ وہ نامی گرامی بلند و بالا صاف اوراق میں پاک باز نیکوکار بزرگ فرشتوں کے ہاتھوں میں لکھے ہوئے ہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ ان پاک صحیفوں میں اللہ کی لکھی ہوئی باتیں عدل و استقامت والی موجود ہیں۔ جن کے اللہ کی جانب سے ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں

---

(1) [ضعیف جدا : ابو نعیم فی معرفة الصحابة (١/٣٥٠)، (١٠٨٣) ابن حجر فی الاصابة (١/٢٣٢)] اس کی سند میں محمد بن اسماعیل راوی کو امام ابوحاتمؒ اور امام ذہبیؒ نے منکر الحدیث کہا ہے۔ [المیزان (٩٢٢٣)] اسی طرح اس میں عبداللہ بن سلمہ راوی ہے جسے امام ابوزرعہؒ نے منکر الحدیث اور ایک روایت کے مطابق متروک کہا ہے۔ [المیزان (٤٣٦٣)]

(2) [ضعیف جدا : اسد الغابة لابن الاثیر (٥/٣٢٥) الاصابة لابن حجر (٣/٥٥٨)] شیخ عبدالرزاق مہدی فرماتے ہیں کہ اس کی سند سخت ضعیف ہے۔]

(3) [سورہ عبس : آیت ١٣۔١٦]

نہ ان میں کوئی خطا اور غلطی ہوئی ہے۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ عمدگی کے ساتھ قرآنی وعظ کہتے ہیں اور اس کی اچھی تعریفیں بیان کرتے ہیں' ابن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ان صحیفوں میں کتابیں ہیں استقامت اور عدل وانصاف والی' پھر فرمایا کہ اگلی کتابوں والے اللہ کی حجتیں قائم ہو چکنے اور دلیل پانے کے بعد اللہ کے کلام کے مطالب میں اختلاف کرنے لگے اور جدا جدا راہوں میں بٹ گئے' جیسے کہ اس حدیث میں ہے جو مختلف طریقوں سے مروی ہے کہ یہودیوں کے اکہتر (۷۱) فرقے ہو گئے اور نصرانیوں کے بہتر (۷۲)' اور اس امت کے تہتر فرقے ہو جائیں گے' سوا ایک کے سب جہنم میں جائیں گے لوگوں نے پوچھا وہ ایک کون ہے؟ فرمایا وہ جو اس پر ہو جس پر میں اور میرے اصحاب ہیں (۱) پھر فرمایا کہ انہیں صرف اتنا ہی حکم تھا کہ خلوص اور اخلاص کے ساتھ صرف اپنے سچے معبود کی عبادت میں لگے رہیں جیسے اور جگہ فرمایا ﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴾ (۲) یعنی تجھ سے پہلے بھی ہم نے جتنے رسول بھیجے سب کی طرف یہی وحی کی کہ میرے سوا کوئی معبود برحق نہیں تم سب صرف میری ہی عبادت کرتے رہو اسی لئے یہاں بھی فرمایا کہ یکسو ہو کر یعنی شرک سے دور اور توحید میں مشغول ہو کر۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ﴾ (۳) یعنی ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت سے بچو۔ حنیف کی پوری تفسیر سورۂ انعام میں گزر چکی ہے جسے لوٹانے کی اب ضرورت نہیں۔

پھر فرمایا نمازوں کو قائم کریں جو کہ بدن کی تمام عبادتوں میں سب سے اعلیٰ عبادت ہے' اور زکوٰۃ دیتے رہیں یعنی فقیروں اور محتاجوں کے ساتھ سلوک کرتے رہیں' یہی دین مضبوط' سیدھا درست عدل والا اور عمدگی والا ہے۔ بہت سے ائمہ کرام نے جیسے امام زہری رحمہ اللہ امام شافعی رحمہ اللہ نے اس آیت سے اس امر پر استدلال کیا ہے کہ اعمال ایمان میں داخل ہیں کیونکہ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ کی خلوص اور یکسوئی کے ساتھ کی عبادت اور نماز و زکوٰۃ کو دین فرمایا گیا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۝ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰۗىِٕكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۝ۭ جَزَاۗؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ۝ۧ

ع ۲۲

بے شک جو لوگ اہل کتاب اور مشرکین میں سے کافر ہوئے وہ دوزخ کی آگ میں جائیں گے جہاں ہمیشہ رہیں گے' یہ

---

(۱) [حسن : ترمذی : کتاب الایمان : باب ما جآء فی افتراق هذه الامة (۲٦٤١)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے حسن کہا ہے۔[صحیح ترمذی]

(۲) [سورۃ الانبیاء : آیت ۲۵]   (۳) [سورۃ النحل : آیت ۳٦]

لوگ بدترین خلائق ہیں ○ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور سنت کے مطابق نیک عمل کئے یہ لوگ بہترین خلائق ہیں ○ ان کا بدلہ ان کے رب کے پاس ہمیشگی والی جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جن میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے' اللہ تعالیٰ ان سے خوش رہے گا اور یہ اس سے' یہ ہے اس کیلئے جو اپنے پروردگار سے ڈرے ○

مخلوق کے بدترین اور بہترین لوگ: اللہ تعالیٰ کافروں کا انجام بیان فرماتا ہے وہ کافر جو خواہ یہود و نصاریٰ ہوں یا مشرکین عرب و عجم ہوں جو بھی انبیاء اللہ کے مخالف ہوں اور کتاب اللہ کے جھٹلانے والے ہوں وہ قیامت کے دن جہنم کی آگ میں ڈال دیئے جائیں گے اور اسی میں پڑے رہیں گے نہ وہاں سے نکلیں گے نہ رہا ہوں گے' یہ لوگ تمام مخلوق سے بدتر اور کمتر ہیں۔ پھر اپنے نیک بندوں کے انجام کی خبر دیتا ہے جن کے دلوں میں ایمان ہے اور جو اپنے جسموں سے سنت کی بجا آوری میں ہر وقت مصروف رہتے ہیں کہ یہ ساری مخلوق سے بہتر اور بزرگ ہیں۔ اس آیت سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور علماء کرام کی ایک جماعت نے استدلال کیا ہے کہ ایمان والے انسان فرشتوں سے بھی افضل ہیں۔

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ان کا نیک بدلہ ان کے رب کے پاس ان لازوال جنتوں کی صورت میں ہے جن کے چپے چپے پر پاک صاف پانی کی نہریں بہہ رہی ہیں' جن میں دوام اور ہمیشہ کی زندگی کے ساتھ رہیں گے نہ وہاں سے نکالے جائیں نہ وہ نعمتیں ان سے جدا ہوں نہ کم ہوں اور نہ کوئی کھٹکا ہے نہ غم' پھر ان سب سے بڑھ چڑھ کر نعمت و رحمت یہ ہے کہ رضائے رب مرضی مولا انہیں حاصل ہوگئی ہے اور انہیں اس قدر نعمتیں جناب باری نے عطا فرمائی ہیں کہ یہ بھی دل سے راضی ہو گئے ہیں۔ پھر ارشاد فرماتا ہے کہ یہ بہترین بدلہ یہ بہت بڑی جزا اور اجر عظیم دنیا میں اللہ سے ڈرتے رہنے کے عوض ہے' ہر وہ شخص جس کے دل میں ڈر ہو' جس کی عبادت میں اخلاص ہو' جو جانتا ہو کہ اللہ کی اس پر نظریں ہیں بلکہ عبادت کے وقت اس مشغولی اور دلچسپی سے عبادت کر رہا ہو کہ گویا وہ اپنی آنکھوں سے اپنے خالق' مالک' سچے رب اور حقیقی اللہ کو دیکھ رہا ہے' مسند احمد کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں میں تمہیں بتاؤں کہ سب سے بہتر شخص کون ہے؟ لوگوں نے کہا ضرور' فرمایا وہ شخص جو اپنے گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے ہے کہ کب جہاد کی آواز بلند ہو اور کب میں کود کر اس کی پیٹھ پر سوار ہو جاؤں اور گرجتا ہوا دشمن کی فوج میں گھسوں اور داد شجاعت دوں' لو میں تمہیں ایک اور بہترین مخلوق کی خبر دوں وہ شخص جو اپنی بکریوں کے ریوڑ میں ہے نہ نماز کو چھوڑتا ہے نہ زکوٰۃ سے جی چراتا ہے۔ آؤ اب میں بدترین مخلوق بتاؤں وہ شخص کہ اللہ کے نام سے سوال کرے اور پھر نہ دیا جائے[1] سورہ "لم یکن" کی تفسیر ختم ہوئی' اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے۔

تفسیر سورۃ الزلزال

سورہ زلزال کا تعارف: مسند احمد میں ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا حضور ﷺ مجھے

---

[1] [حسن: مسند احمد (۲/۱۶۹)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (٦٥٧٥)]

پڑھایئے' آپ نے فرمایا الٓـرٓ والی تین سورتیں پڑھو تو اس نے کہا بوڑھا ہوگیا' حافظہ کمزور ہوگیا' زبان موٹی ہوگئی تو آپ نے فرمایا حٰمٓ والی سورتیں پڑھا کرو۔ اس نے پھر وہی عذر بیان کیا آپ نے فرمایا یُسَبِّحُ والی تین سورتیں پڑھ لیا کرو اس نے پھر وہی عذر بیان کیا اور درخواست کی کہ حضور ﷺ مجھے کوئی جامع سورت کا سبق دے دیجئے تو آپ نے اسے یہ سورت پڑھائی جب پڑھا چکے تو وہ کہنے لگا اس اللہ کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا ہے کہ میں کبھی اس پر زیادتی نہ کروں گا پھر وہ پیٹھ پھیر کر جانے لگا تو آپ نے فرمایا اس مرد نے فلاح پالی یہ نجات کو پہنچ گیا۔ پھر فرمایا ذرا اسے بلاؤ وہ حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا مجھے بقرعید کا حکم کیا گیا ہے اس دن کو اللہ تعالیٰ نے اس امت کی عید کا دن بنایا ہے تو اس شخص نے کہا اگر میرے پاس قربانی کا جانور نہ ہو اور کسی شخص نے مجھے دودھ پینے کیلئے کوئی جانور تحفۃً دے رکھا ہو تو کیا میں اس کو ذبح کر ڈالوں؟ فرمایا نہیں پھر تو اپنے بال کتروا' ناخن کٹوا' مونچھیں پست کرا' زیر ناف کے بال صاف کر' اللہ تعالیٰ عزوجل کے نزدیک تیری پوری قربانی یہی ہے۔ [1] یہ حدیث مسند احمد ابوداؤد نسائی میں بھی ہے۔ ترمذی شریف کی اور حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جو شخص اس سورت کو پڑھے اسے نصف قرآن پڑھنے کا ثواب ملتا ہے [2] یہ حدیث غریب ہے' اور روایت میں ہے ﴿اِذَا زُلْزِلَتِ﴾ آدھے قرآن کے برابر ہے اور ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ﴾ تہائی قرآن کے برابر ہے اور ﴿قُلْ يَآ اَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ﴾ چوتھائی قرآن کے برابر [3] یہ حدیث بھی غریب ہے' اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابیوں میں سے ایک سے فرمایا کیا تم نے نکاح کر لیا؟ اس نے کہا نہیں حضور ﷺ میرے پاس اتنا ہے ہی نہیں جو میں اپنا نکاح کرسکوں آپ نے فرمایا ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ﴾ تیرے ساتھ نہیں؟ اس نے کہا ہاں یہ تو ہے فرمایا تہائی قرآن یہ ہوا' ﴿اِذَا جَآءَ﴾ نہیں؟ کہا وہ بھی ہے' فرمایا چوتھائی قرآن یہ ہوا' فرمایا کیا ﴿قُلْ يَآ اَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ﴾ یاد نہیں؟ کہا ہاں۔ فرمایا چوتھائی قرآن کے برابر یہ ہے' جا اب نکاح کر لے [4] یہ حدیث حسن ہے یہ تینوں حدیثیں صرف ترمذی میں ہیں۔

---

[1] [ضعیف : ابو داؤد : کتاب شهر رمضان : باب تحزیب القرآن (۱۳۹۹) نسائی فی عمل الیوم واللیلة (۷۲۱)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ابو داود (۳۰۰)]

[2] [حسن دون فضل زلزلت : ترمذی : کتاب التفسیر : باب ما جآء فی اذا زلزلت (۲۸۹۳)] شیخ البانیؒ نے فرمایا ہے کہ یہ روایت سورۂ زلزلت کی فضیلت کے علاوہ صحیح ہے۔[صحیح ترمذی]

[3] [صحیح دون فضل زلزلت : ترمذی : کتاب التفسیر : باب ما جآء فی اذا زلزلت (۲۸۹٤)] شیخ البانیؒ نے فرمایا ہے کہ یہ روایت سورۂ زلزلت کی فضیلت کے علاوہ صحیح ہے۔[صحیح ترمذی]

[4] [ضعیف : ترمذی : کتاب التفسیر : باب ما جآء فی اذا زلزلت (۲۸۹۵)] شیخ البانیؒ اسے ضعیف کہتے ہیں۔ [ضعیف ترمذی ، التعلیق الرغیب (۲/۲۲٤)] شیخ عبدالرزاق مہدی فرماتے ہیں کہ اس کی سند سلمہ بن وردان کے ضعف کی وجہ سے ضعیف ہے۔]

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اِذَا زُلۡزِلَتِ الۡاَرۡضُ زِلۡزَالَهَا ۙ﴿۱﴾ وَاَخۡرَجَتِ الۡاَرۡضُ اَثۡقَالَهَا ۙ﴿۲﴾ وَقَالَ الۡاِنۡسَانُ
مَا لَهَا ۚ﴿۳﴾ يَوۡمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخۡبَارَهَا ۙ﴿۴﴾ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوۡحٰى لَهَا ؕ﴿۵﴾ يَوۡمَئِذٍ يَّصۡدُرُ النَّاسُ
اَشۡتَاتًا ۙ لِّيُرَوۡا اَعۡمَالَهُمۡ ؕ﴿۶﴾ فَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ خَيۡرًا يَّرَهٗ ؕ﴿۷﴾ وَمَنۡ يَّعۡمَلۡ
مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ﴿۸﴾

اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع جو بخشش کرنے والا مہربان ہے

جب زمین پوری طرح جھنجوڑ دی جائے گی ○ اور اپنے بوجھ باہر نکال پھینکے گی ○ انسان کہنے لگے گا اسے کیا ہو گیا؟ ○ اس دن زمین اپنی سب خبریں بیان کرے گی ○ اس لئے کہ تیرے رب نے اسے یہ حکم دیا ہے ○ اس روز لوگ مختلف جماعتیں ہو کر واپس لوٹیں گے تا کہ انہیں ان کے اعمال دکھا دیئے جائیں ○ پس جس نے ذرے برابر نیکی کی ہو گی وہ اسے دیکھ لے گا ○ اور جس نے ذرے برابر برائی کی ہو گی وہ اسے دیکھ لے گا ○

قیامت کا زلزلہ: زمین اپنے نیچے سے اوپر تک کپکپانے لگے گی اور جتنے مردے اس میں ہیں سب نکال پھینکے گی۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ﴾ [1] لوگو! اپنے رب سے ڈرو یقین مانو کہ قیامت کا زلزلہ اس دن کا بھونچال بڑی چیز ہے۔ اور جگہ ارشاد ہے ﴿وَإِذَا الْأَرْضُ مُدَّتْ ○ وَأَلْقَتْ مَا فِيهَا وَتَخَلَّتْ﴾ [2] جبکہ زمین کھینچ کھانچ کر برابر ہموار کر دی جائے گی اور اس زمین میں جو کچھ ہے وہ اسے باہر ڈال دے گی اور بالکل خالی ہو جائے گی، صحیح مسلم شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں زمین اپنے کلیجے کے ٹکڑوں کو اگل دے گی، سونا، چاندی مثل ستونوں کے باہر نکل پڑے گا قاتل اسے دیکھ کر افسوس کرتا ہوا کہے گا ہائے اسی مال کیلئے میں نے فلاں کو قتل کیا تھا آج یہ یوں ادھر ادھر بکھر رہا ہے کوئی آنکھ بھر کر دیکھتا بھی نہیں، اسی طرح صلہ رحمی توڑنے والا بھی کہے گا کہ اسی کی محبت میں آ کر رشتہ داروں سے میں سلوک نہیں کرتا تھا، چور بھی کہے گا کہ اسی کی محبت میں میں نے ہاتھ کٹوا دیئے تھے غرض وہ مال یونہی بکھرا پھرے گا کوئی نہیں لے گا [3] انسان اس وقت ہکا بکا رہ جائے گا اور کہے گا یہ تو ہلنے جلنے والی نہ تھی بلکہ ٹھہری ہوئی بوجھل اور جمی ہوئی تھی اسے کیا ہو گیا کہ یوں بید کی طرح تھرانے لگی؟ اور ساتھ ہی جب دیکھے گا کہ تمام پہلی پچھلی لاشیں بھی زمین نے اگل دیں تو اور حیران و پریشان ہو جائے گا کہ آخر اسے کیا ہو گیا ہے؟ پس زمین بالکل بدل دی جائے گی اور

---

[1] [سورۃ الحج : آیت ۱]

[2] [سورۃ الانشقاق : آیت ۳-۴]

[3] [**صحیح** : صحیح مسلم : کتاب الزکاۃ : باب الترغیب فی الصدقۃ قبل ان لا یوجد من یقبلها (۱۰۱۳) ترمذی : کتاب الفتن (۲۲۰۸)]

آسمان بھی اور سب لوگ اس قہار اللہ کے سامنے کھڑے ہو جائیں گے۔ زمین کھلے طور پر صاف صاف گواہی دے گی کہ فلاں فلاں شخص نے فلاں فلاں زیادتی اس شخص پر کی ہے۔ حضور ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کر کے فرمایا جانتے بھی ہو کہ زمین کی بیان کردہ خبریں کیا ہوں گی؟ لوگوں نے کہا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو ہی علم ہے تو آپ نے فرمایا جو جو اعمال بنی آدم نے زمین پر کئے ہیں وہ تمام وہ ظاہر کر دے گی کہ فلاں فلاں شخص نے نیکی یا بدی فلاں جگہ فلاں وقت کی ہے۔ (۱) امام ترمذی رحمہ اللہ اس حدیث کو حسن غریب بتلاتے ہیں۔ معجم طبرانی میں ہے کہ آپ نے فرمایا زمین سے بچو یہ تمہاری ماں ہے جو شخص نیکی بدی اس پر کرتا ہے یہ سب کھول کھول کر بیان کرے گی (۲) یہاں وحی سے مراد حکم دینا ہے' اَوْحٰی اور اس کے ہم معنی افعال کا صلہ حرف لام بھی آتا ہے اور الٰی بھی۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ اسے فرمائے گا کہ بتا اور وہ بتاتی جائے گی' اس دن لوگ حساب کی جگہ سے مختلف قسموں کی جماعتیں بن بن کر لوٹیں گے کوئی بد ہوگا کوئی نیک' کوئی جنتی بنا ہوگا کوئی جہنمی' یہ معنی بھی ہیں کہ یہاں سے جو الگ الگ ہوں گے تو پھر اجتماع نہ ہوگا' یہ اس لئے کہ وہ اپنے اعمال کو جان لیں اور بھلائی برائی کا بدلہ پالیں گے۔ اسی لئے آخر میں بھی بیان فرمادیا' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ گھوڑوں والے تین قسم کے ہیں۔ ایک اجر پانے والا' ایک پردہ پوشی والا اور ایک بوجھ اور گناہ والا۔ اجر والا تو وہ ہے جو گھوڑا پالتا ہے جہاد کی نیت سے اگر اس گھوڑے کی اگاڑی پچھاڑی ڈھیلی ہوگئی اور یہ ادھر ادھر سے چرتا رہا تو یہ بھی گھوڑے والے کیلئے اجر کا باعث ہے اور اگر اس کی رسی ٹوٹ گئی اور یہ ادھر ادھر چلا گیا تو اس کے نشان قدم اور لید کا بھی اسے ثواب ملتا ہے اگر یہ کسی نہر میں جا کر پانی پی لے چاہے پلانے کا ارادہ نہ ہو تو بھی ثواب مل جاتا ہے' یہ گھوڑا تو اس کیلئے سراسر اجر و ثواب ہے' دوسرا وہ شخص جس نے اس لئے پال رکھا ہے کہ دوسرے سے بے پرواہ اور کسی سے سوال کی ضرورت نہ ہو لیکن اللہ کا حق نہ تو اس بارے میں بھولتا ہے نہ اس کی سواری میں پس یہ اس کیلئے پردہ ہے۔ تیسرا وہ شخص ہے جس نے فخر و ریاکاری اور ظلم و ستم کیلئے پال رکھا ہے پس یہ اس کے ذمہ بوجھ اور اس پر گناہ کا بار ہے' پھر حضور ﷺ سے سوال ہوا کہ گدھوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟' آپ نے فرمایا مجھ پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے سوائے تنہا اور جامع آیت کے اور کچھ نازل نہیں ہوا کہ ذرہ برابر نیکی یا بدی ہر شخص دیکھ لے گا (مسلم) (۳) حضرت صعصعہ بن مالک رضی اللہ عنہ نے تو حضور ﷺ کی زبانی یہ آیت سن کر کہہ دیا کہ صرف یہی آیت کافی ہے اور زیادہ اگر نہ بھی سنوں تو کوئی ضرورت نہیں

---

(۱) [ضعیف : ترمذی : کتاب التفسیر : باب و من سورة اذا زلزلت الارض (۳۳۵۳) مسند احمد (۳۷۴/۲) بغوی فی التفسیر (۵۱۵/٤) وفی السنة (٤۳۰۸) مستدرك حاکم (۲۵٦/۲)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی] حافظ زبیر علی زئی فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے، یحیٰی بن ابی سلیمان جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔ مولانا مبشر احمد ربانی نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔]

(۲) [ضعیف : طبرانی (٤۵۹٦)] اس کی سند میں ابن لہیعہ راوی ضعیف ہے۔]

(۳) [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الزکاة : باب اثم مانع الزکاة (۹۸۷-۲٤) صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب ممن یعمل مثقال ذرة خیرا یره (٤۹٦۲)]

(مسند احمد ونسائی) ① صحیح بخاری شریف میں بروایت حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ آگ سے بچو اگر چہ آدھی کھجور کا صدقہ ہی ہو ② اسی طرح صحیح حدیث میں ہے کہ نیکی کے کام کو ہلکا نہ سمجھو گو اتنا ہی کام ہو کہ تو اپنے ڈول میں سے ذرا سا پانی کسی پیاسے کو پلوا دے یا اپنے کسی مسلمان بھائی سے کشادہ روئی اور خندہ پیشانی سے ملاقات کر لے ③ دوسری ایک صحیح حدیث میں ہے اے ایمان والی عورتو! تم اپنی پڑوسن کے بھیجے ہوئے تحفے یا ہدیئے کو حقیر نہ سمجھو گو ایک کھر ہی آیا ہو ④ اور حدیث میں ہے کہ سائل کو کچھ نہ کچھ دے دو گو جلا ہوا کھر ہی ہو ⑤ مسند احمد کی حدیث میں ہے اے عائشہ رضی اللہ عنہا! گناہوں کو حقیر نہ سمجھو یاد رکھو کہ ان کا بھی حساب لینے والا ہے ⑥ ابن جریر میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے کہ یہ آیت اتری تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے کھانے سے ہاتھ اٹھا لیا اور پوچھنے لگے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میں ایک ایک ذرے برابر کا بدلہ دیا جاؤں گا؟ تو آپ نے فرمایا اے صدیق رضی اللہ عنہ دنیا میں جو جو تکلیفیں تمہیں پہنچی ہیں یہ تو اس میں آ گئیں اور نیکیاں تمہارے لئے اللہ کے ہاں ذخیرہ بنی ہوئی ہیں اور ان سب کا پورا پورا بدلہ قیامت کے دن تمہیں دیا جائے گا ⑦ ابن جریر کی ایک اور روایت میں ہے کہ یہ سورت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں نازل ہوئی تھی آپ اسے سن کر بہت روئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا مجھے یہ سورت رلا رہی ہے آپ نے فرمایا اگر تم خطا اور گناہ نہ کرتے کہ تمہیں بخشا جائے اور معاف کیا جائے تو اللہ تعالیٰ کسی اور امت کو پیدا کرتا جو خطا اور گناہ کرتے

---

① [صحیح : مسند احمد (٥/٥٩) مستدرك حاكم (٣/٦١٣) نسائي في التفسير (٧١٤)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں ۔[الموسوعة الحديثية (١٠٦١٢)]

② [صحیح : صحيح بخاري : صحيح بخاري : كتاب الزكاة : باب الصدقة قبل الرد (١٤١٣) صحيح مسلم : كتاب الزكاة : باب باب الحث على الصدقة ولو بشق تمرة (١٠١٦) مسند احمد (٤/٢٥٦)]

③ [مسند احمد (٥/٦٣) مسند ابن الجعد (٣١٠٠) مسند طيالسي (١٢٠٨) المسند الجامع (٢٠٨٠)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (٢٠٦٣٣)]

④ [صحیح : صحيح بخاري : كتاب الهبة : باب فضل الهبة (٢٥٦٦)، (٦٠١٧) صحيح مسلم : كتاب الزكاة : باب الحث على الصدقة ولو بالقليل (١٠٣٠)]

⑤ [حسن : مسند احمد (٦/٤٣٥) نسائي : كتاب الزكاة : باب رد السائل (٢٥٦٦) التاريخ الكبير للبخاري (٥/٢٦٢) طبراني كبير (٢٤/٥٥٥) مؤطا (٢/٩٣١)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (٢٧٤٥١)] شیخ عبدالرزاق مہدی بھی اسے شواہد کی بنا پر حسن کہتے ہیں۔]

⑥ [صحیح : مسند احمد (٦/٧٠) ابن ماجه : كتاب الزهد : باب ذكر الذنوب (٤٢٤٣)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔[صحيح ابن ماجه] شیخ عبدالرزاق مہدی نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔]

⑦ [ضعیف : تفسير ابن جرير الطبري (٣٧٧٤٧)] اس میں ہیثم بن ربیع ضعیف ہے۔]

اور اللہ انہیں بخشتا [1] حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ آیت سن کر پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیا مجھے اپنے سب اعمال دیکھنے پڑیں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں پوچھا بڑے بڑے فرمایا ہاں پوچھا اور چھوٹے چھوٹے بھی فرمایا ہاں میں نے کہا ہائے افسوس! آپ نے فرمایا ابوسعید خوش ہو جاؤ نیکی تو دس گنے سے لے کر سات سو گنا تک بلکہ اس سے بھی زیادہ تک اللہ جسے چاہے دے گا ہاں گناہ اسی کے مثل ہوں گے یا اللہ تعالیٰ اسے بھی بخش دے گا سنو! کسی شخص کو صرف اس کے اعمال نجات نہ دے سکیں گے میں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ کو بھی نہیں؟ فرمایا نہ مجھے ہی مگر یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی رحمت سے مجھے ڈھانپ لے [2] اس کے راویوں میں ایک ابن لہیعہ ہیں یہ روایت صرف انہی سے مروی ہے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب آیت ﴿وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ﴾ الخ نازل ہوئی یعنی مال کی محبت کے باوجود مسکین یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں تو لوگ یہ سمجھ گئے کہ اگر ہم تھوڑی سی چیز راہ للہ دیں گے تو کوئی ثواب نہ ملے گا مسکین ان کے دروازے پر آتا لیکن ایک آدھ کھجور یا روٹی کا ٹکڑا وغیرہ دینے کو حقارت خیال کر کے یونہی لوٹا دیتے تھے کہ اگر دیں تو کوئی اچھی محبوب ومرغوب چیز دیں ادھر تو ایک جماعت یہ تھی۔ دوسری جماعت وہ تھی جنہیں یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ چھوٹے چھوٹے گناہوں پر ہماری پکڑ نہ ہوگی مثلاً کبھی کوئی جھوٹ بات کہہ دی کبھی ادھر ادھر نظریں ڈال لیں کبھی غیبت کر لی وغیرہ جہنم کی وعید تو کبیرہ گناہوں پر ہے تو یہ آیت ﴿فَمَنْ يَعْمَلْ﴾ نازل ہوئی اور انہیں بتایا گیا کہ چھوٹی سی نیکی کو حقیر نہ سمجھو یہ بڑی ہو کر ملے گی اور تھوڑے سے گناہ کو بھی بے جان نہ سمجھو کہیں تھوڑا تھوڑا مل کر بہت نہ بن جائے ذرہ کے معنی چھوٹی چیونٹی کے ہیں یعنی نیکیوں اور برائیوں کو چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی اپنے نامہ اعمال میں دیکھ لے گا بدی تو ایک ہی لکھی جاتی ہے نیکی ایک کے بدلے دس بلکہ جس کیلئے اللہ چاہے اس سے بھی بہت زیادہ بلکہ ان نیکیوں کے بدلے برائیاں بھی معاف ہو جاتی ہیں ایک کے بدلے دس دس بدیاں معاف ہو جاتی ہیں پھر یہ بھی ہے کہ جس کی نیکی برائی سے ایک ذرے کے برابر بڑھ گئی وہ جنتی ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں گناہوں کو ہلکا نہ سمجھا کرو یہ سب جمع ہو کر آدمی کو ہلاک کر ڈالتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان برائیوں کی مثال بیان کی جیسے کچھ لوگ کسی جگہ اترے پھر ایک ایک دو دو لکڑیاں چن لائے تو لکڑیوں کا ڈھیر لگ جائے گا۔ پھر اگر انہیں سلگایا جائے تو اس وقت اس آگ پر جو چاہیں پکا سکتے ہیں (اسی طرح تھوڑے تھوڑے گناہ بہت زیادہ ہو کر آگ کا کام کرتے ہیں اور انسان کو جلا دیتے ہیں) [3] سورۂ ''اذا زلزلت'' کی تفسیر ختم ہوئی فالحمد للہ۔

---

[1] [حسن: تفسير ابن جرير الطبري (٣٧٧٦٠) بيهقي في شعب الايمان (٧١٠٣) مجمع الزوائد (١٤١/٧)] شیخ عبدالرزاق مہدی اور حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

[2] [اسناده ضعيف: اس کی سند ابن لہیعہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔]

[3] [صحيح لغيره: مسند احمد (٤٠٢/١) طبرانی (١٠٥٠٠) مسند ابو يعلى (٢٢/٥)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح لغیرہ کہا ہے۔[صحيح الترغيب (٢٤٧٠)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن لغیرہ کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (٣٨١٨)]

تفسیر سورۃ العادیات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ① فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ② فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ③ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ④
فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ⑤ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ⑥ وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ
لَشَهِيْدٌ ⑦ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ⑧ اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ ⑨
وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ ⑩ اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ ⑪ ع ۲۵

شروع اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والے مہربان کے نام سے

ہانپتے ہوئے دوڑنے والے گھوڑوں کی قسم ○ پھر ٹاپ مار کر آگ جھاڑنے والوں کی ○ پھر صبح کے وقت دھاوا بولنے والوں کی ○ پس اس وقت غبار اڑاتے ہیں ○ پھر فوجوں کے درمیان گھس جاتے ہیں ○ یقیناً انسان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے ○ اور یقیناً وہ خود بھی اس سے باخبر ہے ○ یہ مال کی محبت میں بھی بڑا سخت ہے ○ کیا اسے وہ وقت معلوم نہیں، جب قبروں کے مردے اٹھا کھڑے کر دیئے جائیں گے ○ اور سینوں کی پوشیدہ باتیں ظاہر کر دی جائیں گی ○ بیشک ان کا رب اس دن ان کے حال سے پورا باخبر ہے ○

مجاہدین کے گھوڑوں کی قسمیں: مجاہدین کے گھوڑے جبکہ اللہ کی راہ میں جہاد کیلئے ہانپتے اور ہنہناتے ہوئے دوڑتے ہیں ان کی اللہ تبارک وتعالیٰ قسم کھاتا ہے، پھر اس تیزی میں دوڑتے ہوئے پتھروں کے ساتھ ان کے نعل کا ٹکرانا اور اس رگڑ سے آگ کی چنگاریاں اڑنا پھر صبح کے وقت دشمن پر ان کا چھاپہ مارنا اور دشمنان رب کو تہہ و بالا کرنا آنحضرت ﷺ کی یہ عادت مبارک تھی کہ دشمن کی کسی بستی پر آپ جاتے تو وہاں رات کو ٹھہر کر کان لگا کر سنتے اگر اذان کی آواز آ گئی تو آپ رک جاتے نہ آتی تو لشکر کو حکم دیتے کہ بزن بول دیں [1] پھر ان گھوڑوں کا گرد وغبار اڑانا اور ان سب کا دشمنوں کے درمیان گھس جانا ان سب چیزوں کی قسم کھا کر پھر مضمون شروع ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ﴿ وَالْعَادِيَاتِ ﴾ سے مراد اونٹ ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی یہی فرماتے ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول کہ اس سے مراد گھوڑے ہیں جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا گھوڑے ہمارے پاس بدر والے دن تھے ہی کب؟ یہ تو اس چھوٹے لشکروں میں تھے جو بھیجا گیا تھا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ایک مرتبہ حطیم میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص نے آ کر اس آیت کی تفسیر پوچھی تو آپ نے فرمایا اس سے مراد مجاہدین کے گھوڑے ہیں جو بوقت جہاد دشمنوں پر دھاوا بولتے ہیں پھر رات کے وقت یہ گھڑ سوار مجاہد اپنے کیمپ میں آ کر کھانے پکانے کیلئے آگ جلاتے ہیں وہ یہ پوچھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا آپ اس وقت زم زم کا پانی لوگوں کو پلا رہے تھے اس نے آپ سے بھی یہی سوال کیا آپ نے فرمایا مجھ سے پہلے کسی اور سے

---

[1] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الصلاۃ: باب الامساك عن الاغارة علی قوم (۳۸۲)]

بھی تم نے پوچھا ہے؟ کہا ہاں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا ہے تو انہوں نے فرمایا مجاہدین کے گھوڑے ہیں جو اللہ کی راہ میں دھاوا بولیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جانا ذرا انہیں میرے پاس بلالانا جب وہ آ گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہیں معلوم نہیں اور تم لوگوں کو فتوے دے رہے ہو اللہ کی قسم پہلا غزوہ اسلام میں بدر کا ہوا اس لڑائی میں ہمارے ساتھ صرف دو گھوڑے تھے ایک حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا دوسرا حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کا تو ﴿عَادِيَاتِ ضَبْحًا﴾ یہ کیسے ہو سکتے ہیں؟ اس سے مراد تو عرفات سے مزدلفہ کی طرف جانے والے اور پھر مزدلفہ سے منیٰ کی طرف جانے والے ہیں، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ سن کر میں نے اپنے اگلے قول سے رجوع کر لیا [1] اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو فرمایا وہی کہنے لگا، مزدلفہ میں پہنچ کر حاجی بھی اپنی ہنڈیا روٹی پکانے کیلئے آگ سلگاتے ہیں، غرض حضرت علی رحمہ اللہ کا بیان یہ ہوا کہ اس سے مراد اونٹ ہیں اور یہی ایک جماعت کا قول ہے جن میں ابراہیم، عبید بن عمیر رحمہم اللہ وغیرہ ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے گھوڑے مروی ہیں۔ مجاہد، عکرمہ، عطاء، قتادہ، اور ضحاک رحمہم اللہ بھی یہی کہتے ہیں اور امام ابن جریر رحمہ اللہ اسی کو پسند فرماتے ہیں، بلکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عطا رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ''ضبح''، یعنی ہانپنا کسی جانور کیلئے نہیں ہوتا سوائے گھوڑے اور کتے کے، ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ان کے منہ سے ہانپتے ہوئے جو آواز ''اح اح'' کی نکلتی ہے یہی ضبح ہے، اور دوسرے جملے کے ایک تو یہ معنی کئے گئے ہیں کہ ان گھوڑوں کی ٹاپوں کا پتھر سے ٹکرا کر آگ کا پیدا کرنا اور دوسرے معنی یہ بھی کئے گئے ہیں کہ ان کے سواروں کا لڑائی کی آگ کا بھڑکانا، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ لڑائی میں مکر و دھوکہ کرنا، اور یہ بھی مروی ہے کہ راتوں کو اپنی قیام گاہ پر پہنچ کر آگ روشن کرنا، اور مزدلفہ میں حاجیوں کا بعد از مغرب پہنچ کر آگ جلانا۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں میرے نزدیک سب سے زیادہ ٹھیک قول یہی ہے کہ گھوڑوں کی ٹاپوں اور سموں کا پتھر سے رگڑ کھا کر آگ پیدا کرنا، پھر صبح کے وقت مجاہدین کا دشمنوں پر اچانک ٹوٹ پڑنا اور جن صاحبان نے اس سے مراد اونٹ لئے ہیں وہ فرماتے ہیں اس سے مراد مزدلفہ سے منیٰ کی طرف صبح کو جانا ہے، پھر یہ سب کہتے ہیں کہ پھر ان کا جس مکان میں یہ اترے ہیں خواہ جہاد میں ہوں خواہ حج میں غبار اڑانا پھر ان مجاہدین کا کفار کی فوجوں میں گھس جانا اور چیرتے پھاڑتے، مارتے پچھاڑتے ان کے بیچ لشکر میں پہنچ جانا۔ اور یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ سب جمع ہو کر اس جگہ درمیان میں آ جاتے ہیں، تو اس صورت میں جَمْعًا حال مؤکد ہونے کی وجہ سے منصوب ہوگا۔ ابوبکر بزار میں اس جگہ ایک غریب حدیث ہے جس میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا تھا ایک مہینہ گزر گیا لیکن اس کی کوئی خبر نہ آئی اس پر یہ آیتیں اتریں اور اس لشکر کی اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ ان کے گھوڑے ہانپتے ہوئے تیز چال سے گئے ان کے سموں کی ٹکر سے چنگاریاں اڑ رہی تھیں انہوں نے صبح ہی صبح دشمنوں پر پوری یلغار کے ساتھ حملہ کر دیا ان کی ٹاپوں سے گرد اڑ رہی تھی، پھر غالب آ کر سب جمع ہو کر بیٹھ گئے۔ [2] ان قسموں کے بعد اب وہ مضمون بیان ہو رہا ہے

---

[1] [اسنادہ حسن : تفسیر ابن جریر الطبری (۲۷۲/۳۰)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

[2] [ضعیف : مسند بزار (۲۲۹۱) مجمع الزوائد (۱۴۵/۷)] اس کی سند میں حفص راوی ضعیف ہے۔]

جس پر قسمیں کھائی گئی تھیں کہ انسان اپنے رب کی نعمتوں کا قدردان نہیں' اگر کوئی دکھ درد کسی وقت آ گیا ہے تو وہ تو بخوبی یاد رکھتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی ہزار ہا نعمتیں جو ہیں' سب کو بھلائے ہوئے ہے۔ ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے کہ **کَنُوْد** وہ ہے جو تنہا کھائے غلاموں کو مارے اور احسان کا سلوک نہ کرے [1] اس کی سند ضعیف ہے' پھر فرمایا اللہ اس پر شاہد ہے' اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ خود اس بات پر اپنا گواہ آپ ہے اس کی ناشکری اس کے افعال و اقوال سے صاف ظاہر ہے۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿شَاهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ﴾ [2] یعنی مشرکین سے اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کی آبادی نہیں ہو سکتی جبکہ یہ اپنے کفر کے آپ گواہ ہیں۔ پھر فرمایا یہ مال کی چاہت میں بڑا سخت ہے یعنی اسے مال کی بے حد محبت ہے اور یہ بھی معنی ہیں کہ اس کی محبت میں پھنس کر وہ ہماری راہ میں دینے سے جی چراتا اور بخل کرتا ہے۔ پھر پروردگار عالم اسے دنیا سے بے رغبت کرنے اور آخرت کی طرف متوجہ کرنے کیلئے فرما رہا ہے کہ کیا انسان کو یہ معلوم نہیں کہ ایک وقت وہ آ رہا ہے کہ جب تمام مردے قبروں سے نکل کھڑے ہوں گے اور جو کچھ باتیں چھپی لگی ہوئی تھیں سب ظاہر ہو جائیں گی' سن لو ان کا رب ان کے تمام کاموں سے باخبر ہے اور ہر ایک عمل کا بدلہ پورا پورا دینے والا ہے ایک ذرے کے برابر ظلم وہ روا نہیں رکھتا اور نہ رکھے۔ سورۂ عادیات کی تفسیر اللہ کے فضل و احسان سے ختم ہوئی' فالحمد للہ۔

تفسیر سورۃ القارعہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اَلْقَارِعَةُ ۙ﴿۱﴾ مَا الْقَارِعَةُ ۚ﴿۲﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ۭ﴿۳﴾ يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ
الْمَبْثُوْثِ ۙ﴿۴﴾ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ۭ﴿۵﴾ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۙ﴿۶﴾ فَهُوَ فِيْ
عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۭ﴿۷﴾ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۙ﴿۸﴾ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ۭ﴿۹﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ ۭ﴿۱۰﴾
نَارٌ حَامِيَةٌ ﴿۱۱﴾ ع

اللہ تعالیٰ بہت مہربان بڑے رحم کرنے والے اللہ کے نام سےکھڑکھڑا دینے والی ○ کیا ہے وہ کھڑکھڑانے والی ○ تجھے کیا معلوم کہ وہ کھڑکھڑانے والی کیا ہے ○ جس دن انسان پراگندہ پروانوں کی طرح ہو جائیں گے ○ اور پہاڑ دھنی ہوئی رنگین اون کی طرح ہو جائیں گے ○ ہاں جس کا پلہ بھاری ہو گیا ○ وہ تو من مانتی آرام کی زندگی میں ہوگا ○ اور جس کی تول ہلکی ہو گی ○ اس کی ماں ہاویہ ہے ○ تجھے کس نے بتایا کہ وہ کیا ہے؟ ○ وہ تیز و تند آگ ہے ○

جس روز پہاڑ روئی کی طرح اڑیں گے: ﴿قَارِعَه﴾ بھی قیامت کا ایک نام ہے جیسے "حَاقَّة طَآمَّة"

---

[1] [مرفوعا ضعیف : طبرانی (۷۷۷۸) مجمع الزوائد (۱۱۵۱۶)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس میں جعفر بن زبیر راوی ضعیف ہے۔ شیخ عبدالرزاق مہدی اسے موقوفاً صحیح کہتے ہیں۔]

[2] [سورۃ التوبہ : آیت ۱۷]

صَـآخَّــه غَـاشِیَـه“ وغیرہ اس کی بڑائی اور ہولناکی کے بیان کیلئے سوال ہوتا ہے کہ وہ کیا چیز ہے؟ اس کا علم بغیر میرے بتائے کسی کو حاصل نہیں ہوسکتا‘ پھر خود بتاتا ہے کہ اس دن لوگ منتشر اور پراگندہ حیران و پریشان ادھر ادھر گھوم رہے ہوں گے‘ جس طرح پروانے ہوتے ہیں۔ اور جگہ فرمایا ہے ﴿كَأَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنتَشِرٌ﴾ [1] گویا وہ ٹڈیاں ہیں پھیلی ہوئیں۔ پھر فرمایا پہاڑوں کا یہ حال ہوگا کہ وہ دھنی ہوئی اون کی طرح ادھر ادھر نظر آئیں گے‘ پھر فرماتا ہے اس دن ہر نیک و بد کا انجام ظاہر ہو جائے گا‘ نیکوں کی بزرگی اور بروں کی اہانت کھل جائے گی‘ جس کی نیکیاں وزن میں برائیوں سے بڑھ گئیں وہ عیش و آرام کی زندگی جنت میں بسر کرے گا‘ اور جس کی بدیاں نیکیوں پر چھا گئیں‘ بھلائیوں کا پلڑا ہلکا ہوگیا وہ جہنمی ہو جائے گا‘ وہ منہ کے بل اوندھا جہنم میں گرا دیا جائے گا‘ ام سے مراد دماغ ہے یعنی سر کے بل ہاویہ میں جائے گا‘ اور یہ بھی معنی ہیں کہ فرشتے جہنم میں اس کے سر پر عذابوں کی بارش برسائیں گے اور یہ بھی مطلب ہے کہ اس کا اصلی ٹھکانا وہ جگہ ہے جہاں اس کیلئے قرار گاہ مقرر کیا گیا ہے وہ جہنم ہے۔ ﴿هَاوِيَه﴾ جہنم کا نام ہے اسی لیے اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ تمہیں نہیں معلوم کہ ہاویہ کیا ہے؟ اب میں بتاتا ہوں کہ وہ شعلے مارتی بھڑکتی ہوئی آگ ہے‘ حضرت اشعث بن عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مومن کی موت کے بعد فرشتے اس کی روح کو ایمانداروں کی روحوں کی طرف لے جاتے ہیں اور فرشتے ان سے کہتے ہیں کہ اپنے بھائی کی دلجوئی اور تسکین کرو یہ دنیا کے رنج وغم میں مبتلا تھا‘ اب وہ نیک روحیں اس سے پوچھتی ہیں کہ فلاں کا کیا حال ہے؟ وہ کہتا ہے کہ وہ تو مر چکا تمہارے پاس نہیں آیا تو یہ سمجھ لیتے ہیں اور کہتے ہیں پھونکو اسے وہ تو اپنی ماں ہاویہ میں پہنچا‘ ابن مردویہ کی ایک مرفوع حدیث میں یہ بیان خوب بسط سے ہے اور ہم نے بھی اسے کتاب صفۃ النار میں وارد کیا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فضل وکرم سے اس آگ جہنم سے نجات دے آمین! پھر فرماتا ہے کہ وہ سخت تیز حرارت والی آگ ہے بڑے بڑے شعلے مارنے والی جھلسا دینے والی۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں تمہاری یہ آگ تو اس کا سترھواں حصہ ہے‘ لوگوں نے کہا‘ حضرت ﷺ! ہلاکت کو تو یہی کافی ہے آپ نے فرمایا ہاں لیکن آتش دوزخ تو اس سے انہتر حصے تیز ہے‘ صحیح بخاری میں یہ حدیث ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ ہر ایک حصہ اس آگ جیسا ہے۔ [2] مسند احمد میں بھی یہ روایت موجود ہے [3] مسند احمد کی ایک حدیث میں اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ یہ آگ باوجود اس آگ کا سترھواں حصہ ہونے کے پھر بھی دو مرتبہ سمندر کے پانی میں بجھا کر بھیجی گئی ہے اگر یہ نہ ہوتا تو اس سے بھی نفع نہ اٹھا سکتے [4] اور حدیث

---

[1] [سورۃ القمر : آیت ۷]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب بدء الخلق : باب صفة النار (۳۲٦۵) صحیح مسلم : کتاب الجنة : باب جهنم اعاذ نا الله منها (۲۸٤۳)]

[3] [صحیح : مسند احمد (۲/٤٦۷)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۱۰۲۰۱)]

[4] [صحیح : مسند احمد (۲/۲٤٤)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے شیخین کی شرط پر صحیح کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۷۳۲۷)]

میں ہے یہ آگ سوواں حصہ ہے۔ ① طبرانی میں ہے جانتے ہو کہ تمہاری اس آگ اور جہنم کی آگ میں کیا نسبت ہے؟ تمہاری اس آگ کے دھوئیں سے بھی ستر حصہ زیادہ سیاہ خود وہ آگ ہے ② ترمذی اور ابن ماجہ میں حدیث ہے کہ جہنم کی آگ ایک ہزار سال تک جلائی گئی تو سرخ ہوئی پھر ایک ہزار سال تک جلائی گئی تو سفید ہوگئی پھر ایک ہزار سال تک جلائی گئی تو سیاہ ہوگئی پس وہ سخت سیاہ اور بالکل اندھیرے والی ہے ③ مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ سب سے ہلکے عذاب والا جہنمی وہ ہے' جس کے پیروں میں آگ کی دو جوتیاں ہوں گی جس سے اس کا دماغ کھد بدار ہا ہوگا۔ ④ بخاری و مسلم میں ہے کہ آگ نے اپنے رب سے شکایت کی کہ اے اللہ! میرا ایک حصہ دوسرے کو کھائے جا رہا ہے تو پروردگار نے اسے دو سانس لینے کی اجازت دی ایک جاڑے میں ایک گرمی میں' پس سخت جاڑا جو تم پاتے ہو اس کا سرد سانس ہے اور سخت گرمی جو پڑتی ہے اس کے گرم سانس کا اثر ہے ⑤ اور حدیث میں ہے کہ جب گرمی شدت کی پڑے تو نماز ٹھنڈی کر کے پڑھو گرمی کی سختی جہنم کے جوش کی وجہ سے ہے ⑥ الحمدللہ سورۂ قارعہ کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورة التكاثر

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلۡهٰكُمُ التَّكَاثُرُۙ ① حَتّٰى زُرۡتُمُ الۡمَقَابِرَؕ ② كَلَّا سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَۙ ③ ثُمَّ كَلَّا سَوۡفَ
تَعۡلَمُوۡنَؕ ④ كَلَّا لَوۡ تَعۡلَمُوۡنَ عِلۡمَ الۡيَقِيۡنِؕ ⑤ لَتَرَوُنَّ الۡجَحِيۡمَۙ ⑥ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا
عَيۡنَ الۡيَقِيۡنِۙ ⑦ ثُمَّ لَتُسۡـَٔلُنَّ يَوۡمَئِذٍ عَنِ النَّعِيۡمِ ⑧ ع

---

① [اسنادہ قوی: مسند احمد (۲/۳۷۹)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو قوی کہتے ہیں۔[الموسوعه الحديثية (۸۹۲۱)] شیخ عبدالرزاق مہدی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

② [طبرانی اوسط (۴۸۹)] امام ہیثمی فرماتے ہیں کہ اسے طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ [مجمع الزوائد (۱۸۵۷۶)] شیخ عبدالرزاق مہدی نے اس بات کو ترجیح دی ہے کہ یہ موقوفا صحیح ہے۔]

③ [ضعیف: ابن ماجه: كتاب الزهد: باب صفة النار (۴۳۲۰) ترمذی (۲۵۹۱)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ابن ماجه، ضعیف ترمذی]

④ [صحیح لغیرہ: مسند احمد (۲/۴۳۲)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح لغیرہ کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ سند جید ہے۔[الموسوعة الحديثية (۹۲۰۷)] شیخ عبدالرزاق مہدی فرماتے ہیں کہ یہ روایت صحیح ہے، اس کے راوی ثقہ ہیں اور اس کے شواہد بھی ہیں۔]

⑤ [صحیح: صحیح بخاری: كتاب بدء الخلق (۳۲۶۰)، (۵۳۷) صحیح مسلم: كتاب المساجد: باب استحباب الابراد بالظهر فى شدة الحر (۶۱۷) مسند احمد (۲/۴۶۲)]

⑥ [صحیح: صحیح بخاری: كتاب الصلاة: باب الابراد بالظهر فى شدة الحر (۵۳۶) صحیح مسلم: كتاب المساجد: باب استحباب الابراد بالظهر فى شدة الحر (۶۱۵) مسند احمد (۲/۲۲۹)]

بہت بڑے مہربان نہایت رحم کرنے والے اللہ کے نام سے شروع

زیادتی کی چاہت نے تمہیں غافل کر دیا ○ یہاں تک کہ تم قبرستان جا پہنچے ○ نہیں نہیں تم معلوم کر لو گے ○ اور ابھی ابھی تمہیں علم ہو جائے گا ○ یوں نہیں اگر تم یقینی طور پر جان لیتے ○ بیشک تم جہنم کو دیکھ لو گے ○ اور تم اسے یقین کی آنکھ سے دیکھ لو گے ○ پھر اس دن تم سے ضرور ضرور نعمتوں کا سوال ہوگا ○

دنیا کی فکر اور آخرت سے لاپرواہی: ارشاد ہوتا ہے کہ دنیا کی محبت' اس کے پا لینے کی کوشش نے تمہیں آخرت کی طلب اور نیک کاموں سے بے پرواہ کر دیا' تم اسی دنیا کی ادھیڑ بن میں رہے کہ اچانک موت آ گئی اور تم قبروں میں پہنچ گئے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اطاعت پروردگار سے تم نے دنیا کی جستجو میں پھنس کر بے رغبتی کر لی اور مرتے دم تک غفلت برتی (ابن ابی حاتم) [1] حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں مال اور اولاد کی زیادتی کی ہوس میں موت کا خیال پرے پھینک دیا۔ صحیح بخاری کتاب الرقاق میں ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم ﴿لَوْ كَانَ لِابْنِ آدَمَ وَادٍ مِّنْ ذَهَبٍ﴾ [2] یعنی اگر ابن آدم کے پاس ایک جنگل بھر کر سونا ہو' اسے قرآن کی آیت ہی سمجھتے رہے' یہاں تک کہ ﴿أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ﴾ نازل ہوئی' مسند احمد میں ہے حضرت عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں جناب رسول ﷺ کی خدمت میں جب آیا تو آپ اس آیت کو پڑھ رہے تھے آپ نے فرمایا ابن آدم کہتا رہتا ہے کہ میرا مال میرا مال۔ حالانکہ تیرا مال صرف وہ ہے جسے تو نے کھا کر فنا کر دیا یا پہن کر پھاڑ دیا یا صدقہ دے کر باقی رکھ لیا۔ [3] صحیح مسلم شریف میں اتنا اور زیادہ ہے کہ اس کے سوا جو کچھ ہے اسے تو تو لوگوں کیلئے چھوڑ چھاڑ کر چل دے گا۔ [4] بخاری کی حدیث میں ہے میت کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں جن میں سے دو تو پلٹ آتی ہیں صرف ایک ساتھ رہ جاتی ہے' گھر والے' مال اور اعمال۔ اہل و مال تو لوٹ آئے عمل ساتھ رہ گئے [5] مسند احمد کی حدیث میں ہے ابن آدم بوڑھا ہو جاتا ہے لیکن دو چیزیں اس کے ساتھ باقی رہ جاتی ہیں لالچ اور امنگ [6] حضرت ضحاک رحمہ اللہ نے ایک شخص کے ہاتھ میں ایک درہم دیکھ کر پوچھا یہ درہم کس کا ہے؟

---

[1] [ضعیف ولا اصل لہ : الدر المنثور للسیوطی ، ابن ابی حاتم] اس کی سند میں خالد بن عبدالدائم راوی ضعیف ہے۔ اسی طرح زکریا بن یحییٰ کو بھی صالح جزرہ نے کذاب کہا ہے، امام ابن عدی فرماتے ہیں کہ یہ حدیثیں گھڑا کرتا تھا۔ شیخ عبدالرزاق مہدی نے فرمایا ہے کہ اس کی مرفوعا کوئی اصل نہیں۔ حافظ زبیر علی زئی نے اس کی سند کو موضوع کہا ہے۔]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الرقاق : باب ما یتقی من فتنته المال (٦٤٤٠)]

[3] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الزهد : باب الدنیا سجن المؤمن وجنة الکافر (٢٩٥٨) ترمذی : کتاب التفسیر (٣٣٥٤) مسند احمد (٢٤/٤)]

[4] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الزهد : باب الدنیا سجن المؤمن وجنة الکافر (٢٩٥٩)]

[5] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الرقاق : باب سکرات الموت (٦٥١٤) صحیح مسلم : کتاب الزهد : باب الدنیا سجن المؤمن وجنة الکافر (٢٩٦٠)]

[6] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الرقاق : باب من بلغ ستین سنة فقد اعذر الله الیه فی العمر (٦٤٢١) صحیح مسلم : کتاب الزکاة : باب کراهة الحرص علی الدنیا (١٠٤٧) مسند احمد (١١٥/٣)]

اس نے کہا میرا' فرمایا تیرا تو اس وقت ہوگا کہ کسی نیک کام میں خرچ کردے یا بطور شکر رب کے خرچ کر' حضرت احنف رحمہ اللہ نے اس واقعہ کو بیان کر کے پھر یہ شعر پڑھا:

أَنْتَ لِلْمَالِ إِذَا أَمْسَكْتَهُ ۔۔۔ فَإِذَا أَنْفَقْتَهُ فَالْمَالُ لَكَ

یعنی جب کہ تو مال کو لئے بیٹھا ہے تو تو مال کی ملکیت ہے ہاں جب اسے خرچ کردے گا اس وقت مال تیری ملکیت میں ہو جائے گا۔ ابن بریدہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں بنو حارثہ اور بنو حارث انصار کے قبائل آپس میں فخر و غرور کرنے لگے ایک کہتا دیکھو ہم میں فلاں شخص ایسا بہادر ایسا جیوٹ یا اتنا بڑا مالدار وغیرہ ہے' دوسرے قبیلے والے اپنے میں سے ایسوں کو پیش کرتے تھے' جب زندوں کے ساتھ یہ فخر و مباہات کر چکے تو کہنے لگے آؤ قبرستان میں چلیں وہاں جا کر اپنے اپنے مردوں کی قبروں کی طرف اشارے کر کے کہنے لگے بتلاؤ اس جیسا بھی تم میں کوئی گزرا ہے؟ وہ انہیں اپنے مردوں کے ساتھ الزام دینے لگے اس پر یہ دونوں ابتدائی آیتیں اتریں کہ تم فخر و مباہات کرتے ہوئے قبرستان میں پہنچ گئے اور اپنے مردوں پر بھی فخر و غرور کرنے لگے۔ چاہیے تھا کہ یہاں آ کر عبرت حاصل کرتے اپنا مرنا اور سڑنا گلنا یاد کرتے۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لوگ اپنی زیادتی اور اپنی کثرت پر گھمنڈ کرتے تھے یہاں تک کہ ایک ایک ہو کر قبرستان میں پہنچ گئے۔ مطلب یہ ہے کہ بہتات کی چاہت نے غفلت میں ہی رکھا یہاں تک کہ مر گئے اور قبروں میں دفن ہو گئے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ ایک اعرابی کی بیمار پرسی کیلئے گئے اور حسب عادت فرمایا کوئی ڈر خوف نہیں ان شاء اللہ گناہوں سے پاکیزگی حاصل ہوگی تو اس نے کہا آپ اسے خوب پاک بتلا رہے ہیں یہ تو وہ بخار ہے جو بوڑھے بڑوں پر جوش مارتا ہے اور قبرستان تک پہنچا کر رہتا ہے' آپ نے فرمایا اچھا پھر یوں ہی سہی۔ [1] اس حدیث میں بھی لفظ "تُزِيرُهُ الْقُبُورَ" ہے اور یہاں قرآن میں ﴿زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ﴾ ہے پس معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد مر کر قبر میں دفن ہونا ہی ہے۔ ترمذی میں ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ جب تک یہ آیت نہ اتری ہم عذاب قبر کے بارے میں شک میں ہی رہے۔ [2] یہ حدیث غریب ہے' ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اس آیت کی تلاوت کی پھر کچھ دیر سوچ کر فرمانے لگے میمون! قبروں کو دیکھنا تو صرف بطور زیارت ہے اور ہر زیارت کرنے والا اپنی جگہ لوٹ جاتا ہے' یعنی خواہ جنت کی طرف خواہ دوزخ کی طرف' ایک اعرابی نے بھی ایک شخص کی زبانی ان دونوں آیتوں کی تلاوت سن کر یہی فرمایا تھا کہ اصل مقام اور ہی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ دھمکاتے ہوئے دو دو مرتبہ فرماتا ہے کہ حقیقت حال کا علم تمہیں ابھی ہو جائے گا' یہ مطلب بھی بیان کیا گیا ہے کہ پہلے کفار مراد ہیں دوبارہ مومن مراد ہیں' پھر فرماتا ہے کہ اگر تم علم یقین کے ساتھ اسے معلوم کر لیتے' یعنی اگر ایسا ہوتا تو تم غفلت میں نہ پڑتے اور مرتے دم تک اپنی آخری منزل

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب المرض: باب عیادۃ الاعراب (٥٦٥٦)]

[2] [ضعیف: ترمذی: کتاب التفسیر: باب و من سورۃ الھکم التکاثر (٣٣٥٥)] امام ترمذیؒ نے اسے غریب کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے ضعیف کہتے ہیں۔ [ضعیف ترمذی] شیخ عبدالرزاق مہدی اور حافظ زبیر علی زئی نے بھی اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔ اس کی سند میں حجاج بن ارطاۃ راوی ضعیف ہے۔]

آخرت سے غافل نہ رہتے، پھر جس چیز سے پہلے دھمکایا تھا اسی کا بیان کر رہا ہے کہ تم جہنم کو اپنی ان آنکھوں سے دیکھ لوگے کہ اس کی ایک ہی جنبش کے ساتھ اور تو اور انبیاء علیہم السلام بھی ہیبت و خوف کے مارے گھٹنوں کے بل گر جائیں گے، اس کی عظمت اور دہشت ہر دل پر چھائی ہوئی ہوگی، جیسے کہ بہت سی احادیث میں بتفصیل مروی ہے، پھر فرمایا کہ اس دن تم سے نعمتوں کی باز پرس ہوگی، صحت، امن، رزق وغیرہ تمام نعمتوں کی نسبت سوال ہوگا کہ ان کا شکر کہاں تک ادا کیا، ابن ابی حاتم کی ایک غریب حدیث میں ہے کہ ٹھیک دوپہر کو رسول اللہ ﷺ اپنے گھر سے چلے تو دیکھا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی مسجد میں آ رہے ہیں پوچھا کہ اس وقت کیسے نکلے ہو؟ حضور ﷺ جس چیز نے آپ کو نکالا ہے اسی نے مجھے بھی نکالا ہے، اتنے میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی آ گئے ان سے بھی حضور ﷺ نے یہی سوال کیا اور آپ نے بھی یہی جواب دیا پھر حضور ﷺ نے ان دونوں بزرگوں سے باتیں کرنی شروع کیں، پھر فرمایا اگر ہمت ہو تو اس باغ تک چلے چلو کھانا پینا مل ہی جائے گا اور سائے دار جگہ بھی، ہم نے کہا بہت اچھا پس آپ ہمیں لے کر ابوالہیثم انصاری رضی اللہ عنہ کے باغ کے دروازے پر آئے آپ نے سلام کیا اور اجازت چاہی، ام ہیثم انصاریہ رضی اللہ عنہا دروازے کے پیچھے ہی کھڑی سن رہی تھیں لیکن اونچی آواز سے جواب نہیں دیا اس لالچ سے کہ اللہ کے رسول اور زیادہ سلامتی کی دعا کریں اور کئی کئی مرتبہ آپ کا سلام سنیں جب تین مرتبہ حضور ﷺ سلام کر چکے اور کوئی جواب نہ ملا تو آپ واپس چل دیئے، اب تو حضرت ابوالہیثم کی بیوی صاحبہ دوڑیں اور کہا حضور ﷺ میں آپ کی آواز سن رہی تھی لیکن میرا ارادہ تھا کہ اللہ کرے آپ کئی کئی مرتبہ سلام کریں اس لئے میں نے اپنی آواز آپ کو نہ سنائی آپ آیئے تشریف لے چلئے آپ نے ان کے اس فعل کو اچھی نظروں سے دیکھا، پھر پوچھا کہ ابوالہیثم خود کہاں ہے؟ مائی صاحبہ نے فرمایا حضور ﷺ وہ بھی یہیں قریب سے پانی لینے گئے ہیں، آپ تشریف لایئے ان شاء اللہ تشریف لاتے ہی ہوں گے، حضور ﷺ باغ میں رونق افروز ہوئے، مائی صاحبہ نے ایک سایہ دار درخت تلے کچھ بچھا دیا جس پر آپ بیٹھ گئے، اتنے میں حضرت ابوالہیثم رضی اللہ عنہ بھی آ گئے بے حد خوش ہوئے آنکھوں کو ٹھنڈک اور دل سکون کو نصیب ہوا اور جلدی جلدی ایک کھجور کے درخت پر چڑھ گئے اور اچھے اچھے خوشے اتار اتار کر دینے لگے یہاں تک کہ خود آپ نے روک دیا صحابی نے کہا یا رسول اللہ ﷺ گیلی اور تر اور بالکل پکی اور جس طرح چاہیں تناول فرمائیں، جب کھجوریں کھا چکے تو میٹھا پانی لائے جسے پیا پھر حضور ﷺ فرمانے لگے یہی وہ نعمتیں ہیں جن کے بارے میں اللہ کے ہاں پوچھے جاؤ گے [1] ابن جریر کی اسی حدیث میں ہے کہ ابوبکر، عمر رضی اللہ عنہما بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کے پاس حضور ﷺ آئے اور پوچھا کہ یہاں کیسے بیٹھے ہو؟ دونوں نے کہا حضور ﷺ بھوک کے مارے گھر سے نکل کھڑے ہوئے ہیں۔ فرمایا اس اللہ کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے میں بھی اسی وجہ سے اس وقت نکلا ہوں۔ اب آپ انہیں لے کر چلے اور ایک انصاری کے گھر آئے ان کی بیوی صاحبہ مل گئیں پوچھا کہ تمہارے میاں

---

[1] [اسنادہ ضعیف : اس کی سند میں عبداللہ بن عیسیٰ راوی ضعیف ہے۔ شیخ عبدالرزاق مہدی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

کہاں گئے ہیں؟ کہا گھر کیلئے میٹھا پانی لانے گئے ہیں۔ اتنے میں تو وہ مشک اٹھائے آ ہی گئے' خوش ہو گئے اور کہنے لگے مجھ سے خوش قسمت آج کوئی بھی نہیں جس کے گھر اللہ کے نبی ﷺ تشریف لائے ہیں' مشک تو لٹکا دی اور خود جا کر کھجوروں کے تازہ تازہ خوشے لے آئے آپ نے فرمایا چن چن کر الگ کر کے لاتے تو جواب دیا کہ حضور ﷺ میں نے چاہا کہ آپ اپنی طبیعت کے مطابق اپنی پسند سے چن لیں اور نوش فرمالیں' پھر چھری ہاتھ میں اٹھائی کہ کوئی جانور ذبح کر کے گوشت پکائیں تو آپ نے فرمایا دودھ دینے والے جانور ذبح نہ کرنا چنانچہ اس نے ذبیحہ کیا آپ نے وہیں کھانا کھایا پھر فرمانے لگے دیکھو! بھوکے گھر سے نکلے اور پیٹ بھر کر جا رہے ہیں یہی وہ نعمتیں ہیں جن کے بارے میں قیامت کے دن سوال ہو گا۔ (1) رسول اللہ ﷺ کے آزاد غلام حضرت ابوعسیب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رات کو رسول اللہ ﷺ نے مجھے آواز دی میں نکلا تو پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بلایا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا پھر کسی انصاری کے باغ میں گئے' اور اس سے فرمایا لا بھائی کھانے کو دو' وہ انگور کے خوشے اٹھا لائے اور آپ کے سامنے رکھ دیئے آپ نے اور آپ کے ساتھیوں نے کھائے' پھر فرمایا ٹھنڈا پانی پلاؤ' وہ لائے آپ نے پیا پھر فرمانے لگے قیامت کے دن اس سے باز پرس ہو گی' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خوشہ اٹھا کر زمین پر دے مارا اور کہنے لگے اس کے بارے میں بھی اللہ کے ہاں پرسش ہو گی' آپ نے فرمایا ہاں صرف تین چیزوں کی پرسش نہیں۔ پردہ پوشی کے لائق کپڑا' بھوک روکنے کے قابل ٹکڑا اور سردی گرمی میں سر چھپانے کیلئے مکان (مسند احمد) (2) مسند کی ایک اور حدیث میں ہے کہ جب یہ سورت نازل ہوئی اور حضور ﷺ نے پڑھ کر سنائی تو صحابہ رضی اللہ عنہم کہنے لگے ہم سے کس نعمت کا سوال ہو گا؟ کھجوریں کھا رہے ہیں اور پانی پی رہے ہیں' تلواریں گردنوں میں لٹکا رہے ہیں اور دشمن سر پر کھڑا ہے' آپ نے فرمایا گھبراؤ نہیں عنقریب نعمتیں آ جائیں گی۔ (3) حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم بیٹھے ہوئے تھے جو حضور ﷺ آئے اور نہائے ہوئے معلوم ہوتے تھے ہم نے کہا حضور ﷺ اس وقت تو آپ خوش وخرم نظر آتے ہیں' آپ نے فرمایا ہاں پھر لوگ تونگری کا ذکر کرنے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کے دل میں اللہ کا خوف ہو اس کیلئے تونگری کوئی بری چیز نہیں اور یاد رکھو متقی شخص کیلئے صحت تونگری سے بھی اچھی ہے اور خوش نفسی بھی اللہ کی نعمت ہے (مسند احمد) (4) ابن ماجہ میں بھی یہ حدیث ہے' ترمذی شریف میں ہے نعمتوں کے سوال میں قیامت والے دن سب سے پہلے یہ کہا جائے گا کہ ہم نے تجھے صحت نہیں دی تھی اور ٹھنڈے پانی سے

---

(1) [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الاشربه : باب جواز استتباعه غیره (۲۰۳۸)]

(2) [حسن : مسند احمد (۵/۸۱) مجمع الزوائد (۱۰/۲۶۷)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ حافظ زبیر علی زئی اسے حسن کہتے ہیں۔]

(3) [حسن : مسند احمد (۵/۴۲۹)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اس میں محمد بن عمرو راوی ہے، اس کی حدیث حسن ہے۔ [مجمع الزوائد (۱۴۵/۷)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (۱۴۰۵)]

(4) [صحیح : مسند احمد (۵/۳۷۲) ابن ماجه : كتاب التجارات : باب الحث على المكاسب (۲۱۴۱)] حافظ بوصیریؒ اور شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[الزوائد (۱۵۸/۲) صحیح ابن ماجه]

تجھے آسودہ نہیں کیا کرتے تھے؟ ① ابن ابی حاتم کی روایت میں ہے کہ اس آیت ﴿ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ﴾ الخ، کو سن کر صحابہ رضی اللہ عنہم کہنے لگے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم تو جو کی روٹی اور وہ بھی آدھا پیٹ کھا رہے ہیں تو اللہ کی طرف سے وحی آئی کہ کیا تم پیر بچانے کیلئے نہیں پہنتے اور کیا تم ٹھنڈے پانی نہیں پیتے؟ یہی قابل پرسش نعمتیں ہیں۔ ② اور روایت میں ہے کہ امن اور صحت کے بارے میں سوال ہوگا ③ پیٹ بھر کھانے، ٹھنڈے پانی، سائے دار گھروں، میٹھی نیند کے بارے میں بھی سوال ہوگا۔ ④ شہد پینے، لذت حاصل کرنے، صبح وشام کے کھانے، گھی شہد اور میدے کی روٹی وغیرہ، غرض ان تمام نعمتوں کے بارے میں اللہ کے ہاں سوال ہوگا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ بدن کی صحت، کانوں اور آنکھوں کی صحت کے بارے میں بھی سوال ہوگا کہ ان طاقتوں سے کیا کیا کام کئے۔ جیسے قرآن کریم میں ہے ﴿اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا﴾ ⑤ ہر شخص سے اس کے کان، اس کی آنکھ اور اس کے دل کے بارے میں بھی پوچھ گچھ ہوگی۔ صحیح بخاری وغیرہ کی حدیث میں ہے دو نعمتوں کے بارے میں لوگ بہت ہی غفلت برت رہے ہیں۔ صحت اور فراغت ⑥ یعنی نہ تو ان کا پورا شکر ادا کرتے ہیں نہ ان کی عظمت کو جانتے ہیں نہ انہیں اللہ کی مرضی کے مطابق صرف کرتے ہیں۔ بزار میں ہے تہہ بند کے سوا، سائے دار دیواروں کے سوا، اور روٹی کے ٹکڑوں کے سوا ہر چیز کا قیامت کے دن حساب دینا پڑے گا۔ ⑦ مسند احمد کی مرفوع حدیث میں ہے کہ اللہ عزوجل قیامت کے دن کہے گا اے ابن آدم! میں نے تجھے گھوڑوں پر اور اونٹوں پر سوار کرایا۔ عورتیں تیرے نکاح میں دیں تجھے مہلت دی کہ تو ہنسی خوشی آرام وراحت سے زندگی گزارے اب بتا کہ اس کا شکر یہ کہاں ہے؟ ⑧ اللہ کے فضل وکرم سے سورۂ تکاثر کی تفسیر ختم ہوئی۔ فالحمدللہ۔

تفسیر سورۃ العصر

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی مسیلمہ کذاب سے ملاقات اور گفتگو: حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اپنے مسلمان ہونے سے پہلے ایک مرتبہ مسیلمہ کذاب سے ملے۔ اس نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کر رکھا تھا۔ عمرو رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر پوچھنے لگا کہو

---

① [صحیح: ترمذی: کتاب التفسیر: باب ومن سورة التکاثر (٣٣٥٨) مستدرك حاکم (١٣٨/٤)] امام حاکم اور امام ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ البانی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی]

② [اسنادہ ضعیف: الدر المنثور للسیوطی (٦٦١/٦)] اس میں حفص بن عمر راوی ضعیف ہے۔]

③ [اسنادہ ضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (٢٨٥/٣٠)] اس میں شراحیل اور ابن مسعود کے درمیان انقطاع ہے۔]

④ [اسنادہ ضعیف: ابن ابی حاتم] شیخ عبدالرزاق مہدی اس سند کو باطل کہتے ہیں۔]

⑤ [سورة بنی اسرائیل: آیت ٣٦]

⑥ [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الرقاق: باب الصحة والفراغ (٦٤٢١) ترمذی: کتاب الزهد: باب الصحة والفراغ نعمتان مغبون فیها کثیر من الناس (٢٣٠٤) ابن ماجه: کتاب الزهد (٤١٧٠)]

⑦ [اسنادہ ضعیف: مسند بزار (٣٦٤٣)] اس میں لیث بن ابی سلیم راوی ضعیف ہے۔]

⑧ [صحیح: مسند احمد (٤٩٢/٢) واصله فی صحیح مسلم: کتاب الزهد (٢٩٦٨)]

اس مدت میں تمہارے نبی ﷺ پر بھی کوئی وحی نازل ہوئی ہے' حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ایک مختصر سی نہایت فصاحت والی سورت اتری ہے پوچھا وہ کیا ہے؟ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے سورہ والعصر پڑھ کر سنا دی۔ مسیلمہ ذرا دیر سوچتا رہا پھر کہنے لگا۔ عمرو! دیکھو مجھ پر بھی اسی جیسی سورت اتری ہے عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا وہ کیا؟ کہا یہ "یَا وَبَرُ یَا وَبَرُ اِنَّمَا اَنْتَ اُذُنَانِ وَصَدْرٌ وَسَائِرُكَ حَفَرٌ نَقَرٌ" پھر کہنے لگا عمرو رضی اللہ عنہ کہو تمہارا کیا خیال ہے؟ عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا میرا خیال تو تو خود ہی جانتا ہے کہ مجھے تیرے جھوٹے ہونے کا علم ہے۔ [1] وبر بلی جیسا ایک جانور ہے اس کے دونوں کان ذرا بڑے ہوتے ہیں اور سینہ بھی۔ باقی جسم بالکل حقیر اور واہیات ہوتا ہے۔ اس کذاب نے ایسی فضول گوئی اور بکواس کے ساتھ اللہ کے کلام کا معارضہ کرنا چاہا جسے سن کر عرب کے بت پرست لوگوں نے بھی اس کا کاذب اور مفتری ہونا سمجھ لیا۔ طبرانی میں ہے کہ دو صحابیوں رضی اللہ عنہما کا یہ دستور تھا کہ جب ملتے ایک اس سورت کو پڑھتا دوسرا سنتا پھر سلام کر کے رخصت ہو جاتے [2] حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر لوگ اس سورت کو غور و تدبر سے پڑھیں اور سمجھیں تو صرف یہی ایک سورت کافی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
وَالْعَصْرِ ۙ﴿۱﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۙ﴿۲﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا
بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ﴿۳﴾

ع ۲۸

اللہ تعالیٰ بہت بڑی بخشش کرنے والے بہت بڑے رحم والے کے نام سے شروع

زمانے کی قسم! ○ بے شک و بالیقین انسان نقصان میں ہے ○ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے اور جنہوں نے آپس میں حق کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کی ○

خسارے سے نجات پانے والے کون؟ عصر سے مراد زمانہ ہے جس میں انسان نیکی بدی کے کام کرتا ہے' حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ نے اس سے مراد عصر کی نماز یا عصر کی نماز کا وقت بیان کیا ہے لیکن مشہور پہلا قول ہی ہے' اس قسم کے بعد بیان فرماتا ہے کہ انسان نقصان میں' ٹوٹے میں اور ہلاکت میں ہے' ہاں اس نقصان سے بچنے والے وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں ایمان ہو' اعمال میں نیکیاں ہوں' حق کی وصیتیں کرنے والے ہوں یعنی نیکی کے کام کرنے کی' حرام کاموں سے رکنے کی ایک دوسرے کو تاکید کرتے ہوں' قسمت کے لکھے پر مصیبتوں کی برداشت پر صبر کرتے ہوں اور دوسروں کو بھی اسی کی تلقین کرتے ہوں۔ ساتھ ہی بھلی باتوں کا حکم کرنے اور بری باتوں سے روکنے میں لوگوں کی طرف سے جو بلائیں اور تکلیفیں پہنچیں تو ان کو بھی برداشت کرتے ہوں اور اسی کی تلقین اپنے ساتھیوں کو بھی کرتے ہوں یہ ہیں جو اس صریح نقصان سے مستثنیٰ ہیں۔ سورۂ والعصر کی تفسیر بحمد للہ ختم ہوئی۔

---

[1] [اسنادہ ضعیف : الخرائطی فی مساوئ الاخلاق (۱۷۳)] اس میں عبداللہ بن صالح راوی ضعیف ہے۔]

[2] [اسنادہ ضعیف : طبرانی اوسط (۵۱۲۰)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

تفسیر سورہ ہمزۃ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَیۡلٌ لِّکُلِّ ہُمَزَۃٍ لُّمَزَۃِۣ ۙ﴿۱﴾ الَّذِیۡ جَمَعَ مَالًا وَّ عَدَّدَہٗ ۙ﴿۲﴾ یَحۡسَبُ اَنَّ مَالَہٗۤ اَخۡلَدَہٗ ۚ﴿۳﴾
کَلَّا لَیُنۡۢبَذَنَّ فِی الۡحُطَمَۃِ ۫﴿ۖ۴﴾ وَ مَاۤ اَدۡرٰىکَ مَا الۡحُطَمَۃُ ؕ﴿۵﴾ نَارُ اللّٰہِ الۡمُوۡقَدَۃُ ۙ﴿۶﴾ الَّتِیۡ
تَطَّلِعُ عَلَی الۡاَفۡـِٕدَۃِ ؕ﴿۷﴾ اِنَّہَا عَلَیۡہِمۡ مُّؤۡصَدَۃٌ ۙ﴿۸﴾ فِیۡ عَمَدٍ مُّمَدَّدَۃٍ ٪﴿۹﴾

اللہ تعالٰی کے نام سے شروع جو بہت بخشش کرنے والا نہایت مہربان ہے

بڑی خرابی ہے ہر ایسے شخص کو جو عیب ٹٹولنے والا غیبت کرنے والا ہو ○ جو مال کو جمع کرتا جائے اور گنتا جائے ○ سمجھے کہ اس کا مال اسے ہمیشہ کی زندگی دے دے گا ○ نہیں نہیں یہ تو توڑ پھوڑ دینے والی آگ میں پھینکا جائے گا ○ تجھے کیا معلوم کہ ایسی آگ کیا ہے؟ ○ یہ اللہ کی سلگائی ہوئی آگ ہے ○ جو دلوں پر چڑھے چلی جاتی ہے ○ جو ان پر ہر طرف سے بند کی ہوئی ہے ○ بڑے بڑے لمبے ستونوں میں ○

مال ہمیشہ کی زندگی نہیں دے سکتا: اللہ تعالٰی فرماتا ہے کہ زبان سے لوگوں کی عیب گیری کرنے والا اپنے کاموں سے دوسروں کی حقارت کرنے والا خرابی والا شخص ہے۔ ﴿هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيۡمٍ﴾ [1] کی تفسیر بیان ہو چکی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس سے مراد طعنہ دینے والا غیبت کرنے والا ہے۔ ربیع بن انس رحمہ اللہ کہتے ہیں سامنے برا کہنا تو ہمز ہے اور پیٹھ پیچھے عیب بیان کرنا لمز ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں زبان سے اور آنکھ کے اشاروں سے بندگان اللہ کو ستانا اور چڑانا مراد ہے کہ کبھی تو ان کا گوشت کھائے یعنی غیبت کرے اور کبھی ان پر طعنہ زنی کرے مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہمز ہاتھ اور آنکھ سے ہوتا ہے اور لمز زبان سے۔ بعض کہتے ہیں اس سے مراد اخنس بن شریق کافر ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ آیت عام ہے۔ پھر فرمایا جو جمع کرتا جاتا ہے اور گن گن کر رکھتا جاتا ہے۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿وَجَمَعَ فَاَوۡعٰى﴾ [2] حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پھر تو مال کمانے کی ہائے وائے میں لگا رہا اور رات کو سڑی بھسی لاش کی طرح پڑا رہا' اس کا خیال یہ ہے کہ اس کا مال اسے ہمیشہ دنیا میں رکھے گا حالانکہ واقعہ یوں نہیں بلکہ یہ بخیل اور لالچی انسان جہنم کے اس طبقے میں گرے گا جو ہر اس چیز کو جو اس میں گرے چور چور کر دیتا ہے' پھر فرماتا ہے یہ توڑ پھوڑ کرنے والی کیا چیز ہے؟ اس کا حال اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں معلوم نہیں' یہ اللہ کی سلگائی ہوئی آگ ہے جو دلوں پر چڑھ جاتی ہے جلا کر بھسم کر دیتی ہے لیکن مرتے نہیں' حضرت ثابت بنانی رحمہ اللہ جب اس آیت کی تلاوت کر کے اس کا یہ معنی بیان کرتے تو رو دیتے اور کہتے انہیں عذاب نے بڑا ستایا' محمد بن کعب رحمہ اللہ فرماتے ہیں آگ جلاتی ہوئی حلق تک پہنچ جاتی ہے پھر لوٹتی پھر پہنچتی ہے' یہ آگ ان پر چاروں

---

[1] [سورۃ القلم : آیت ۱۱]

[2] [سورۃ المعارج : آیت ۱۸]

طرف سے بند کردی گئی ہے جیسے کہ سورۂ بلد کی تفسیر میں گزرا۔ ایک مرفوع حدیث میں بھی یہ ہے [1] اور دوسرا طریق اس کا موقوف ہے۔ لوہا جو مثل آگ کے ہے اس کے ستونوں میں یہ لمبے لمبے دروازے ہیں' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں بِعَمَدٍ مروی ہے' ان دوزخیوں کی گردنوں میں زنجیریں ہوں گی یہ لمبے لمبے ستونوں میں جکڑے ہوئے ہوں گے اور اوپر سے دروازے بند کردیئے جائیں گے' ان آگ کے ستونوں میں انہیں بدترین عذاب کئے جائیں گے۔ ابوصالح رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی وزنی بیڑیاں اور قید و بند ان کیلئے ہوگی' اس سورت کی تفسیر بھی اللہ کے فضل و کرم سے پوری ہوئی فالحمدللہ۔

تفسیر سورة الفیل

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۝1 اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ۝2
وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۝3 تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ۝4 فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ
مَّاْكُوْلٍ ۝5

اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والے مہربانی کرنے والے کے نام سے شروع

کیا تو نے نہ دیکھا کہ تیرے رب نے ہاتھی والوں سے کیا کیا؟ ○ ان کے مکر کو بیکار نہیں کیا ○ اور ان پر پرندوں کے جھرمٹ بھیج دیئے ○ جو انہیں مٹی اور پتھر کی کنکریاں مار رہے تھے ○ پس انہیں کھائی ہوئی بھوسی کی طرح کر دیا ○

ابرہہ کے لشکر کا انجام: اللہ رب العزت نے قریش پر جو اپنی خاص نعمت انعام فرمائی تھی اس کا ذکر کر رہا ہے کہ جس لشکر نے ہاتھیوں کو ساتھ لے کر کعبے کو ڈھانے کیلئے چڑھائی کی تھی اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے کہ وہ کعبے کے وجود کو مٹائیں ان کا نام و نشان مٹا دیا۔ ان کی تمام فریب کاریاں ان کی تمام قوتیں سلب کرلیں' برباد و غارت کر دیا۔ یہ لوگ مذہباً نصرانی تھے لیکن دین مسیح کو مسخ کر دیا تھا تقریباً بت پرست ہو گئے تھے' انہیں اس طرح نامراد کرنا یہ گویا پیش خیمہ تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا اور اطلاع تھی آپ کی آمد آمد کی' حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی سال تولد ہوئے تھے' اکثر تاریخ داں حضرات کا یہی قول ہے تو گویا رب العالمین فرما رہا ہے کہ اے قریشیو! حبشہ کے اس لشکر پر تمہیں فتح تمہاری بھلائی کی وجہ سے نہیں دی گئی تھی بلکہ اس میں ہمارے گھر کا بچاؤ تھا جسے ہم شرف بزرگی' عظمت و عزت میں اپنے آخرالزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے بڑھانے والے تھے' غرض اصحاب فیل کا مختصر واقعہ تو یہ ہے جو بیان ہوا اور مطول واقعہ اصحاب الاخدود کے بیان میں گزر چکا ہے کہ قبیلہ حمیر کا آخری بادشاہ ذونواس جو مشرک تھا جس نے اپنے زمانے کے مسلمانوں کو کھائیوں میں قتل کیا تھا جو سچے نصرانی تھے اور تعداد میں تقریباً بیس ہزار تھے سارے

[1] [اسنادہ ضعیف: ابن مردویہ] اس کی سند میں علی بن سراج راوی ضعیف ہے۔]

کے سارے ہی شہید کردیئے گئے تھے' دوس ذو ثعلبان ایک بچا جو ملک شام جا پہنچا اور قیصر روم سے فریاد رسی چاہی۔ یہ بادشاہ نصرانی مذہب پر تھا اس نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کو لکھا کہ اس کے ساتھ اپنی پوری فوج کردو اس لئے کہ یہاں سے دشمن کا ملک قریب تھا اس بادشاہ نے ارباط اور ابویکسوم ابرہہ بن صباح کو امیر لشکر بنا کر بہت بڑا لشکر دے کر دونوں کو اس کی سرکوبی کیلئے روانہ کیا یہ لشکر یمن پہنچا اور یمن کو اور یمنیوں کو تخت وتاراج کردیا' ذونواس بھاگ کھڑا ہوا اور دریا میں ڈوب کر مر گیا اور ان لوگوں کی سلطنت کا خاتمہ ہوگیا اور سارے یمن پر شاہ حبشہ کا قبضہ ہوگیا اور یہ دونوں سردار یہاں رہنے سہنے لگے لیکن کچھ تھوڑی ہی مدت کے بعد ان میں ناچاقی ہوگئی آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ دونوں نے آمنے سامنے صفیں باندھ لیں اور لڑنے کیلئے نکل آئے' عام حملہ ہو اس سے پیشتر ان دونوں سرداروں نے آپس میں کہا کہ فوجوں کو لڑانے اور لوگوں کو قتل کرانے کی کیا ضرورت' آؤ ہم تم دونوں میدان میں نکلیں اور ایک دوسرے سے لڑ کر فیصلہ کرلیں' جو زندہ بچ جائے ملک وفوج اسی کی۔ چنانچہ یہ بات طے ہوگئی اور دونوں میدان میں نکل آئے' ارباط نے ابرہہ پر حملہ کیا اور تلوار کے ایک ہی وار سے چہرہ خونا خون کردیا ناک' ہونٹ اور منہ کٹ گیا' ابرہہ کے غلام عتودہ نے اس موقعہ پر ارباط پر ایک بے پناہ حملہ کیا اور اسے قتل کردیا ابرہہ زخمی ہوکر میدان سے زندہ واپس گیا' علاج معالجہ سے زخم اچھے ہوگئے اور یمن کا یہ مستقل بادشاہ بن بیٹھا۔ نجاشی شاہ حبشہ کو جب یہ واقعہ معلوم ہوا تو وہ سخت غصے ہوا اور ایک خط ابرہہ کو لکھا اسے بڑی لعنت ملامت کی اور کہا کہ قسم اللہ کی میں تیرے شہروں کو پامال کروں گا۔ اور تیری چوٹی کو کاٹ لاؤں گا' ابرہہ نے اس کا جواب نہایت عاجزی سے لکھا اور قاصد کو بہت سارے ہدیئے دیئے اور ایک تھیلی میں یمن کی مٹی بھردی اور اپنی پیشانی کے بال کاٹ کر اس میں رکھ دیئے' اور اپنے خط میں اپنے قصوروں کی معافی طلب کی اور لکھا کہ یہ یمن کی مٹی حاضر ہے اور چوٹی کے بال بھی' آپ اپنی قسم پوری کیجئے اور ناراضی معاف فرمایئے' اس سے شاہ حبشہ خوش ہوگیا اور یہاں کی سرداری اسی کے نام کردی' اب ابرہہ نے نجاشی کو لکھا کہ میں یہاں یمن میں آپ کیلئے ایک ایسا گرجا گھر تعمیر کررہا ہوں کہ اب تک دنیا میں ایسا نہ بنا ہو' اور اس کا گرجا گھر بنانا شروع کیا' بڑے اہتمام اور کروفر سے بہت اونچا' بہت مضبوط' بے حد خوبصورت اور منقش ومزین گرجا بنایا۔ اس قدر بلند تھا کہ چوٹی تک نظر ڈالنے والے کی ٹوپی گر پڑتی تھی اسی لئے عرب اسے قلیس کہتے تھے یعنی ٹوپی پھینک دینے والا۔ اب ابرہہ اشرم کو یہ سوجھی کہ لوگ بجائے کعبۃ اللہ کے حج کے اس کا حج کریں' اپنی ساری مملکت میں اس کی منادی کرادی عدنانیہ' اور قحطانیہ عرب کو یہ بہت برا لگا ادھر سے قریش بھی بھڑک اٹھے' تھوڑے دن میں کوئی شخص رات کے وقت اس کے اندر گھس گیا اور وہاں پاخانہ کرکے چلا آیا' چوکیداروں نے جب یہ دیکھا تو بادشاہ کو خبر پہنچائی اور کہا کہ یہ کام قریشیوں کا ہے چونکہ آپ نے ان کا کعبہ روک دیا ہے لہٰذا انہوں نے جوش وغضب میں آکر یہ حرکت کی ہے ابرہہ نے اسی وقت قسم کھالی کہ میں مکہ پہنچوں گا اور بیت اللہ کی اینٹ سے اینٹ بجادوں گا' ایک روایت میں یوں بھی ہے کہ چند من چلے نوجوان قریشیوں نے اس گرجا میں آگ لگادی تھی اور اس وقت ہوا بھی بہت تیز تھی سارا گرجا جل گیا اور منہ کے بل زمین

پر گر گیا اس پر ابرہہ نے بہت بڑا لشکر ساتھ لے کر مکہ پر چڑھائی کی تا کہ کوئی روک نہ سکے اور اپنے ساتھ ایک بڑا اونچا اور موٹا ہاتھی لیا جسے محمود کہا جاتا تھا جس جیسا ہاتھی اور نہ تھا' شاہ حبشہ نے یہ ہاتھی اس کے پاس اسی غرض سے بھیجا تھا' آٹھ یا بارہ ہاتھی اور بھی ساتھ تھے یہ کعبے کے ڈھانے کی نیت سے چلا یہ سوچ کر کہ کعبہ کی دیواروں میں مضبوط زنجیریں ڈال کر اور ہاتھیوں کی گردنوں میں ان زنجیروں کو باندھ دوں گا ہاتھی ایک ہی جھٹکے میں چاروں دیواریں بیت اللہ کی جڑ سے گرا دیں گے' جب اہل عرب کو یہ خبریں معلوم ہوئیں تو ان پر بڑا بھاری اثر پڑا' اور انہوں نے مصمم ارادہ کر لیا کہ خواہ کچھ بھی ہو ہم ضرور اس سے مقابلہ کریں گے اور اسے اس کی بدکرداری سے روکیں گے۔

ایک یمنی شریف سردار جو وہاں کے بادشاہوں کی اولاد میں سے تھا جسے ''ذونفر'' کہا جاتا تھا۔ یہ کھڑا ہو گیا اپنی قوم کو اور کل آس پاس کے عرب کو جمع کیا اور اس بدنیت بادشاہ سے مقابلہ کیا لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا عربوں کو شکست ہوئی اور ذونفر اس خبیث کے ہاتھ میں قید ہو گیا' اس نے اسے بھی ساتھ لیا اور مکہ شریف کی طرف بڑھا خثعم قبیلے کی زمین پر جب یہ پہنچا تو یہاں نفیل بن حبیب خثعمی نے اپنے لشکروں سے اس کا مقابلہ کیا لیکن ابرہہ نے انہیں بھی مغلوب کر لیا اور نفیل بھی قید ہو گیا' پہلے تو اس ظالم نے اسے قتل کرنا چاہا لیکن پھر قتل نہ کیا اور قید کر کے ساتھ لے لیا تا کہ راستہ بتائے۔ جب طائف کے قریب پہنچا تو قبیلہ ثقیف نے اس سے صلح کر لی کہ ایسا نہ ہو ان کے بت خانوں کو جس میں لات نامی بت تھا یہ توڑ دے۔ اس نے بھی ان کی بڑی آؤ بھگت کی۔ انہوں نے ابورغال کو اس کے ساتھ کر دیا کہ یہ تمہیں وہاں کا راستہ بتائے گا' ابرہہ جب مکے کے بالکل قریب مغمس کے پہنچا تو اس نے یہاں پڑاؤ کیا اس کے لشکر نے آس پاس مکہ والوں کے جو جانور اونٹ وغیرہ چر چگ رہے تھے سب کو اپنے قبضہ میں کیا ان جانوروں میں دو سو اونٹ تو صرف عبدالمطلب کے تھے۔ اسود بن مفصود جو اس کے لشکر کے ہراول کا سردار تھا اس نے ابرہہ کے حکم سے ان جانوروں کو لوٹا تھا جس پر عرب شاعروں نے اس کی ہجو میں اشعار تصنیف کئے ہوئے ہیں جو سیرۃ ابن اسحاق میں موجود ہیں' اب ابرہہ نے اپنا قاصد حناطہ حمیری مکہ والوں کے پاس بھیجا کہ مکہ کے سب سے بڑے سردار کو میرے پاس لاؤ اور یہ بھی اعلان کر دو کہ میں مکہ والوں سے لڑنے کو نہیں آیا میرا ارادہ صرف بیت اللہ کو گرانے کا ہے ہاں اگر مکہ والے اس کے بچانے کے درپے ہوئے تو لامحالہ مجھے ان سے لڑائی کرنی پڑے گی' حناطہ جب مکہ میں آیا اور لوگوں سے ملا جلا تو معلوم ہوا کہ یہاں کا بڑا سردار عبدالمطلب بن ہاشم ہے۔ یہ عبدالمطلب سے ملا اور شاہی پیغام پہنچایا جس کے جواب میں عبدالمطلب نے کہا واللہ! نہ ہمارا ارادہ اس سے لڑنے کا ہے نہ ہم میں اتنی طاقت ہے یہ اللہ کا حرمت والا گھر ہے اس کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندہ یادگار ہے۔ اللہ اگر چاہے گا تو اپنے گھر کی آپ حفاظت کرے گا ورنہ ہم میں تو ہمت وقوت نہیں۔ حناطہ نے کہا اچھا آپ میرے ساتھ بادشاہ کے پاس چلے چلئے۔ عبدالمطلب ساتھ ہو لئے۔ بادشاہ نے جب انہیں دیکھا تو ہیبت میں آ گیا۔ عبدالمطلب گورے چٹے' سڈول اور مضبوط قوی جسم والے حسین' جمیل انسان تھے دیکھتے ہی ابرہہ تخت سے نیچے اتر آیا اور فرش پر عبدالمطلب کے ساتھ بیٹھ گیا اور اپنے ترجمان سے کہا ان سے پوچھ کہ کیا چاہتا ہے؟ عبدالمطلب نے

کہا میرے دوسو اونٹ جو بادشاہ نے لے لئے ہیں انہیں واپس کردیا جائے بادشاہ نے کہا ان سے کہہ دے کہ پہلی نظر میں تو تیرا رعب مجھ پر پڑا تھا اور میرے دل میں تیری وقعت بیٹھ گئی لیکن پہلے ہی کلام میں تو نے سب کچھ کھو دی، اپنے دوسو اونٹ کی تو تجھے فکر ہے اور اپنے اور اپنی قوم کے دین کی تجھے فکر نہیں۔ میں تو تم لوگوں کا عبادت خانہ توڑنے اور اسے خاک میں ملانے کیلئے آیا ہوں۔ عبدالمطلب نے جواب دیا کہ سن بادشاہ کہ اونٹ تو میرے ہیں اس لئے انہیں بچانے کی کوشش میں ہوں اور خانہ کعبہ اللہ کا ہے وہ خود اسے بچالے گا۔ اس پر یہ سرکش کہنے لگا کہ اللہ بھی آج اسے میرے ہاتھ سے نہیں بچا سکتا۔ عبدالمطلب نے کہا بہتر ہے وہ جانے اور تو جان [1] یہ بھی مروی ہے کہ اہل مکہ نے تمام حجاز کا تہائی مال ابرہہ کو دینا چاہا کہ وہ اپنے اس بدارادہ سے باز آئے لیکن اس نے قبول نہ کیا، خیر عبدالمطلب تو اپنے اونٹ لے کر چل دیئے اور آ کر قریش کو حکم دیا کہ مکہ بالکل خالی کردو اور پہاڑوں میں چلے جاؤ۔ اب عبدالمطلب اپنے ساتھ چیدہ چیدہ لوگوں کو لے کر بیت اللہ میں آیا اور بیت اللہ کے دروازے کا کنڈا تھام کر رو رو کر اور گڑگڑا گڑگڑا کر دعائیں مانگنی شروع کیں کہ باری تعالیٰ ابرہہ اور اس کے خونخوار لشکر سے اپنے پاک اور ذی عزت گھر کو بچالے، عبدالمطلب نے اس وقت یہ دعائیہ اشعار پڑھے:

لَاهُمَّ اِنَّ الْمَرْءَ يَمْـ ... ـنَعُ رَحْلَهٗ فَامْنَعْ حِلَالَكَ

لَا يَغْلِبَنَّ صَلِيْبُهُمْ ... وَمَحَالُهُمْ اَبَدًا مَحَالَكَ

یعنی ہم بے فکر ہیں ہم جانتے ہیں کہ ہر گھر والا اپنے گھر کا بچاؤ آپ کرتا ہے اے اللہ تو بھی اپنے گھر کو اپنے دشمنوں سے بچا، یہ تو ہرگز نہیں ہوسکتا کہ ان کی صلیب اور ان کی ڈولیں تیری ڈولوں پر غالب آجائیں۔

اب عبدالمطلب نے بیت اللہ کے دروازے کا کنڈا ہاتھ سے چھوڑ دیا اور اپنے تمام ساتھیوں کو لے کر آس پاس کے پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ گیا، یہ بھی مذکور ہے کہ جاتے ہوئے قربانی کے سو اونٹ بیت اللہ کے گرد نشان لگا کر چھوڑ دیئے تھے اس نیت سے کہ اگر یہ بددین آئے اور انہوں نے اللہ کے نام کی قربانی کے ان جانوروں کو چھیڑا تو عذاب الٰہی ان پر اترے گا، دوسری صبح ابرہہ کے لشکر میں مکہ میں جانے کی تیاریاں ہونے لگیں، اپنا خاص ہاتھی جس کا نام محمود تھا اسے تیار کیا لشکر میں کمر بندی ہو چکی اور مکہ شریف کی طرف منہ اٹھا کر چلنے کی تیاری کی اس وقت نفیل بن حبیب جو اس سے راستے میں لڑا تھا اور اب بطور قیدی کے اس کے ساتھ تھا وہ آگے بڑھا اور شاہی ہاتھی کا کان پکڑ لیا اور کہا محمود بیٹھ جا اور جہاں سے آیا ہے وہیں خیریت کے ساتھ چلا جا تو اللہ تعالیٰ کے محترم شہر میں ہے یہ کہہ کر کان چھوڑ دیا اور بھاگ کر قریب کی پہاڑ میں جا چھپا، محمود ہاتھی یہ سنتے ہی بیٹھ گیا۔ اب ہزار جتن فیل بان کر رہے ہیں، لشکری بھی کوششیں کرتے کرتے تھک گئے لیکن ہاتھی اپنی جگہ سے ہلتا ہی نہیں، سر پر آنکس مار رہے ہیں ادھر ادھر سے بھالے اور برچھے مار رہے ہیں آنکھوں میں آنکس ڈال رہے ہیں غرض تمام جتن کر لئے

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۳۷۹۸۹) الدرالمنثور للسیوطی (۶/۶۷۲) السیرۃ النبویۃ (۱/۴۸) السیرۃ لابن کثیر (۱/۲۹) دلائل النبوۃ للبیہقی (۱/۸۵)]

ہاتھی جنبش بھی نہیں کرتا۔ پھر بطور امتحان یمن کی طرف چلانا چاہا تو جھٹ سے کھڑا ہو کر دوڑتا ہوا چل دیا شام کی طرف چلانا چاہا تو بھی پوری طاقت سے آگے بڑھ گیا' مشرق کی طرف لے جانا چاہا تو بھی بھاگا بھاگا گیا پھر مکہ شریف کی طرف منہ کر کے آگے بڑھانا چاہا وہیں بیٹھ گیا۔ انہوں نے پھر اسے مارنا پیٹنا شروع کیا' دیکھا کہ ایک گھٹا ٹوپ پرندوں کا جھرمٹ بادل کی طرح سمندر کے کنارے کی طرف سے اڈا چلا آ رہا ہے' ابھی پوری طرح دیکھنا بھی نہیں پائے تھے کہ وہ جانور سر پر آ گئے چاروں طرف سے سارے لشکر کو گھیر لیا ان میں سے ہر ایک کی چونچ میں ایک مسور یا ماش کے دانے برابر کنکری تھی' اور دونوں پنجوں میں دو دو کنکریاں تھیں یہ ان پر پھینکنے لگے جس پر بھی کنکری آن پڑی وہ وہیں ہلاک ہو گیا۔ اب تو اس لشکر میں بھاگڑ پڑ گئی' ہر ایک نفیل نفیل کرنے لگا کیونکہ اسے ان لوگوں نے اپنا رہبر اور راستہ سمجھانے والا سمجھ رکھا تھا' نفیل تو ہاتھی کو کہہ کر پہاڑ پر چڑھ گیا اور دیگر اہل مکہ ان لوگوں کی یہ درگت اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے اور نفیل وہیں کھڑا یہ شعر پڑھ رہا تھا۔

اَیْنَ الْمَفَرُّ وَالْاِلٰـهُ الطَّالِبُ وَالْاَشْرَمُ الْمَغْلُوْبُ لَیْسَ الْغَالِبُ

اب جائے پناہ کہاں ہے؟ جبکہ اللہ خود تاک میں لگ گیا ہے۔ سنو! اشرم بد بخت مغلوب ہو گیا اب یہ پنپنے کا نہیں' اور بھی نفیل نے اس واقعہ کے متعلق بہت سے اشعار کہے ہیں جن میں اس قصہ کو بیان کیا ہے' اور کہا ہے کاش کہ تو اس وقت موجود ہوتا جبکہ ان ہاتھی والوں کی شامت آئی ہے اور وادی محصب میں ان پر عذاب کے سنگریزے برسے ہیں۔ تو اس وقت اللہ کے لشکر یعنی پرندوں کو دیکھ کر قطعاً سجدے میں گر پڑتا' ہم تو وہاں کھڑے حمد رب کی راگنیاں الاپ رہے تھے کہ کلیجے ہمارے بھی اونچے ہو گئے تھے کہ کہیں کوئی کنکری ہمارا کام بھی تمام نہ کر دے' نصرانی منہ موڑے بھاگ رہے تھے اور نفیل نفیل پکار رہے تھے گویا کہ نفیل پر ان کے باپ دادوں کا کوئی قرض تھا' واقدی فرماتے ہیں یہ پرندے زرد رنگ تھے کبوتر سے کچھ چھوٹے تھے ان کے پاؤں سرخ تھے' اور روایت میں ہے جب محمود ہاتھی بیٹھ گیا اور پوری کوشش کے باوجود بھی نہ اٹھا تو انہوں نے دوسرے ہاتھی کو آگے کیا اس نے قدم بڑھایا ہی تھا کہ اس کی پیشانی پر کنکری پڑی اور بلبلا کر پیچھے ہٹا اور پھر اور ہاتھی بھی بھاگ کھڑے ہوئے اور ادھر برابر کنکریاں آنے لگیں' اکثر تو وہیں ڈھیر ہو گئے اور بعض جو ادھر ادھر بھاگ نکلے تھے ان میں سے کوئی بھی جانبر نہ ہوا بھاگتے بھاگتے ان کے اعضاء کٹ کٹ کر گرتے جاتے تھے اور بالآخر جان سے جاتے تھے' ابرہہ بادشاہ بھی بھاگا لیکن ایک ایک عضو بدن جھڑتا یہاں تک کہ خثعم کے شہروں میں سے صنعا میں جب وہ پہنچا تو بالکل گوشت کا لوتھڑا بنا ہوا تھا وہیں بلک بلک کر دم توڑا اور کتے کی موت مرا دل پھٹ گیا تھا' قریشیوں کو بڑا مال ہاتھ لگا' عبدالمطلب نے تو سونے سے ایک کنواں پر کر لیا تھا' زمین عرب میں آبلہ اور چیچک اسی سال پیدا ہوتے ہوئے دیکھے گئے اور اسی سال سپند اور حنظل وغیرہ کے کڑوے درخت بھی اسی سال زمین عرب میں دیکھے گئے' پس اللہ تعالیٰ بزبان رسول اللہ ﷺ اپنی یہ نعمت یاد دلاتا ہے اور گویا فرمایا جا رہا ہے کہ اگر تم میرے گھر کی اسی طرح عزت و حرمت کرتے رہتے اور میرے رسول کو مانتے تو میں بھی اسی طرح تمہاری حفاظت کرتا اور تمہیں دشمنوں سے نجات دیتا۔ ' ابابیل'

جمع کا صیغہ ہے اس کا واحد لغت عرب میں پایا نہیں گیا۔سجیل کے معنی ہیں بہت ہی سخت اور بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ دو فارسی لفظوں سے مرکب ہے یعنی سنگ اور گل سے یعنی پتھر اور مٹی غرض سجیل وہ ہے جس میں پتھر مع مٹی کے ہو عصف جمع ہے عصفة کی کھیتی کے ان پتوں کو کہتے ہیں جو پک نہ گئے ہوں۔ابابیل کے معنی ہیں گروہ گروہ جھنڈ بہت سارے پے در پے جمع شدہ ادھر ادھر سے آنے والے۔بعض نحوی کہتے ہیں اس کا واحد ابیل ہے۔ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ان پرندوں کی چونچ تھی اور پرندوں جیسی اور پنجے تھے کتوں جیسے۔عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ سبز رنگ کے پرند تھے جو سمندر سے نکلے تھے ان کے سر درندوں جیسے تھے اور اور اقوال بھی ہیں یہ پرند باقاعدہ ان لشکروں کے سروں پر پر باندھ کر کھڑے ہو گئے اور پھر چیخنے لگے پھر پتھراؤ کیا جس کے سر میں لگا اس کے نیچے سے نکل گیا اور دو ٹکڑے ہو کر زمین پر گرا جس کے جس عضو پر پڑا وہ عضو ساقط ہو گیا ساتھ ہی تیز آندھی آئی جس سے اور آس پاس کے کنکر بھی ان کی آنکھوں میں گھس گئے اور سب تہ و بالا ہو گئے عصف کہتے ہیں چارے کو اور کٹی کھیتی کو اور گیہوں کے درخت کے پتوں کو اور ماکول سے مراد ٹکڑے ٹکڑے کیا ہوا ہے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ عصف کہتے ہیں بھوسی کو جو اناج کے دانوں کے اوپر ہوتی ہے ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں مراد کھیتوں کے وہ پتے ہیں جنہیں جانور چر چکے ہوں مطلب یہ ہے کہ اللہ نے ان کا تہس نہس کر دیا اور عام خاص کو ہلاک کر دیا ان کی ساری تدبیریں الٹ ہو گئیں بھلائی انہیں نصیب نہ ہوئی۔ایسا بھی کوئی ان میں صحیح سالم نہ رہا جو ان کی خبر پہنچائے۔جو بھی بچا وہ زخمی ہو کر اور اس زخم سے پھر جان بر نہ ہو سکا خود بادشاہ بھی گو وہ ایک گوشت کے لوتھڑے کی طرح ہو گیا تھا جوں توں صنعا میں پہنچا تھا لیکن وہاں جاتے ہی اس کا کلیجہ پھٹ گیا اور واقعہ بیان کر ہی چکا تھا کہ مر گیا اس کے بعد اس کا لڑکا یکسوم یمن کا بادشاہ بنا پھر اس کے دوسرے بھائی مسروق بن ابرہہ کو سلطنت ملی اب سیف بن ذی یزن حمیری کسریٰ کے دربار میں پہنچا اور اس سے مدد طلب کی تاکہ وہ اہل حبشہ سے لڑے اور یمن ان سے خالی کرائے کسریٰ نے اس کے ساتھ ایک لشکر جرار کر دیا اس لشکر نے اہل حبشہ کو شکست دی اور ابرہہ کے خاندان سے سلطنت نکل گئی اور پھر قبیلہ حمیر یہاں کا بادشاہ بن گیا عربوں نے اس پر بڑی خوشی منائی اور چاروں طرف سے مبارک بادیاں وصول ہوئیں۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ابرہہ کے لشکر کے فیل بان اور چرکٹے کو میں نے مکہ شریف میں دیکھا دونوں اوندھے ہو گئے تھے چل پھر نہیں سکتے تھے اور بھیک مانگا کرتے تھے۔حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں اساف اور نائلہ بتوں کے پاس یہ بیٹھے رہتے تھے جہاں مشرکین اپنی قربانیاں کرتے تھے اور لوگوں سے بھیک مانگتے پھرتے تھے اس فیل بان کا نام انیسا تھا بعض تاریخوں میں یہ بھی ہے کہ ابرہہ خود اس چڑھائی میں نہ تھا بلکہ اس نے اپنے لشکر کو بہ ماتحتی شمر بن مقصود کے بھیجا تھا یہ لشکر بیس ہزار کا تھا اور یہ پرند ان کے اوپر رات کے وقت آئے تھے اور صبح تک ان کا ستیاناس ہو چکا تھا لیکن یہ روایت بہت غریب ہے اور صحیح بات یہ ہے کہ خود ابرہہ اشرم حبشی ہی اپنے ساتھ لشکر لے کر آیا تھا یہ ممکن ہے کہ اس کے ہراول دستہ پر یہ شخص سردار ہو اس واقعہ کو بہت سے عرب شاعروں نے اپنے اپنے شعروں میں بسط کے ساتھ بیان کیا ہے

سورۂ فتح کی تفسیر میں ہم اس واقعہ کو مفصل بیان کر آئے ہیں جس میں ہے کہ جب حدیبیہ والے دن رسول اللہ ﷺ اس ٹیلے پر چڑھے جہاں سے آپ قریشیوں پر جانے والے تھے تو آپ کی اونٹنی بیٹھ گئی لوگوں نے اسے ڈانٹا ڈپٹا لیکن وہ نہ اٹھی لوگ کہنے لگے قصواء تھک گئی ہے آپ نے فرمایا نہ یہ تھکی نہ اس میں اڑنے کی عادت ہے اسے اللہ نے روک لیا ہے جس طرح ہاتھیوں کو روک لیا تھا' پھر فرمایا اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے مکے والے جن شرائط پر مجھ سے چاہیں گے میں سب مان لوں گا بشرطیکہ اللہ کی حرمتوں کی ہتک اس میں نہ ہو پھر آپ نے اسے ڈانٹا تو وہ فوراً اٹھ کھڑی ہوگئی۔ (1) یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے' بخاری مسلم کی اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مکہ پر سے ہاتھیوں کو روک لیا اور اپنے نبی ﷺ کو وہاں کا قبضہ دیا اور اپنے ایماندار بندوں کو۔ سنو! آج اس کی حرمت ویسی ہی لوٹ کر آ گئی ہے جیسے کل تھی' خبردار ہر حاضر کو چاہئے کہ غیر حاضر کو پہنچا دے (2) اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے سورۂ فیل کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۃ قریش

قریشیوں کے سات فضائل: اس کی فضیلت میں ایک غریب حدیث بیہقی کی کتاب خلافیات میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے قریشیوں کو سات فضیلتیں دی ہیں ایک تو یہ کہ میں ان میں سے ہوں' دوسرے یہ کہ نبوت ان میں ہے' تیسرے یہ کہ بیت اللہ کے پاسبان یہ ہیں' چوتھے یہ کہ چاہ زم زم کے ساقی یہ ہیں' پانچویں یہ کہ اللہ نے انہیں ہاتھی والوں پر غالب کیا' چھٹے یہ کہ دس سال تک انہوں نے اللہ کی عبادت کی اور کوئی عبادت اللہ نہ کرتا تھا' ساتویں یہ کہ ان کے بارے میں قرآن کریم کی یہ سورت نازل ہوئی پھر آپ نے بسم اللہ' الخ' پڑھ کر یہ سورت تلاوت کی۔ (3)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ① اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ ② فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ③
الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ④

ع-٢١

شروع ہے اللہ تعالیٰ نہایت مہربان رحم والے کے نام سے

قریش کو الفت دلانے کے واسطے ○ انہیں الفت دلائی جاڑے اور گرمی کے سفر میں ○ انہیں چاہئے کہ اسی گھر کے رب کی

---

(1) [**صحیح**: صحیح بخاری: کتاب الشروط: باب الشرط فی الجہاد (۲۷۳۱)]

(2) [**صحیح**: صحیح بخاری: کتاب العلم: باب کتابة العلم (۱۱۲) صحیح مسلم: کتاب الحج: باب تحریم مکة و تحریم صیدھا و خلاھا و شجرھا (۱۳۵۵)]

(3) [**اسنادہ ضعیف**: مستدرك حاکم (۲/۵۳۶) الخطیب فی تاریخه (۷/۱۹۵) مجمع الزوائد (۱٦٤٤٦)] امام ذہبیؒ نے فرمایا ہے کہ اس میں یعقوب راوی ضعیف اور ابراہیم صاحبِ مناکیر ہے۔ امام ابن جوزیؒ نے فرمایا ہے کہ یہ روایت ثابت نہیں۔ [العلل (۴۷۷)] شیخ عبدالرزاق مہدی اور حافظ زبیر علی زئی نے بھی اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔]

امن وامان کی ضمانت: موجودہ عثمانی قرآن کی ترتیب میں یہ سورت سورۂ فیل سے علیحدہ ہے اور دونوں کے درمیان بسم اللہ کی آیت کا فاصلہ موجود ہے' مضمون کے اعتبار سے یہ سورت پہلی سورت سے ہی متعلق ہے جیسے کہ محمد بن اسحاق رحمہ اللہ عبدالرحمن بن زید بن اسلم رحمہ اللہ وغیرہ نے تصریح کی ہے۔ اس بنا پر معنی یہ ہوں گے کہ ہم نے مکہ سے ہاتھیوں کو روکا اور ہاتھی والوں کو ہلاک کیا یہ قریشیوں کو الفت دلانے اور انہیں اجتماع کے ساتھ باامن اس شہر میں رہنے سہنے کیلئے تھا۔ اور یہ مراد بھی بیان کی گئی ہے کہ یہ قریشی جاڑوں اور گرمیوں میں کیا دور دراز کے سفر امن وامان سے طے کر سکتے تھے کیونکہ مکہ جیسے محترم شہر میں رہنے کی وجہ سے ہر جگہ ان کی عزت ہوتی تھی بلکہ ان کے ساتھ بھی جو ہوتا تھا امن وامان سے سفر طے کر لیتا تھا۔ اسی طرح وطن میں ہر طرح کا امن انہیں حاصل ہوتا تھا جیسے اور جگہ قرآن کریم میں موجود ہے کہ کیا یہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے حرم کو امن والی جگہ بنا دیا ہے۔ اس کے آس پاس تو لوگ اچک لئے جاتے ہیں (۱) لیکن یہاں کے رہنے والے نڈر ہیں۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں ﴿لِاِیۡلٰفِ﴾ میں پہلا لام تعجب کا لام ہے اور دونوں سورتیں بالکل جدا گانہ ہیں جیسا کہ مسلمانوں کا اجماع ہے' تو گویا یوں فرمایا جا رہا ہے کہ تم قریشیوں کے اس اجتماع اور الفت پر تعجب کرو کہ میں نے انہیں کیسی بھاری نعمت عطا فرما رکھی ہے انہیں چاہئے کہ میری اس نعمت کا شکر اس طرح ادا کریں کہ صرف میری ہی عبادت کرتے رہیں' جیسے اور جگہ ہے ﴿اِنَّمَآ اُمِرۡتُ اَنۡ اَعۡبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الۡبَلۡدَةِ الَّذِیۡ حَرَّمَهَا﴾ (۲) الخ' یعنی اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) تم کہہ دو کہ مجھے تو صرف یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اس شہر کے رب کی عبادت کروں جس نے اسے حرم بنایا جو ہر چیز کا مالک ہے مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اس کا مطیع اور فرمانبردار ہوں' پھر فرماتا ہے وہ رب بیت جس نے انہیں بھوک میں کھلایا اور خوف میں نڈر رکھا انہیں چاہئے اس کی عبادت میں کسی چھوٹے بڑے کو شریک نہ ٹھہرائیں' جو اللہ کے اس حکم کی بجا آوری کرے گا وہ تو دنیا کے اس امن کے ساتھ آخرت کے دن بھی امن وامان سے رہے گا اور اس کی نافرمانی کرنے سے یہ امن بھی بے امنی سے اور آخرت کا امن بھی ڈر' خوف اور انتہائی مایوسی سے بدل جائے گا۔ جیسے اور جگہ فرمایا ﴿وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرۡیَةً كَانَتۡ اٰمِنَةً﴾ (۳) الخ' اللہ تعالیٰ ان بستی والوں کی مثال بیان فرماتا ہے جو امن وامان کے ساتھ تھے ہر جگہ سے بافراغت روزیاں کھچی چلی آتی تھیں لیکن انہیں اللہ کی ناشکری کرنے کی سوجھی چنانچہ اللہ نے بھی انہیں بھوک اور خوف کا لباس چکھا دیا یہی ان کے کرتوت کا بدلہ تھا ان کے پاس ان ہی میں سے اللہ کے بھیجے ہوئے آئے' لیکن انہوں نے اسے جھٹلایا' اس ظلم پر اللہ کے عذابوں نے انہیں گرفتار کر لیا۔ ایک حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قریشیو! تمہیں تو اللہ یوں راحت وآرام فرمائے پہنچائے گھر بیٹھے کھلائے پلائے۔ چاروں طرف بدامنی کی آگ کے شعلے بھڑک رہے ہوں اور تمہیں امن وامان سے میٹھی نیند

---

(۱) [سورۃ العنکبوت : آیت ۶۷] (۲) [سورۃ النمل : آیت ۹۱]

(۳) [سورہ النحل : آیت ۱۱۲-۱۱۳]

سلائے پھر تم پر کیا مصیبت ہے جو تم اپنے اس پروردگار کی توحید سے جی چراؤ اور اس کی عبادت میں دل نہ لگاؤ بلکہ اس کے سوا دوسروں کے آگے سر جھکاؤ۔ (1) الحمدللہ سورۂ "لایلاف" کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۃ الماعون

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
اَرَءَیۡتَ الَّذِیۡ یُکَذِّبُ بِالدِّیۡنِ ؕ﴿۱﴾ فَذٰلِکَ الَّذِیۡ یَدُعُّ الۡیَتِیۡمَ ۙ﴿۲﴾ وَ لَا یَحُضُّ عَلٰی
طَعَامِ الۡمِسۡکِیۡنِ ؕ﴿۳﴾ فَوَیۡلٌ لِّلۡمُصَلِّیۡنَ ۙ﴿۴﴾ الَّذِیۡنَ ہُمۡ عَنۡ صَلَاتِہِمۡ سَاہُوۡنَ ۙ﴿۵﴾
الَّذِیۡنَ ہُمۡ یُرَآءُوۡنَ ۙ﴿۶﴾ وَ یَمۡنَعُوۡنَ الۡمَاعُوۡنَ ﴿۷﴾ ع ۳۲

شروع اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے

کیا تو نے اسے بھی دیکھا جو روز جزا کو جھٹلاتا ہے○ یہی وہ ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے○ اور مسکین کو کھلانے کی رغبت نہیں دیتا○ ان نمازیوں کیلئے ویل نامی جہنم کی جگہ ہے○ جو اپنی نماز سے غافل ہیں○ جو ریا کار ہیں○ اور برتنے کی چیز روکتے ہیں○

یتیم کو دھکے اور نماز میں سستی: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے محمد ﷺ! تم نے اس شخص کو دیکھا جو قیامت کے دن کو جزا سزا کا دن ہے جھٹلاتا ہے' یتیم پر ظلم و ستم کرتا ہے اس کا حق مار کھاتا ہے اس کے ساتھ سلوک و احسان نہیں کرتا مسکینوں کو خود تو کیا دیتا دوسروں کو بھی اس کار خیر پر آمادہ نہیں کرتا۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ○ وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ﴾ (2) یعنی جو برائی تمہیں پہنچتی ہے وہ تمہارے اعمال کا نتیجہ ہے کہ نہ تم یتیموں کی عزت کرتے ہو نہ مسکینوں کو کھانا دینے کی رغبت دلاتے ہو یعنی اس فقیر کو جو اتنا نہیں پاتا کہ اسے کافی ہو' پھر فرمان ہوتا ہے کہ غفلت برتنے والے نمازیوں کیلئے ویل ہے یعنی ان منافقوں کیلئے جو لوگوں کے سامنے تو نماز ادا کریں ورنہ ہضم کر جائیں یہی معنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کئے ہیں اور یہ بھی معنی ہیں کہ مقرر کردہ وقت ٹال دیتے ہیں جیسے کہ مسروق اور ابوالضحیٰ رحمہ اللہ کہتے ہیں' حضرت عطاء بن دینار رحمہ اللہ فرماتے ہیں' اللہ کا شکر ہے کہ فرمان باری میں ﴿عَنْ صَلٰوتِهِمْ﴾ ہے ﴿فِيْ صَلٰوتِهِمْ﴾ نہیں یعنی نمازوں سے غفلت کرتے ہیں فرمایا' نمازوں میں غفلت برتتے ہیں نہیں فرمایا' اسی طرح یہ لفظ شامل ہے ایسے نمازی کو بھی جو ہمیشہ نماز کو آخری وقت ادا کرے یا عموماً آخری وقت پڑھے یا ارکان و شروط کی پوری رعایت نہ کرے یا خشوع و خضوع اور تدبر و غور و فکر نہ کرے' لفظ قرآن میں سے ہر ایک کو شامل ہے یہ سب باتیں جس میں ہوں وہ تو پورا پورا بدنصیب ہے' اور جس میں جتنی ہوں اتنا ہی وہ ویل والا ہے اور نفاق عملی کا حصہ دار ہے' بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ

---

(1) **[اسنادہ ضعیف:** مسند احمد (٦/٤٦٠) طبرانی کبیر (٢٤/١٧٧) مجمع الزوائد (٧/١٤٦)] اس کی سند میں لیث ابن ابی سلیم اور شہر بن حوشب ضعیف ہے۔]

(2) [سورہ الفجر: آیت ۱۷-۱۸]

فرماتے ہیں یہ نماز منافق کی ہے یہ نماز منافق کی ہے یہ نماز منافق کی ہے کہ بیٹھا ہوا سورج کا انتظار کرتا رہے جب وہ غروب ہونے کے قریب پہنچے اور شیطان اپنے سینگ اس میں ملالے تو کھڑا ہو اور مرغ کی طرح چار ٹھونگیں مار لے جس میں اللہ کا ذکر بہت ہی کم کرے [1] یہاں مراد عصر کی نماز ہے جو صلوٰۃ وسطیٰ ہے جیسے کہ حدیث کے لفظوں سے ثابت ہے' یہ شخص مکروہ وقت کھڑا ہوتا ہے اور کوے کی طرح چونچیں مار لیتا ہے جس میں اطمینان ارکان بھی نہیں ہوتا نہ خشوع و خضوع ہوتا ہے بلکہ ذکر اللہ بھی بہت ہی کم ہوتا ہے اور کیا عجب کہ یہ نماز محض دکھاوے کی نماز ہو تو پڑھی نہ پڑھی یکساں ہے۔ انہی منافقین کے بارے میں اور جگہ ارشاد ہے ﴿اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَاۗءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ [2] یعنی منافق اللہ کو دھوکہ دیتے ہیں اور وہ انہیں' یہ جب بھی نماز کیلئے کھڑے ہوتے ہیں تو تھکے ہارے باد ل ناخواستہ صرف لوگوں کے دکھاوے کیلئے نماز پڑھتے ہیں اللہ کی یاد بہت ہی کم کرتے ہیں۔ یہاں بھی فرمایا کہ یہ ریاکاری کرتے ہیں۔ لوگوں میں نمازی بنتے ہیں' طبرانی کی حدیث میں ہے ویل جہنم کی ایک وادی کا نام ہے جس کی آگ اس قدر تیز ہے کہ اور آگ جہنم کی ہر دن اس سے چار سو مرتبہ پناہ مانگتی ہے' یہ ویل اس امت کے ریاکار علماء کے لئے ہے اور ریاکاری کے طور پر صدقہ خیرات کرنے والوں کیلئے ہے اور ریاکاری کے طور پر حج کرنے والوں کیلئے ہے اور ریاکاری کے طور پر جہاد کرنے والوں کیلئے ہے [3] مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جو شخص دوسروں کو سنانے کیلئے کوئی نیک کام کرے اللہ تعالیٰ بھی لوگوں کو سنا کر عذاب کرے گا اور اسے ذلیل و حقیر کرے گا [4] ہاں اس موقعہ پر یہ یاد رہے کہ اگر کسی شخص نے بالکل نیک نیتی سے کوئی اچھا کام کیا اور لوگوں کو اس کی خبر ہوگئی اس پر اسے بھی خوشی ہوئی تو یہ ریاکاری نہیں۔ اس کی دلیل مسند ابو یعلی موصلی کی یہ حدیث ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے سرکار نبوی میں ذکر کیا کہ حضور ﷺ میں تو تنہا نوافل پڑھتا ہوں لیکن اچانک کوئی آ جاتا ہے تو ذرا مجھے بھی یہ اچھا معلوم ہونے لگتا ہے آپ نے فرمایا تمہیں دو اجر ملیں گے ایک اجر پوشیدگی کا اور دوسرا اظاہر کرنے کا۔ [5] حضرت ابن المبارک رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے یہ حدیث ریاکاروں کیلئے بھی اچھی چیز ہے' یہ حدیث بروئے اسناد غریب ہے' لیکن اسی معنی کی حدیث اور سند سے بھی مروی ہے' ابن جریر کی ایک بہت ہی ضعیف سند والی حدیث میں ہے کہ جب یہ آیت اتری تو حضور ﷺ نے فرمایا اللہ اکبر! یہ تمہارے لئے بہتر ہے اس سے کہ تم میں سے ہر شخص کو مثل

---

[1] [صحیح : صحيح مسلم : كتاب المساجد : باب استحباب التبكير بالعصر (٦٢٢)]

[2] [سورة النساء: آیت ١٤٢]

[3] [ضعیف و منقطع : طبرانی کبیر (١٢٨٠٣)]

[4] [صحیح : مسند احمد (٢/٢١٢) مجمع الزوائد (١٠/٢٢٢)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔ [الموسوعة الحديثية (٧٠٨٥)]

[5] [ضعیف : ابن ماجه : كتاب الزهد : باب الثناء الحسن (٤٢٢١) ترمذی : كتاب الزهد : باب عمل السر (٢٣٨٤) شرح السنة للبغوی (٤١٤١)] شیخ البانی نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعيف ترمذی ، السلسلة الضعيفه (٤٣٤٤)]

تمام دنیا کے دیا جائے اس سے مراد وہ شخص ہے۔ کہ نماز پڑھے تو اس کی بھلائی سے اسے کچھ سروکار نہ ہو اور نہ پڑھے تو اللہ کا خوف اسے نہ ہو۔ ① اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اسی آیت کا مطلب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو نماز کو اس کے وقت سے موخر کرتے ہیں۔ ② اس کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ سرے سے پڑھتے ہی نہیں دوسرے معنی یہ کہ شرعی وقت نکال دیتے ہیں پھر پڑھتے ہیں۔ یہ معنی بھی ہیں کہ اوّل وقت میں ادا نہیں کرتے' ایک موقوف روایت میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تنگ وقت کرڈالتے ہیں' زیادہ صحیح موقوف روایت ہی ہے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ بھی فرماتے ہیں کہ مرفوع تو ضعیف ہے ہاں موقوف صحیح ہے' امام حاکم رحمہ اللہ کا قول بھی یہی ہے۔ پس جس طرح یہ لوگ عبادت رب میں سست ہیں اسی طرح لوگوں کے حقوق بھی ادا نہیں کرتے یہاں تک کہ برتنے کی کم قیمت چیزیں لوگوں کو اس لئے بھی نہیں دیتے کہ وہ اپنا کام نکال لیں اور پھر وہ چیز جوں کی توں واپس کردیں۔ پس ان خسیس لوگوں سے یہ کہاں بن آئے کہ وہ زکوٰۃ ادا کریں یا اور نیکی کے کام کریں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ماعون کا مطلب ادائیگی زکوٰۃ بھی مروی ہے' اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی اور دیگر حضرات مفسرین معتبرین سے بھی' امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کی نماز میں ریاکاری ہے اور اس کے مال کے صدقہ میں ہاتھ روکنا ہے۔ حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ منافق لوگ ہیں نماز تو چونکہ ظاہر ہے پڑھنی پڑتی ہے اور زکوٰۃ چونکہ پوشیدہ ہے اس لئے اسے ادا نہیں کرتے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ماعون ہر وہ چیز ہے جو لوگ آپس میں ایک دوسرے سے مانگ لیا کرتے ہیں جیسے کدال' پھاوڑا' دیگچی ڈول وغیرہ۔ دوسری روایت میں ہے کہ اصحاب رسول ﷺ اس کا یہی مطلب بیان کرتے تھے' اور روایت میں ہے کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ تھے اور ہم اس کی تفسیر یہی کرتے تھے ③ نسائی کی حدیث میں ہے ہر نیک چیز صدقہ ہے' ڈول اور ہنڈیا یا پتیلی مانگنے پر نہ دینے کو ہم آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں ماعون سے تعبیر کرتے تھے ④ غرض اس کے معنی زکوٰۃ نہ دینے کے اطاعت نہ کرنے کے مانگی چیز نہ دینے کے ہیں' چھوٹی چھوٹی بے جان چیزیں کوئی دو گھڑی کیلئے مانگنے آئے اس سے ان کا انکار کردینا مثلاً چھلنی' ڈول' سوئی' سل' بٹا' کدال' پھاوڑا' پتیلی' دیگچی وغیرہ' ایک غریب حدیث میں ہے کہ قبیلہ نمیر کے وفد نے حضور ﷺ سے کہا کہ ہمیں خاص حکم کیا ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا ماعون سے منع کرنا' انہوں نے

---

① [ضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (٣٨٠٥٥)] اس میں جابر جعفی راوی ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

② [ضعیف مرفوعا: تفسیر ابن جریر الطبری (٣٨٠٣٤) مجمع الزوائد (١١٥٢٤)] اس کی سند میں عکرمہ بن ابراہیم راوی ضعیف ہے۔ شیخ عبدالرزاق مہدی فرماتے ہیں کہ یہ موقوفا صحیح ہے۔]

③ [تفسیر ابن جریر الطبری (٣٨١٣٠)] شیخ عبدالرزاق مہدی نے اسے مرفوع کے حکم میں کہا ہے۔]

④ [حسن: ابو داؤد: کتاب الزکاة: باب فی حقوق المال (١٦٥٧) مسند بزار (٢٢٩٢) تفسیر ابن جریر الطبری (٣١٩/١٠) نسائی فی السنن الکبری: کتاب التفسیر: باب قوله تعالی ویمنعون الماعون (١١٧٠١)، (٥٢٢/٦)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔[صحیح ابو داود (١٤٥٩)] شیخ عبدالرزاق مہدی، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اسے حسن کہتے ہیں۔]

پوچھا ماعون کیا ہے؟ فرمایا پتھر، لوہا، پانی، انہوں نے پوچھا لوہے سے مراد کونسا لوہا ہے؟ فرمایا یہی تمہاری تانبے کی پتیلیاں اور کدال وغیرہ پوچھا پتھر سے کیا مراد؟ فرمایا یہی دیگچی وغیرہ [1] یہ حدیث بہت غریب ہے بلکہ مرفوع ہونا منکر ہے اور اس کی اسناد میں وہ راوی ہیں جو مشہور نہیں۔ علی نمیری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے میں نے سنا ہے آپ نے فرمایا مسلمان مسلمان کا بھائی ہے جب ملے سلام کرے جب سلام کرے بہتر جواب دے اور ماعون کا انکار نہ کرے میں نے پوچھا حضور ﷺ ماعون کیا؟ فرمایا پتھر لوہا اور اسی جیسی اور چیزیں۔[2] واللہ اعلم۔

الحمد للہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس کے احسان اور رحم سے اس سورت کی تفسیر بھی ختم ہوئی۔

تفسیر سورة الکوثر

بعض کے نزدیک مکیہ ہے اور بعض کے نزدیک مدنیہ ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
اِنَّاۤ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ ﴿۱﴾ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَ انۡحَرۡ ﴿۲﴾ اِنَّ شَانِئَکَ
ہُوَ الۡاَبۡتَرُ ﴿۳﴾

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

یقیناً ہم نے تجھے کوثر دی ○ پس تو اپنے رب کی نمازیں پڑھ اور قربانی کر ○ یقیناً تیرا دشمن ہی بے نام ونشان ہے ○

نہر کوثر کا ذکر: مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر کچھ غنودگی سی طاری ہوگئی اور دفعۃً سر اٹھا کر مسکرائے پھر یا تو خود آپ نے فرمایا یا لوگوں کے اس سوال پر کہ آپ کیوں مسکرائے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا مجھ پر اس وقت سورت اتری پھر آپ نے "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" پڑھ کر اس پوری سورت کی تلاوت کی اور فرمایا جانتے ہو کہ کوثر کیا ہے؟ لوگوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول ﷺ ہی زیادہ جانتے ہیں فرمایا وہ ایک جنت کی نہر ہے جس پر بہت بھلائی ہے جو میرے رب نے مجھے عطا فرمائی ہے جس پر میری امت قیامت والے دن آئے گی اس کے برتن آسمان کے ستاروں کی گنتی کے برابر ہیں بعض لوگ اس سے ہٹائے جائیں گے تو میں کہوں گا اے میرے رب! یہ بھی میرے امتی ہیں تو کہا جائے گا آپ کو معلوم نہیں کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد کیا کیا بدعتیں نکالی تھیں [3] اور حدیث میں وارد ہوا ہے

---

[1] [ضعیف : الدر المنثور للسیوطی (٦/٦٨٤)] اس میں دلہم بن دہشم راوی ضعیف ہے۔ شیخ عبدالرزاق مہدی اور حافظ زبیر علی زئی نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔]

[2] [ضعیف : اسد الغابة لابن الاثیر (١٢٧/٤) الاصابه لابن حجر (٥١١/٢)] شیخ عبدالرزاق مہدی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

[3] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الصلاۃ : باب حجة من قال البسلمة اية من اول كل سورة سوى براة (٤٠٠) مسند احمد (١٠٢/٣) ابوداود : کتاب الصلاۃ : باب من لم یجهر ببسم الله الرحمن الرحیم (٧٨٤) نسائی : کتاب الافتتاح : باب قراءة بسم الله الرحمن الرحیم (١٣٣/٢)]

کہ اس میں دو پرنالے آسمان سے گرتے ہوں گے [1] نسائی کی حدیث میں ہے یہ واقعہ مسجد میں گزرا [2] اسی سے اکثر قاریوں کا استدلال ہے کہ یہ سورت مدنی ہے اور اکثر فقہاء نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' ہر سورت میں اس کے ساتھ ہی نازل ہوئی تھی اور ہر سورت کی ایک مستقل آیت ہے۔ مسند کی اور حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کر کے فرمایا کہ مجھے کوثر عنایت کی گئی ہے جو ایک جاری نہر ہے لیکن گڑھا نہیں ہے۔ اس کے دونوں جانب موتی کے خیمے ہیں اس کی مٹی خالص مشک ہے اس کے کنکر بھی سچے موتی ہیں [3] اور روایت میں ہے کہ معراج والی رات آپ نے آسمان پر جنت میں اس نہر کو دیکھا اور جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا یہ کونسی نہر ہے؟ تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ کوثر ہے جو اللہ نے آپ کو دے رکھی ہے [4] اور اس قسم کی بہت سی حدیثیں ہیں اور بہت سی ہم نے سورۂ اسراء کی تفسیر میں بیان بھی کر دی ہیں ایک اور حدیث میں ہے کہ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے جس کے کنارے دراز گردن والے پرندے بیٹھے ہوئے ہیں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا وہ پرندے تو بہت ہی خوبصورت ہوں گے آپ نے فرمایا کھانے میں بھی وہ بہت ہی لذیذ ہیں۔ (ابن جریر) [5] اور روایت میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے سوال کیا کہ کوثر کیا ہے؟ اس پر آپ نے یہ حدیث بیان کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان پرندوں کی نسبت یہ فرمایا (مسند احمد) [6] حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں یہ نہر جنت کے درمیان میں ہے۔ [7] ایک منقطع سند سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ کوثر کے پانی کے گرنے کی آواز کو جو سننا چاہے وہ اپنے دونوں کانوں میں اپنی دونوں انگلیاں ڈال لے اولاً تو اس کی سند ٹھیک نہیں دوسرے اس کے معنی یہ ہیں کہ اس جیسی آواز آتی ہے نہ کہ خاص اسی کی آواز ہو۔ [8] واللہ اعلم۔ صحیح بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ کوثر سے مراد وہ

---

1. [**صحیح**: صحیح مسلم: کتاب الفضائل: باب اثبات حوض نبینا محمد وصفاته (۲۳۰۱) مسند احمد (۴/۴۲۴)]
2. [**صحیح**: نسائی: کتاب الافتتاح: باب القراءة بسم الله الرحمن الرحیم (۹۰۵)]
3. [**صحیح**: مسند احمد (۳/۱۵۲)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ [الموسوعة الحدیثیة (۱۳۵۷۸)] شیخ البانیؒ بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ [السلسلة الصحیحة (۲۵۱۳)] حسین سلیم اسد نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ [التعلیق علی مسند ابی یعلی (۳۵۲۹)]
4. [**صحیح**: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب سورة انا اعطینك الكوثر (۴۹۶۴) مسند احمد (۳/۱۰۳)]
5. [**اسنادہ قوی**: تفسیر ابن جریر الطبری (۳۸۱۷۴)] شیخ عبدالرزاق مہدی اس کی سند کو قوی کہتے ہیں۔]
6. [**صحیح**: مسند احمد (۳/۲۲۱) تفسیر ابن جریر الطبری (۳۸۱۷۷)] امام منذریؒ نے اس کی سند کو جید کہا ہے۔ [الترغیب والترہیب (۵۵۰۶)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (۱۳۳۰۶)]
7. [تفسیر ابن جریر الطبری (۳۰/۳۲۱)]
8. [**ضعیف و منقطع**: تفسیر ابن جریر الطبری (۳۰/۳۲۱)] اس میں انقطاع ہے۔ نیز اس میں ابوجعفر رازی راوی ضعیف ہے۔]

بھلائی اور خیر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی ہے' ابو بشیر رحمہ اللہ کہتے ہیں میں نے سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے یہ سن کر کہا کہ لوگ تو کہتے ہیں کہ یہ جنت کی ایک نہر ہے تو حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ بھی بھلائیوں اور خیر میں سے ہے جو آپ کو اللہ کی طرف سے عنایت ہوئی ہیں' اور بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اس سے مراد بہت ہی خیر ہے' تو یہ تفسیر شامل ہے حوض کوثر وغیرہ سب کو' کوثر ماخوذ ہے کثرت سے جس سے مراد خیر کثیر ہے اور اسی خیر کثیر میں حوض جنت بھی ہے' جیسے کہ بہت سے مفسرین کا قول ہے' حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں دنیا اور آخرت کی بہت بہت بھلائیاں مراد ہے' عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں نبوت' قرآن' ثواب' آخرت کوثر ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کی تفسیر نہر کوثر سے بھی مروی ہے جیسے کہ ابن جریر میں سنداً مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوثر جنت کی نہر ہے جس کے دونوں کنارے سونا چاندی ہے جو یاقوت اور موتیوں پر بہہ رہی ہے جس کا پانی برف سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی یہ تفسیر مروی ہے (ابن جریر) ترمذی اور ابن ماجہ وغیرہ میں یہ روایت مرفوع بھی آئی ہے [1] امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن صحیح بتاتے ہیں' ابن جریر میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے آپ اس وقت گھر پر نہ تھے آپ کی بیوی صاحبہ جو قبیلہ بنو نجار سے تھیں انہوں نے کہا یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ تو ابھی ابھی آپ ہی کی طرف گئے ہیں شاید بنو نجار میں رک گئے ہوں آپ تشریف لائیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں گئے تو مائی صاحبہ نے آپ کے سامنے مالیدہ رکھا جو آپ نے تناول فرمایا مائی صاحبہ خوش ہو کر فرمانے لگیں اللہ تعالیٰ اسے جزو جسم بنائے اچھا ہوا خود تشریف لے آئے میں تو حاضر دربار ہونے کا ارادہ کر چکی تھی کہ آپ کو حوض کوثر ملنے کی مبارک باد دوں مجھ سے ابھی ابھی ابو عمارہ نے کہا تھا آپ نے فرمایا ہاں اس حوض کی زمین یاقوت' مرجان' زبرجد اور موتیوں کی ہے [2] اس کے ایک راوی خرام بن عثمان ضعیف ہیں لیکن واقعہ حسن ہے اور اصل تو تواتر سے ثابت ہو چکی ہے' بہت سے صحابہ اور تابعین وغیرہ سے ثابت ہے کہ کوثر نہر کا نام ہے۔

پھر ارشاد ہے کہ جیسے ہم نے تمہیں خیر کثیر عنایت فرمائی اور ایسی پر شوکت نہر عطا فرمائی تو تم بھی صرف میری ہی عبادت کرو خصوصاً نفل فرض نماز اور قربانی اسی وحدہ لاشریک لہ کے نام کی کرتے رہو۔ جیسے فرمایا ﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ○ لَا شَرِیْكَ لَہٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ﴾ [3] مراد قربانی سے اونٹوں کا نحر کرنا وغیرہ ہے۔ مشرکین سجدے اور قربانیاں اللہ کے سوا اوروں

---

[1] [صحیح : مسند احمد (۲/۸۷) مسند طیالسی (۲۸۱۱) ترمذی : کتاب التفسیر : باب و من سورۃ الکوثر (۳۳۶۱) ابن ماجہ : کتاب الزھد : باب صفۃ الجنۃ (۴۳۳۴)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی] شیخ عبدالرزاق مہدی اسے حسن کہتے ہیں۔ حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسے شواہد کے ساتھ حسن کہا ہے۔]

[2] [تفسیر ابن جریر الطبری (۳۸۱۸۳)]

[3] [سورہ الانعام : آیت ۱۶۲ ـ ۱۶۳]

کے نام کی کرتے تھے‘ تو یہاں حکم ہوا کہ تم صرف اللہ ہی کے نام کی مخلصانہ عبادتیں کیا کرو۔ اور جگہ ہے ﴿ وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ ﴾ [1] الخ، جس جانور پر اللہ کا نام نہ لیا جائے اسے نہ کھاؤ یہ تو فسق ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ مراد وَانْحَرْ سے دائیں ہاتھ کا بائیں ہاتھ پر نماز میں سینے پر رکھنا ہے‘ یہی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے غیر صحیح سند کے ساتھ مروی ہے‘ حضرت شعبی رحمہ اللہ اس لفظ کی یہی تفسیر کرتے ہیں۔

حضرت ابوجعفر باقر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد نماز کے شروع کے وقت رفع الیدین کرنا ہے‘ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مطلب یہ ہے کہ اپنے سینے سے قبلہ کی طرف متوجہ ہو‘ یہ تینوں قول ابن جریر میں منقول ہیں‘ ابن ابی حاتم میں اس جگہ ایک بہت منکر حدیث مروی ہے جس میں ہے کہ جب یہ سورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اتری تو آپ نے فرمایا اے جبرائیل! وَانْحَرْ سے کیا مراد ہے؟ جو مجھے میرے پروردگار کا حکم ہو رہا ہے‘ تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا اس سے مراد قربانی نہیں بلکہ اللہ کا تم کو حکم ہو رہا ہے کہ نماز کی تکبیر تحریمہ کے وقت رفع الیدین کرو‘ اور رکوع کے وقت بھی اور جب رکوع سے سر اٹھاؤ تب بھی اور جب سجدہ کرو‘ یہی ہماری نماز ہے اور ان فرشتوں کی نماز ہے جو ساتوں آسمانوں میں ہیں‘ ہر چیز کی زینت ہوتی ہے اور نماز کی زینت تکبیر کے وقت رفع الیدین کرنا ہے [2] یہ حدیث اسی طرح مستدرک حاکم میں بھی ہے۔

حضرت عطا خراسانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں وَانْحَرْ سے مراد یہ ہے کہ اپنی پیٹھ کو رکوع سے اٹھاؤ تو اعتدال کرو اور سینے کو ظاہر کرو یعنی اطمینان حاصل کرو۔ (ابن ابی حاتم)

یہ سب اقوال غریب ہیں‘ اور صحیح پہلا ہی ہے کہ مراد نحر سے قربانیوں کا ذبح کرنا ہے‘ اسی لئے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نماز عید سے فارغ ہو کر اپنی قربانی ذبح کرتے تھے اور فرماتے تھے جو شخص ہماری نماز پڑھے اور ہم جیسی قربانی کرے اس نے شرعی قربانی کی اور جس نے نماز سے پہلے ہی جانور ذبح کر لیا اس کی قربانی نہیں ہوئی۔ ابوبردہ بن نیار رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے نماز عید سے پہلے ہی قربانی کر لی یہ سمجھ کر کہ آج کے دن گوشت کی چاہت ہو گی۔ آپ نے فرمایا بس وہ تو کھانے کا گوشت ہو گیا صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا اچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب میرے پاس ایک بکری کا بچہ ہے جو مجھے دو بکریوں سے بھی زیادہ محبوب ہے کیا یہ کافی ہو گا؟ آپ نے فرمایا ہاں تجھے تو کافی ہے لیکن تیرے بعد چھ مہینے کا بکری کا بچہ کوئی اور نہیں دے سکتا۔ [3] امام ابوجعفر بن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ٹھیک

---

[1] [سورہ الانعام : آیت ۱۲۱]

[2] [اسنادہ ضعیف جدا و المتن باطل : مستدرك حاكم (۲/۵۳۸) المجروحين لابن حبان (۱/۱۷۷) كنز العمال (۲/۵۵۷) بيهقي (۲/۷۵) البدر المنير (۳/۴۷۹)] امام ابن جوزیؒ نے اسے موضوعات میں ذکر کیا ہے۔ [الموضوعات (۲/۹۸)] امام سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ یہ روایت موضوع ہے، امام ابن حبانؒ نے فرمایا ہے کہ اسے عمر بن صبح نے وضع کیا ہے۔ [اللآلي المصنوعة (۲/۱۷)] شیخ البانیؒ نے بھی اسے موضوع کہا ہے۔ [السلسلة الضعيفة (۶۰۰۸)] شیخ عبدالرزاق مہدی اور حافظ زبیر علی زئی نے اس کی سند کو سخت ضعیف کہا ہے۔]

[3] [صحیح : صحيح بخاري : كتاب العيدين : باب الاكل يوم النحر (۹۵۵) صحيح مسلم : كتاب الاضاحي : باب وقتها (۱۹۶۱)]

قول اس کا ہے جو کہتا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اپنی تمام نمازیں خالص اللہ ہی کیلئے ادا کر اس کے سوا کسی اور کیلئے نہ کر' اسی طرح اسی کی راہ میں خون بہا کسی اور کے نام پر قربانی نہ کر نہ اس کا شکر بجالا جس نے تجھے یہ بزرگی دی اور وہ نعمت دی جس جیسی کوئی اور نعمت نہیں تجھی کو اس کے ساتھ خاص کیا' یہی قول بہت اچھا ہے۔ محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ اور عطا رحمہ اللہ کا بھی یہی فرمان ہے۔

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تجھ سے اور تیری طرف اتری ہوئی وحی سے دشمنی رکھنے والا ہی قلت و ذلت والا' بے برکتا اور دم بریدہ ہے' یہ آیت عاص بن وائل کے بارے میں اتری ہے' یہ پاجی جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر سنتا تو کہتا اسے چھوڑو وہ دم کٹا ہے اس کے پیچھے اس کی نرینہ اولاد نہیں اس کے انتقال کرتے ہی اس کا نام دنیا سے اٹھ جائے گا' اس پر یہ مبارک سورت نازل ہوتی ہے' شمر بن عطیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عقبہ بن ابو معیط رضی اللہ عنہ کے حق میں یہ آیت اتری ہے' ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ فرماتے ہیں کعب بن اشرف اور جماعت قریش کے بارے میں یہ نازل ہوئی ہے' بزار میں ہے کہ جب کعب بن اشرف مکہ میں آیا تو قریشیوں نے اس سے کہا آپ تو ان کے سردار ہیں آپ اس بچہ کی طرف نہیں دیکھتے؟ جو اپنی پوری قوم سے الگ تھلگ ہے اور خیال کرتا ہے کہ وہ افضل ہے' حالانکہ ہم حاجیوں کے اہل میں سے ہیں' بیت اللہ ہمارے ہاتھ میں ہے' زم زم پر ہمارا قبضہ ہے۔ تو یہ خبیث کہنے لگا بیشک تم اس سے بہتر ہو اس پر یہ آیت اتری' اس کی سند صحیح ہے' حضرت عطا رحمہ اللہ فرماتے ہیں ابو لہب کے بارے میں یہ آیت اتری ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے کا انتقال ہوا تو یہ بدنصیب مشرکین سے کہنے لگا کہ آج کی رات محمد کی نسل کٹ گئی (صلی اللہ علیہ وسلم) اس پر اللہ نے یہ آیت اتاری' ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہ منقول ہے' آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر دشمن ہے جن جن کے نام لئے گئے وہ بھی جن کا ذکر نہیں ہوا وہ بھی' ابتر کے معنی ہیں تنہا عرب کا یہ محاورہ ہے کہ جب کسی کی نرینہ اولاد مر جائے تو کہتے ہیں ابتر۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادوں کے انتقال پر بھی انہوں نے دشمنی کی وجہ سے یہی کہا جس پر یہ آیت اتری' تو مطلب یہ ہوا کہ ابتر وہ ہے جس کے مرنے کے بعد اس کا ذکر مٹ جائے' ان مشرکین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بھی یہی خیال کیا تھا کہ ان کے لڑکے تو انتقال کر گئے وہ نہ رہے جن کی وجہ سے ان کے انتقال کے بعد ان کا نام رہتا۔ حاشا و کلا اللہ تعالیٰ آپ کا نام رہتی دنیا تک رکھے گا' آپ کی شریعت ابد الآباد تک باقی رہے گی' آپ کی اطاعت ہر ایک پر فرض کر دی گئی ہے آپ کا پیارا اور پاک نام ہر مسلم کے دل و زبان پر ہے اور قیامت تک فضائے آسمانی میں عروج و اقبال کے ساتھ گونجتا رہے گا' بحر و بر میں ہر وقت اس کی منادی ہوتی رہے گی' اللہ تعالیٰ آپ پر اور آپ کی آل و اولاد پر اور ازواج و اصحاب رضی اللہ عنہم پر قیامت تک درود و سلام بے حد و بکثرت بھیجتا رہے' (آمین) الحمد للہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس کے احسان و رحم سے سورۂ کوثر کی تفسیر ختم ہوئی۔ وللہ الحمد والمنہ۔

تفسیر سورۃ الکافرون

سورۂ کافرون کا تعارف: صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سورت کو اور سورۂ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ﴾ کو طواف کے بعد کی دو رکعت نماز میں تلاوت فرمایا۔[1] صحیح مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صبح کی دو سنتوں میں بھی آنحضرت ﷺ انہی دونوں سورتوں کی تلاوت کیا کرتے تھے۔[2] مسند احمد میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صبح کے فرضوں سے پہلے کی دو رکعتوں میں اور مغرب کے بعد کی دو رکعتوں میں بیس اوپر کچھ دفعہ یا دس اور کچھ مرتبہ سورۂ ﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾ اور سورۂ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ پڑھی[3] (یعنی اتنی مرتبہ میں نے یہ سورتیں آپ کو ان نمازوں میں پڑھتے ہوئے سنا) مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کو میں نے چوبیس یا پچیس مرتبہ صبح کی دو سنتوں میں ان دونوں سورتوں کو پڑھتے ہوئے بخوبی دیکھا[4] مسند ہی کی دوسری روایت میں آپ سے مروی ہے کہ مہینہ بھر تک میں نے آپ کو ان دونوں رکعتوں میں یہ دونوں سورتیں پڑھتے ہوئے پایا۔ یہ روایت ترمذی، ابن ماجہ اور نسائی میں بھی ہے[5] امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن کہتے ہیں، وہ روایت پہلے بیان ہو چکی ہے کہ یہ سورت چوتھائی قرآن کے برابر ہے اور سورۂ ﴿اِذَا زُلْزِلَتِ﴾ بھی[6] مسند احمد میں روایت ہے حضرت نوفل بن معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ ہماری ربیبہ زینب کی پرورش تم اپنے ہاں کرو، میرے خیال سے یہ حضرت زینب تھیں یہ ایک مرتبہ پھر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے

---

[1] [**صحیح**: صحیح مسلم: کتاب الحج: باب حجة النبی (۱۲۱۸)]

[2] [**صحیح**: صحیح مسلم: کتاب صلاۃ المسافرین: باب استحباب رکعتی سنة الفجر (۷۲۶)]

[3] [**صحیح**: مسند احمد (۲/۲۴)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔ [الموسوعة الحدیثیة (۵۲۱۵)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے نقل فرمایا ہے کہ اسے احمد شاکرؒ نے صحیح کہا ہے۔]

[4] [**صحیح**: مسند احمد (۲/۹۵)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔ [الموسوعة الحدیثیة (۵۴۴۰)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے نقل فرمایا ہے کہ اسے احمد شاکرؒ نے صحیح کہا ہے۔]

[5] [**صحیح**: ابن ماجه: کتاب الصلاة: باب ما جآء فیما یقراء فی الرکعتین قبل الفجر (۱۱۴۹) ترمذی: کتاب الصلاة: باب ما جآء فی تخفیف رکعتی الفجر و ما کان النبی یقرا فیهما (۴۱۷) نسائی: کتاب الافتتاح: باب القراءة فی الرکعتین بعد المغرب (۹۹۳) مسند احمد (۲/۹۴)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ترمذی، صحیح ابن ماجه] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اسے شیخ احمد شاکرؒ نے صحیح کہا ہے۔ شیخ عبدالرزاق مہدی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[6] [**صحیح دون فضل زلزلت**: ترمذی: کتاب التفسیر: باب ما جآء فی اذا زلزلت (۲۸۹۴)] شیخ البانیؒ نے فرمایا ہے کہ یہ روایت سورۂ زلزلت کی فضیلت کے علاوہ صحیح ہے۔[صحیح ترمذی]

فرمایا کہو بچی کیا کر رہی ہے؟ کہا میں اسے اس کی ماں کے پاس چھوڑ آیا ہوں۔ فرمایا اچھا کیوں آئے ہو؟ عرض کیا اس لئے کہ آپ سے کوئی وظیفہ سیکھ جاؤں جو سوتے وقت پڑھ لوں آپ نے فرمایا ﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾ پڑھ کر سو جایا کرو اس میں شرک سے براءت اور بیزاری ہے۔ (1) طبرانی کی ایک روایت میں ہے کہ جبلہ بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو بھی آپ نے یہی فرمایا تھا (2) طبرانی کی اور روایت میں ہے کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے بستر پر لیٹ کر اس سورت کی تلاوت فرمایا کرتے تھے' مسند احمد کی روایت میں ہے کہ حضرت حارث بن جبلہ رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کوئی ایسی چیز بتایئے کہ میں سونے کے وقت اسے کہہ لیا کروں آپ نے فرمایا جب تورات کو اپنے بستر پر جاؤ تو ﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾ پڑھ لیا کرو یہ شرک سے بیزاری ہے۔ واللہ اعلم۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝
وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۝ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ۝ ع ۲۲

میں پڑھتا ہوں اللہ کے نام کی برکت سے جو رحمٰن و رحیم ہے

کہہ دے کہ اے کافرو! ○ کہ نہ میں تمہارے معبودوں کو پوجوں ○ نہ تم میرے معبود کو پوجتے ہو ○ اور نہ میں تمہارے معبودوں کی پرستش کروں گا ○ نہ تم اس کی پرستش کرو گے جس کی عبادت میں کر رہا ہوں ○ تمہارے لئے تمہارا دین ہے اور میرے لئے میرا دین ہے ○

تمہارے لیے تمہارا دین اور میرے لیے میرا: اس سورۂ مبارکہ میں مشرکین کے عمل سے بیزاری کا اعلان ہے اور اللہ کی عبادت کے اخلاص کا حکم ہے' گو یہاں خطاب مکہ کے کفار قریش سے ہے لیکن دراصل روئے زمین کے تمام کافر مراد ہیں' اس کا شان نزول یہ ہے کہ ان کافروں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ ایک سال آپ ہمارے معبودوں کی عبادت کریں تو اگلے سال ہم بھی اللہ کی عبادت کریں گے' اس پر یہ سورت نازل ہوئی اور اللہ نے اپنے نبی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ ان کے دین سے اپنی پوری بیزاری کا اعلان فرمادیں کہ میں تمہارے ان بتوں کو اور جن جن کو تم اللہ کا شریک مان رہے ہو ہرگز نہ پوجوں گا' گو تم بھی میرے معبود برحق اللہ وحدہ لاشریک لہ کو نہ پوجو' پس ''ما'' یہاں پر معنی میں من کے ہے' پھر دوبارہ یہی فرمایا کہ میں تم جیسی عبادت نہ کروں گا تمہارے مذہب پر میں کاربند نہیں ہو سکتا' نہ میں تمہارے پیچھے لگ سکتا ہوں' بلکہ میں تو صرف اپنے رب کی عبادت کروں گا اور وہ بھی اس

---

(1) [صحیح: مسند احمد (۵/۶ ۴۵) ابو داؤد: کتاب الادب: باب ما یقول عند النوم (۵۰۵۵) ترمذی: کتاب الدعوات (۳۴۰۳)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابو داود] شیخ عبدالرزاق مہدی فرماتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے۔]

(2) [حسن بالشواهد: طبرانی اوسط (۱۹۸۹)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اس کے راویوں کی توثیق کی گئی ہے۔ [مجمع الزوائد (۱۰/۱۲۴)] شیخ عبدالرزاق مہدی فرماتے ہیں کہ یہ روایت شواہد کی بنا پر حسن ہے۔]

طریقے پر جو اسے پسند ہو اور جیسے وہ چاہے اسی لئے فرمایا کہ نہ تم میرے رب کے احکام کے آگے سر جھکاؤ گے نہ اس کی عبادت اس کے فرمان کے مطابق بجالاؤ گے بلکہ تم نے تو اپنی طرف سے طریقے مقرر کر لئے ہیں جیسے اور جگہ ہے ﴿اِنۡ یَّتَّبِعُوۡنَ اِلَّا الظَّنَّ﴾ (۱) الخ، یہ لوگ صرف وہم وگمان اور خواہش نفسانی کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں حالانکہ ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے ہدایت پہنچ چکی ہے۔ پس جناب نبی اللہ احمد مجتبیٰ محمد ﷺ نے ہر طرح اپنا دامن ان سے چھڑا لیا اور صاف طور پر ان کے معبودوں سے اور ان کی عبادت کے طریقوں سے علیحدگی کی اور ناپسندیدگی کا اعلان فرما دیا ظاہر ہے کہ ہر عابد کا معبود ہوگا اور طریقہ عبادت ہوگا پس رسول اللہ ﷺ اور آپ کی امت صرف اللہ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور طریقہ عبادت ان کا وہی ہے جس کے بتانے والے محمد ﷺ ہیں جو ﴿لَا اِلٰهَ اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰهِ﴾ ہے یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کا راستہ وہی ہے جس کے بتانے والے محمد ﷺ ہیں جو اللہ کے پیغمبر ﷺ ہیں۔

اور مشرکین کے معبود بھی اللہ کے سوا غیر ہیں اور طریقہ عبادت بھی اللہ کا بتلایا ہوا نہیں، اسی لئے فرمایا کہ تمہارا دین تمہارے لئے میرا میرے لئے۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿وَاِنۡ كَذَّبُوۡكَ فَقُلْ لِّىۡ عَمَلِىۡ وَلَـكُمۡ عَمَلُكُمۡ‌ۚ اَنۡتُمۡ بَرِيۡٓـــُٔوۡنَ مِمَّاۤ اَعۡمَلُ وَاَنَا بَرِىۡٓءٌ مِّمَّا تَعۡمَلُوۡنَ﴾ (۲) یعنی اگر یہ تجھے جھٹلائیں تو تو کہہ دے کہ میرے لئے میرا عمل ہے اور تمہارے لئے تمہارا عمل ہے تم میرے اعمال سے الگ ہو اور میں تمہارے کاموں سے بیزار ہوں، اور جگہ فرمایا ﴿لَـنَاۤ اَعۡمَالُنَا وَلَكُمۡ اَعۡمَالُكُمۡ﴾ (۳) ہمارے عمل ہمارے ساتھ اور تمہارے عمل تمہارے ساتھ، صحیح بخاری شریف میں اس آیت کی تفسیر میں ہے تمہارے لئے تمہارا دین ہے یعنی کفر اور میرے لئے میرا دین ہے یعنی اسلام، یہ لفظ اصل میں ''دینی'' تھا لیکن چونکہ اور آیتوں کا وقف نون ہے اس لئے اس میں بھی ''یا'' کو حذف کر دیا جیسے ''فَهُوَ يَهۡدِيۡنِ'' میں اور ''يَسۡقِيۡنِ'' میں، بعض مفسرین نے کہا ہے مطلب یہ ہے کہ میں اب تو تمہارے معبودوں کی پرستش کرتا نہیں اور آگے کے لئے بھی تمہیں ناامید کر دیتا ہوں کہ عمر بھر میں کبھی بھی یہ کفر مجھ سے نہ ہو سکے گا، اسی طرح نہ تم اب میرے اللہ کو پوجتے ہو نہ آئندہ اس کی عبادت کرو گے، اس سے مراد کفار ہیں جن کا ایمان نہ لانا اللہ کو معلوم تھا جیسے قرآن میں اور جگہ ہے ﴿وَلَيَزِيۡدَنَّ كَثِيۡرًا مِّنۡهُمۡ مَّاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ مِنۡ رَّبِّكَ طُغۡيَانًا وَّكُفۡرًا‌﴾ (۴) یعنی تیری طرف جو اترتا ہے اس سے ان میں اکثر تو سرکشی اور کفر میں بڑھ جاتے ہیں۔ ابن جریر نے بعض عربی دان حضرات سے نقل کیا ہے کہ دو مرتبہ اس جملے کا لانا تاکید کیلئے ہے جیسے ﴿فَاِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ يُسۡرًا﴾ (۵) میں اور جیسے ﴿لَتَرَوُنَّ الۡجَحِيۡمَ ۙ‏ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيۡنَ الۡيَقِيۡنِ﴾ (۶) پس ان دونوں جملوں کو دو مرتبہ لانے کی حکمت یہ تین قول ہوئے ایک تو یہ پہلے جملے سے مراد معبود دوسرے سے مراد طریق

---

(۱) [سورة النجم : آیت ۲۳]
(۲) [سورة یونس : آیت ٤١]
(۳) [سورة القصص : آیت ٥٥]
(۴) [سورة المائدہ : آیت ٦٤]
(۵) [سورة الانشراح : آیت ٥-٦]
(۶) [سورة التکاثر : آیت ٦-٧]

عبادت، دوسرے یہ کہ پہلے جملے سے مراد حال دوسرے سے مراد استقبال یعنی آئندہ، تیسرے یہ کہ پہلے جملے کی تاکید دوسرے دونوں جملوں سے ہے، لیکن یہ یاد رہے کہ یہاں ایک چوتھی توجیہ بھی ہے جسے حضرت امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنی بعض تصنیفات میں قوت دیتے ہیں، وہ یہ کہ پہلے تو جملہ فعلیہ ہے دوبارہ جملہ اسمیہ ہے، تو مراد یہ ہوئی کہ نہ تو میں غیر اللہ کی عبادت کرتا ہوں نہ مجھ سے کبھی بھی کوئی امید رکھ سکتا ہے، یعنی واقعہ کی بھی نفی ہے اور شرعی طور پر ممکن ہونے کا بھی انکار ہے، یہ قول بھی بہت اچھا ہے، واللہ اعلم۔ حضرت امام ابوعبداللہ شافعی رحمہ اللہ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ کفر ایک ہی ملت ہے اس لئے یہود نصرانی کا اور نصرانی یہود کا وارث ہوسکتا ہے جبکہ ان دونوں میں نسب یا سبب ورثے کا پایا جائے، اس لئے کہ اسلام کے سوا کفر کی جتنی راہیں ہیں وہ سب باطل ہونے میں ایک ہی ہیں، حضرت امام احمد رحمہ اللہ اور ان کے موافقین کا مذہب اس کے برخلاف ہے کہ نہ یہودی نصرانی کا وارث ہوسکتا ہے نہ نصرانی یہود کا کیونکہ حدیث ہے دو مختلف مذہب والے آپس میں ایک دوسرے کے وارث نہیں بن سکتے۔ [1] سورۂ ﴿قُلْ يَآ اَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾ کی تفسیر ختم ہوئی۔ فالحمد للہ علی احسانہ۔

تفسیر سورة النصر

قرآن کا چوتھائی حصہ: پہلے وہ حدیث بیان ہوچکی ہے کہ یہ سورت چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔ [2] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عبید اللہ بن عبداللہ سے پوچھا جانتے ہو سب سے آخر کونسی سورت اتری؟ جواب دیا کہ ہاں یہی سورت ﴿اِذَا جَآءَ﴾ تو آپ نے فرمایا تم سچے ہو (نسائی) [3] حافظ ابوبکر بزار اور حافظ بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت وارد کی ہے کہ یہ سورت ایام تشریق کے درمیان کے دن اتری تو آپ سمجھ گئے کہ یہ رخصت کی سورت ہے، اسی وقت حکم دیا اور آپ کی اونٹنی قصویٰ کسی گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سوار ہوئے اور اپنا پر زور خطبہ پڑھا جو مشہور ہے، [4] بیہقی میں ہے کہ جب یہ سورت اتری تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لخت جگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور فرمایا مجھے میرے انتقال کی خبر آ گئی ہے، حضرت زہرا رضی اللہ عنہا رونے لگیں یک دم ہنس دیں جب اور لوگوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا خبر انتقال نے تو رلا دیا لیکن روتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تسلی دی اور فرمایا بیٹی صبر کرو میری اہل میں سب

---

[1] [حسن صحیح : ابوداؤد : کتاب الفرائض : باب هل یرث المسلم (۲۹۱۱) ابن ماجه : کتاب الفرائض : باب میراث اهل الاسلام من اهل الشرك (۲۷۳۱) ترمذی : کتاب الفرائض : باب لا یتوارث اهل ملتین (۲۱۰۸) مسند احمد (۱۷۸/۲)] شیخ البانی ؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود]

[2] [ضعیف : ترمذی : کتاب التفسیر : باب ما جآء فی اذا زلزلت (۲۸۹۵)] شیخ البانی ؒ اسے ضعیف کہتے ہیں۔ [ضعیف ترمذی، التعلیق الرغیب (۲۲٤/۲)] شیخ عبدالرزاق مہدی فرماتے ہیں کہ اس کی سند سلمہ بن وردان کے ضعف کی وجہ سے ضعیف ہے۔]

[3] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب التفسیر (۳۰۲٤)]

[4] [ضعیف : بیهقی (۱۵۲/۵)] اس کی سند میں موسیٰ بن عبیدہ راوی ضعیف ہے۔]

سے پہلے تم مجھ سے ملوگی تو مجھے بے ساختہ ہنسی آ گئی۔ [1]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝١ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ أَفْوَاجًا ۝٢ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا ۝٣

شروع کرتا ہوں ساتھ نام اللہ رحم کرنے والے مہربان کے

جب اللہ کی مدد اور فتح آ جائے ○ اور تو لوگوں کو اللہ کے دین میں جوق جوق آتا دیکھ لے ○ تو اپنے رب کی تسبیح اور حمد کرنے لگ اور اس سے مغفرت کی دعا مانگ، بیشک وہ معاف کرنے والا ہے ○

سورۂ نصر پیغمبر ﷺ کی وفات کا پیغام: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بڑی عمر والے بدری مجاہدین کے ساتھ ساتھ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مجھے بھی شامل کر لیا کرتے تھے تو شاید کسی کے دل میں اس سے کچھ ناراضگی پیدا ہوئی ہوگی اس نے کہا کہ یہ ہمارے ساتھ نہ آیا کریں، ان جتنے تو ہمارے بچے ہیں، خلیفۃ المسلمین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم انہیں خوب جانتے ہو ایک دن سب کو بلایا اور مجھے بھی یاد فرمایا میں سمجھ گیا کہ آج انہیں کچھ دکھانا چاہتے ہیں جب ہم سب جا پہنچے تو امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے ہم سے پوچھا کہ سورۂ ﴿إِذَا جَآءَ﴾ کی نسبت تمہیں کیا علم ہے؟ بعض نے کہا اس میں ہمیں اللہ کی حمد و ثناء بیان کرنے اور گناہوں کی بخشش چاہنے کا حکم کیا گیا ہے کہ جب مدد اللہ آ جائے اور ہماری فتح ہو تو ہم یہ کریں اور بعض بالکل خاموش رہے تو آپ نے میری طرف توجہ فرمائی اور کہا کیا تم بھی یہی کہتے ہو؟ میں نے کہا نہیں، فرمایا پھر اور کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا یہ رسول اللہ ﷺ کے انتقال کا پیغام ہے آپ کو معلوم کرایا جا رہا ہے کہ اب آپ کی دنیوی زندگی ختم ہونے کو ہے آپ تسبیح، حمد اور استغفار میں مشغول ہو جائیے، حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہی میں بھی جانتا ہوں۔ (بخاری) [2] جب یہ سورت اتری تو حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ اب اسی سال میرا انتقال ہو جائے گا مجھے میرے انتقال کی خبر دی گئی ہے (مسند احمد) [3] مجاہد رحمہ اللہ ابو العالیہ رحمہ اللہ ضحاک رحمہ اللہ وغیرہ بھی یہی تفسیر بیان کرتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ مدینہ شریف میں تھے فرمانے لگے اللہ اکبر اللہ اکبر! اللہ کی مدد آ گئی اور فتح بھی، یمن والے آ گئے۔ پوچھا گیا حضور ﷺ یمن والے کیسے ہیں؟ فرمایا وہ نرم دل لوگ ہیں سلجھی ہوئی طبیعت والے ہیں ایمان تو اہل یمن کا ہے اور سمجھ بھی اہل یمن کی ہے اور حکمت بھی یمن والوں کی ہے

---

[1] [ضعیف: طبرانی کبیر (۱۱۹۰۷)] اس کی سند میں ہلال بن خباب راوی ضعیف ہے۔]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب قوله تعالى فسبح بحمد ربك (۴۹۷۰)]

[3] [مسند احمد (۱/۲۱۷)] شیخ شعیب ارناؤوط نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۱۸۷۳)] البتہ شیخ عبدالرزاق مہدی نے اس کی سند کو حسن کہا ہے اور شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس روایت کو شیخ احمد شاکر نے صحیح کہا ہے۔]

(ابن جریر) ① ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ جب یہ سورت اتری چونکہ اس میں آپ کے انتقال کی خبر تھی تو آپ نے اپنے کاموں میں اور کمر کس کی اور تقریباً وہی فرمایا جو اوپر گزرا (طبرانی) ② حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی مروی ہے کہ سورتوں میں پوری سورت نازل ہونے کے اعتبار سے آخری سورت یہی ہے (طبرانی) ③ اور حدیث میں ہے کہ جب یہ سورت اتری آپ نے اس کی تلاوت کی اور فرمایا لوگ ایک کنارہ ہوں میں اور میرے اصحاب ایک کنارہ ہیں سنو! فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں البتہ جہاد اور نیت ہے' مروان کو جب یہ حدیث حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے سنائی تو یہ کہنے لگا جھوٹ کہتا ہے اس وقت مروان کے ساتھ اس کے تخت پر حضرت رافع بن خدیج اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہما بھی بیٹھے تھے تو حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرمانے لگے ان دونوں کو بھی اس حدیث کی خبر ہے یہ بھی اس حدیث کو بیان کر سکتے ہیں لیکن اس کو تو اپنی سرداری چھن جانے کا خوف ہے اور دوسرے کو زکوٰۃ کی وصولی کے عہدے سے سبکدوش ہو جانے کا ڈر ہے' مروان نے یہ سن کر کوڑا اٹھا کر حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کو مارنا چاہا ان دونوں بزرگوں نے جب یہ دیکھا تو کہنے لگے مروان سن! حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے سچ بیان فرمایا ہے (مسند احمد) ④ یہ حدیث ثابت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمایا ہجرت نہیں رہی ہاں جہاد اور نیت ہے' جب تمہیں چلنے کا کہا جائے تو اٹھ کھڑے ہو جایا کرو۔ ⑤

صحیح بخاری اور صحیح مسلم شریف میں یہ حدیث موجود ہے' ہاں یہ بھی یاد رہے کہ جن بعض صحابہ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے سامنے اس سورت کا یہ مطلب بیان کیا کہ جب ہم پر اللہ تعالیٰ شہر اور قلعے فتح کر دے اور ہماری مدد فرما دے تو ہمیں حکم مل رہا ہے کہ ہم اس کی تعریفیں بیان کریں' اس کا شکر کریں' اس کی پاکیزگی بیان کریں' نماز ادا کریں اور اپنے گناہوں کی بخشش طلب کریں' یہ مطلب بھی بالکل صحیح ہے اور یہ تفسیر بھی نہایت پیاری ہے' دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ والے دن ضحیٰ کے وقت آٹھ رکعت نماز ادا کی۔ ⑦ گو لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ ضحیٰ کی نماز تھی لیکن ہم

---

① [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۳۸۲۳۰) مسند ابو یعلی (۲۵۰۵)] اس کی سند میں حسین بن عیسیٰ راوی جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔]

② [طبرانی کبیر (۱۱۹۰۳) مجمع الزوائد (۱٤۲٤)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔]

③ [طبرانی کبیر (۱۰۷۳٦)] شیخ عبدالرزاق مہدی نے اسے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔]

④ [صحیح لغیرہ دون الجملة : مسند احمد (۳/۲۲)، (۵/۱۸۷)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ یہ روایت ان الفاظ ﴿الناس حیز وأنا وأصحابی حیز﴾ کے علاوہ صحیح لغیرہ ہے البتہ یہ سند انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے۔[الموسوعة الحدیثیة (۱۱۱٦۷)]

⑤ [صحیح : صحیح بخاری : کتاب جزاء الصید : باب لا یحل القتال بمکة (۱۸۳٤) صحیح مسلم : کتاب الحج : باب تحریم مکة وصیدها وخلاها (۱۳۵۳) نسائی : کتاب المناسك : باب حرم مکة (۲۸۷۷) ابو داؤد : کتاب الجهاد : باب فی الهجرة هل انقطعت (۲٤۸۰) ترمذی : کتاب السیر : باب ما جاء فی الهجرة (۱۵۹۰)]

⑦ [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التقصیر : باب من تطوع فی السفر (۱۱۰۳) صحیح مسلم : کتاب صلاة المسافرین : باب استحباب صلاة الضحی (۸۰۳٣٦)]

کہہ سکتے ہیں کہ ضحیٰ کی نماز آپ ہمیشہ نہیں پڑھتے تھے پھر اس دن جبکہ شغل اور کام بہت زیادہ تھا مسافرت تھی یہ کیسے پڑھی؟ آپ کی اقامت فتح کے موقعہ پر مکہ شریف میں رمضان کے آخر تک انیس دن رہی' آپ فرض نماز کو بھی قصر کرتے رہے روزہ نہیں رکھا اور تمام لشکر جو تقریباً دس ہزار تھا اسی طرح کرتا رہا' ان حقائق سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ یہ نماز فتح کے شکریہ کی نماز تھی' اسی لئے سردار لشکر امام وقت پر مستحب ہے کہ جب کوئی شہر فتح ہو تو داخل ہوتے ہی آٹھ رکعت نماز ادا کرے' حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فتح مدائن والے دن ایسا ہی کیا تھا' ان آٹھ رکعت کو دو دو رکعتیں کر کے ادا کرے' گو بعض کا قول یہ بھی ہے کہ آٹھوں ایک ہی سلام سے پڑھ لے لیکن ابوداؤد کی حدیث میں صراحتاً مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نماز میں ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرا ہے [1] دوسری تفسیر بھی صحیح ہے جو ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ نے کی ہے اس میں آپ کو آپ کے وصال کی خبر دی گئی کہ جب آپ اپنی بستی مکہ فتح کر لیں جہاں سے ان کفار نے آپ کو نکل جانے پر مجبور کیا تھا اور آپ اپنی آنکھوں اپنی محنت کا پھل دیکھ لیں کہ فوجوں کی فوجیں آپ کے جھنڈے تلے آ جائیں جوق در جوق لوگ حلقہ بگوش اسلام ہو جائیں تو ہماری طرف آنے کی اور ہم سے ملاقات کی تیاریوں میں لگ جاؤ سمجھ لو کہ جو کام ہمیں تم سے لینا تھا پورا ہو چکا اب آخرت کی طرف نگاہیں ڈالو جہاں آپ کیلئے بہت بہتری ہے اور اس دنیا سے بہت زیادہ بھلائی آپ کیلئے وہاں ہے' وہیں آپ کی مہمانی تیار ہے اور مجھ جیسا میزبان ہے' تم ان نشانات کو دیکھ کر بکثرت میری حمد و ثنا کرو اور توبہ استغفار میں لگ جاؤ' صحیح بخاری شریف کی حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رکوع سجدے میں بکثرت ﴿سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ﴾ پڑھا کرتے تھے آپ قرآن کی اس آیت ﴿فَسَبِّحْ﴾ الخ' پر عمل کرتے تھے [2] اور روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی آخری عمر میں ان کلمات کا اکثر ورد کرتے تھے ﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ﴾ اللہ کی پاک ذات ہے اس کیلئے سب تعریفیں مختص ہیں' میں اللہ سے استغفار کرتا ہوں اور اس کی طرف جھکتا ہوں' اور فرمایا کرتے تھے کہ میرے رب نے مجھے حکم دے رکھا ہے کہ جب میں یہ علامت دیکھ لوں کہ مکہ فتح ہو گیا اور دین اسلام میں فوجیں کی فوجیں داخل ہونے لگیں تو میں ان کلمات کو بکثرت کہوں چنانچہ بحمد للہ میں اسے دیکھ چکا لہٰذا اب اس وظیفے میں مشغول ہوں (مسند احمد) [3] ابن جریر میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی آخری عمر میں بیٹھتے اٹھتے' چلتے پھرتے' آتے جاتے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ پڑھا کرتے میں نے ایک مرتبہ پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی کیا

---

[1] [ضعیف : ابوداؤد : کتاب التطوع : باب صلاۃ الضحی (۱۲۹۰) ابن ماجه (۱۳۲۳)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔]

[2] [صحیح : صحیح بخاری: کتاب الاذان : باب الدعاء فی الرکوع (۷۹٤)، (٤۲۹۳) صحیح مسلم : کتاب الصلاۃ : باب ما یقال فی الرکوع والسجود (٤۸٤) ابن ماجه : کتاب اقامة الصلاۃ و السنة فیها (۸۸۹) نسائی : کتاب التطبیق (۱۰٤۸)]

[3] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الصلاۃ : باب ما یقال فی الرکوع والسجود (٤۸٤)]

وجہ ہے؟ تو آپ نے اس سورت کی تلاوت کی اور فرمایا مجھے حکم الٰہی یہی ہے۔ (۱) کسی مجلس میں بیٹھیں پھر وہ مجلس برخاست ہو تو پھر کیا پڑھنا چاہئے اسے ہم تو اپنی مستقل تصنیف میں لکھ چکے ہیں' مسند احمد میں ہے کہ جب یہ سورت اتری تو حضور ﷺ اسے اکثر اپنی نماز میں تلاوت کرتے اور رکوع میں تین مرتبہ یہ پڑھتے ﴿ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِی اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴾ (۲) فتح سے پہلے مراد یہاں فتح مکہ ہے اس پر اتفاق ہے' عموماً عرب قبائل اسی کے منتظر تھے کہ اگر یہ اپنی قوم پر غالب آ جائیں اور مکہ ان کے زیر نگیں آ جائے تو پھر ان کے نبی ہونے میں ذرا سا بھی شک شبہ نہیں اب جبکہ اللہ نے اپنے حبیب کے ہاتھوں مکہ فتح کرادیا تو یہ سب اسلام میں آ گئے' اس کے بعد دو سال بھی پورے نہیں ہوئے تھے کہ سارا عرب مسلمان ہو گیا' اور ہر ایک قبیلے میں اسلام اپنا راج کرنے لگا' فالحمدللہ۔ صحیح بخاری شریف میں بھی حضرت عمرو بن سلمہ کا یہ مقولہ موجود ہے کہ مکہ فتح ہوتے ہی ہر قبیلے نے اسلام کی طرف سبقت کی ان سب کو اسی بات کا انتظار تھا اور کہتے تھے کہ انہیں اور ان کی قوم کو چھوڑ و دیکھو اگر یہ نبی برحق ہیں تو اپنی قوم پر غالب آ جائیں گے اور مکہ پر ان کا جھنڈا نصیب ہو جائے گا۔ (۳)

''ہم نے غزوہ فتح مکہ کا پورا واقعہ تفصیل کے ساتھ اپنی 'سیرۃ' کی کتاب میں لکھا ہے جو صاحب تفصیلات دیکھنا چاہیں وہ اس کتاب کو دیکھ لیں'' فالحمدللہ۔ مسند احمد میں ہے کہ حضرت جابر بن جابر رضی اللہ عنہ کے پڑوسی جب اپنے کسی سفر سے واپس آئے تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ ان سے ملاقات کرنے کیلئے گئے تو انہوں نے لوگوں کی پھوٹ اور ان کے اختلاف کا حال بیان کیا اور ان کی نو ایجاد بدعتوں کا تذکرہ کیا تو صحابی رسول ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آئے اور روتے ہوئے فرمانے لگے کہ اللہ کے حبیب' شافع روز جزا حضرت محمد ﷺ سے سنا ہے کہ لوگوں کی فوجیں اللہ کے دین میں داخل ہوئیں لیکن عنقریب جماعتیں ان میں سے نکلنے بھی لگ جائیں گی۔ (۴) اس سورت کی تفسیر ختم ہوئی۔ فالحمدللہ علی احسانہ۔

تفسیر سورۃ تبت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
تَبَّتْ يَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝۱ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝۲ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ
لَهَبٍ ۝۳ وَّامْرَاَتُهٗ ۭ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝۴ فِیْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝۵

ع ۲۶

---

(۱) [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۳۸۲۴۸)] اس میں حفص بن سلیمان ضعیف ہے۔]

(۲) [حسن لغیرہ : مسند احمد (۱/۴۱۰)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن لغیرہ کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (۳۶۸۳)] مزید دیکھئے : السلسلة الصحيحة (۲۰۸۴)]

(۳) [صحیح : صحيح بخاری : كتاب المغازی (۴۳۰۲)]

(۴) [ضعیف : مسند احمد (۳/۳۴۳) مجمع الزوائد (۷/۲۸۴)] شیخ شعیب ارناؤوط نے جار جابر بن عبداللہ کے مجہول ہونے کی وجہ سے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔[الموسوعة الحديثية (۱۴۶۹۶)] شیخ عبدالرزاق مہدی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

میں اللہ کے نام سے پڑھتا ہوں جو بڑا رحمان نہایت رحیم ہے

ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹیں وہ خود ہلاک ہو گیا○ نہ تو اس کا مال کام آیا اور نہ اس کی کمائی○ بھڑکنے والی آگ میں وہ جائے گا○ اور اس کی بیوی بھی‘ جو لکڑیاں ڈھونے والی ہے○ اس کی گردن میں پوست کھجور کی بٹی ہوئی رسی ہو گی○

بدترین میاں بیوی: صحیح بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ بطحا میں جا کر ایک پہاڑی پر چڑھ گئے اور اونچی آواز سے ''یَاصَبَاحَاهُ یَاصَبَاحَاهُ'' کہنے لگے قریش سب جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا اگر میں تم سے کہوں کہ صبح یا شام دشمن تم پر چھاپہ مارنے والا ہے تو کیا تم مجھے سچا سمجھو گے؟ سب نے جواب دیا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا سنو! میں تمہیں اللہ کے سخت عذاب کے آنے کی خبر دے رہا ہوں تو ابولہب نے کہا تجھے ہلاکت ہو‘ کیا اسی لئے تو نے ہمیں جمع کیا تھا؟ اس پر یہ سورت اتری (بخاری)[1]

دوسری روایت میں ہے کہ یہ ہاتھ جھاڑتا ہوا یوں کہتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ تَبَّتْ بددعا ہے اور تب خبر ہے‘ یہ ابولہب آنحضرت ﷺ کا چچا تھا اس کا نام عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب تھا اس کی کنیت ابوعتبہ تھی اس کے چہرے کی خوبصورتی اور چمک دمک کی وجہ سے اسے ابولہب یعنی شعلے والا کہا جاتا تھا‘ یہ حضور ﷺ کا بدترین دشمن تھا ہر وقت ایذا دہی‘ تکلیف رسانی اور نقصان پہنچانے کے درپے رہا کرتا تھا‘ ربیعہ بن عباد دیلی رضی اللہ عنہ اپنے اسلام لانے کے بعد اپنا جاہلیت کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خود ذوالمجاز کے بازار میں دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں لوگو! لا الہ الا اللہ کہو تو فلاح پاؤ گے لوگوں کا مجمع آپ کے آس پاس لگا ہوا تھا میں نے دیکھا کہ آپ کے پیچھے ہی ایک گورے چٹے چمکتے چہرے والا بھینگی آنکھ والا جس کے سر کے بڑے بڑے بالوں کی دو مینڈھیاں تھیں۔ آیا اور کہنے لگا لوگو! یہ بے دین ہے‘ جھوٹا ہے۔ غرض آپ لوگوں کے مجمع میں جا کر اللہ کی توحید کی دعوت دیتے تھے اور یہ دشمن پیچھے پیچھے یہ کہتا ہوا چلا جا رہا تھا۔ میں نے لوگوں سے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا یہ آپ کا چچا ابولہب ہے (لعنۂ اللہ) (مسند احمد) ابوالزیاد نے راوی حدیث حضرت ربیعہ سے کہا کہ آپ تو اس وقت بچہ ہوں گے فرمایا نہیں میں اس وقت خاصی عمر کا تھا مشک لاد کر پانی بھر لایا کرتا تھا[2] دوسری روایت میں ہے میں اپنے باپ کے ساتھ تھا میری جواں عمر تھی اور میں نے دیکھا تھا کہ رسول اللہ ﷺ ایک ایک قبیلے کے پاس جاتے اور فرماتے لوگو! میں تمہاری طرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں میں تم سے کہتا ہوں کہ ایک اللہ ہی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو مجھے سچا جانو مجھے میرے دشمنوں سے بچاؤ تاکہ میں اس کا کام بجا لاؤں جس کا حکم مجھے دے کر اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے‘ آپ یہ پیغام پہنچا کر فارغ ہوتے تو آپ کا چچا ابولہب پیچھے سے پہنچتا اور کہتا اے فلاں قبیلے کے لوگو! یہ شخص تمہیں لات وعزیٰ سے ہٹانا چاہتا ہے اور بنو مالک بن اقیش کے تمہارے حلیف جنوں سے

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب ما اغنی عنه ماله وما کسب (٤٩٧٢)]

[2] [صحیح لغیرہ: مسند احمد (٣٤١/٤) مستدرك حاکم (١٦/١)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔[الموسوعة الحدیثیة (١٩٠٠٥)]

تمہیں دور کر رہا ہے اور اپنی نئی لائی ہوئی گمراہی کی طرف تمہیں گھسیٹ رہا ہے' خبردار نہ اس کی سننا نہ ماننا (احمد وطبرانی) [1] اللہ تعالیٰ اس سورت میں فرماتا ہے کہ ابولہب برباد ہوا اس کی کوشش غارت ہوئی اس کے اعمال ہلاک ہوئے بالیقین اس کی بربادی ہو چکی' اس کی اولاد اس کے کام نہ آئی۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کو اللہ کی طرف بلایا تو ابولہب کہنے لگا اگر میرے بھتیجے کی باتیں حق ہیں تو میں قیامت کے دن اپنا مال واولاد اللہ کو فدیہ میں دے کر اس عذاب سے چھوٹ جاؤں گا اس پر یہ آیتیں ﴿مَا اَغْنٰی﴾ الخ' اتری۔

پھر فرمایا کہ یہ شعلے مارنے والی آگ میں جو سخت جلانے والی اور بہت تیز ہے داخل ہوگا' اور اس کی بیوی بھی جو قریش عورتوں کی سردار تھی اس کی کنیت ام جمیل تھی نام اروی تھا' حرب بن امیہ کی لڑکی تھی ابوسفیان کی بہن تھی اور اپنے خاوند کے کفر وعناد اور سرکشی ودشمنی میں یہ بھی اس کے ساتھ تھی اس لئے قیامت کے دن عذابوں میں بھی اسی کے ساتھ ہوگی' لکڑیاں اٹھا اٹھا کر لائے گی اور جس آگ میں اس کا خاوند جل رہا ہوگا ڈالتی جائے گی اس کے گلے میں آگ کی رسی ہوگی یہ معنی بھی کئے گئے ہیں کہ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ سے مراد اس کا غیبت گو ہونا ہے' امام ابن جریر اسی کو پسند کرتے ہیں' ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ یہ جنگل کی خاردار لکڑیاں چن لاتی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں بچھا دیا کرتی تھی' یہ بھی کہا گیا ہے کہ چونکہ یہ عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فقیری کا طعنہ دیا کرتی تھی تو اسے اس کا لکڑیاں چننا یاد دلایا گیا' لیکن صحیح قول پہلا ہی ہے' واللہ اعلم۔ سعید بن مسیّب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کے پاس ایک نفیس ہار تھا کہتی تھی کہ اسے میں فروخت کر کے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مخالفت میں خرچ کروں گی اور یہاں فرمایا گیا کہ اس کے بدلے اس کے گلے میں آگ کا طوق ڈالا جائے گا۔

''مسد'' کے معنی کھجور کی رسی کے ہیں۔ حضرت عروہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ جہنم کی زنجیر ہے جس کی ایک ایک کڑی ستر ستر گز کی ہے۔ ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ جہنم کا طوق ہے جس کی لمبائی ستر ہاتھ ہے۔ جوہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ اونٹ کی کھال کی اور اونٹ کے بالوں کی بنائی جاتی ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی لوہے کا طوق۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جب یہ سورت اتری تو یہ بھینگی عورت ام جمیل بنت کرب اپنے ہاتھ میں نوکدار پتھر لئے یوں کہتی ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی:

مُذَمَّمًا اَبَيْنَا وَدِيْنَهٗ قَلَيْنَا وَاَمْرَهٗ عَصَيْنَا

یعنی ہم مذمم کے منکر ہیں' اس کے دین کے دشمن ہیں اور اس کے نافرمان ہیں۔

اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبۃ اللہ میں بیٹھے ہوئے تھے' آپ کے ساتھ میرے والد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تھے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اسے اس حالت میں دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ آ رہی ہے

---

[1] [ضعیف: مسند احمد (٤٩٢/٣) طبرانی کبیر (٤٥٨٩)] امام ہیثمی نے فرمایا ہے کہ اس میں حسین بن عبداللہ ضعیف ہے۔[مجمع الزوائد (٣٩/٦)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند حسین بن عبداللہ کے ضعف کی وجہ سے ضعیف ہے۔[الموسوعة الحديثية (١٦٠٢٥)]

ایسا نہ ہوا آپ کو دیکھ لے آپ نے فرمایا صدیق بے غم رہو یہ مجھے نہیں دیکھ سکتی' پھر آپ نے قرآن کریم کی تلاوت شروع کر دی تا کہ اس سے بچ جائیں' خود قرآن فرماتا ہے ﴿وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا﴾ (١) یعنی جب تو قرآن پڑھتا ہے تو ہم تیرے اور ایمان نہ لانے والوں کے درمیان پوشیدہ پردہ ڈال دیتے ہیں۔ یہ ڈائن آ کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس کھڑی ہو گئی گو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس ہی بالکل ظاہر بیٹھے ہوئے تھے لیکن حجابوں نے اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھ سکی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہنے لگی مجھے معلوم ہوا ہے کہ تیرے ساتھی نے میری ہجو کی ہے یعنی شعروں میں میری مذمت کی ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں نہیں رب البیت کی قسم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیری کوئی ہجو نہیں کی تو یہ کہتی ہوئی لوٹ گئی کہ قریش تو جانتے ہیں کہ ان کے سردار کی بیٹی ہوں (٢) (ابن ابی حاتم) ایک مرتبہ یہ اپنی چادر اوڑھے طواف کر رہی تھی پیر چادر میں الجھ گیا اور پھسل پڑی تو کہنے لگی مذمم غارت ہو۔ ام حکیم بنت عبد المطلب نے کہا میں تو پاک دامن عورت ہوں اپنی زبان نہیں بگاڑوں گی اور دوست پسند ہوں پس داغ نہ لگاؤں گی اور ہم سب ایک ہی دادا کی اولاد میں سے ہیں اور قریش ہی زیادہ جاننے والے ہیں۔ بزار میں ہے کہ اس نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تیرے ساتھی نے میری ہجو کی ہے تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے قسم کھا کر جواب دیا کہ نہ تو آپ شعر گوئی جانتے ہیں نہ کبھی آپ نے شعر کہے' اس کے جانے کے بعد حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا اس نے آپ کو دیکھا نہیں؟ آپ نے فرمایا فرشتہ آڑ بن کر کھڑا ہوا تھا جب تک وہ واپس نہ چلی گئی (٣) بعض اہل علم نے کہا ہے کہ اس کے گلے میں جہنم کی آگ کی رسی ہو گی جس سے اسے کھینچ کر جہنم کے اوپر لایا جائے گا پھر ڈھیلی چھوڑ کر جہنم کی تہہ میں ڈال دیا جائے گا یہی عذاب اسے ہوتا رہے گا' ڈول کی رسی کو عرب مسد کہہ دیا کرتے ہیں۔ عربی شعروں میں بھی یہ لفظ اس معنی میں لایا گیا ہے' ہاں یہ یاد رہے کہ یہ بابرکت سورت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی ایک اعلیٰ دلیل ہے کیونکہ جس طرح ان کی بدبختی کی خبر اس سورت میں دی گئی تھی اسی طرح واقعہ بھی ہوا ان دونوں کو ایمان لانا آخر تک نصیب نہ ہوا نہ تو وہ ظاہر میں مسلمان ہوئے۔ باطن میں نہ چھپے نہ کھلے' پس یہ صورت زبردست بہت صاف اور روشن دلیل ہے۔

---

(١) [سورہ الاسرا : آیت ٤٥]

(٢) [صحیح : مستدرك حاكم (٣٦١/٢) مسند حمیدی (١٥٣/١) بیهقی فی دلائل النبوة (١٩٥/٢) مجمع الزوائد (١١٥٢٩) ابو نعیم (ص : ٦١)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ امام ابن ابی حاتمؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ [كما فی الدر المنثور للسیوطی (١٨٦/٤)] شیخ البانیؒ نے بھی اسے "صحیح السیرة النبویة" میں نقل فرمایا ہے۔ [ص : ١٣٨]

(٣) [حسن : مسند بزار (٢٩٤)، (١٢١/٢-١٢٢) مسند ابو یعلی (٢٣٥٨٥)] حافظ ابن حجرؒ نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔ [فتح الباری (٧٣٨/٨)] شیخ علوی بن عبد القادر سقاف بھی اسے قابل تحسین قرار دیتے ہیں۔ [تخریج احادیث و آثار کتاب فی ظلال القرآن (ص : ٣٥٧)]

حضور ﷺ کی نبوت کی۔ اس سورت کی تفسیر بھی ختم ہوئی۔ اللہ ہی کیلئے سب تعریفیں ہیں اور اسی کے فضل و کرم اور اسی کے احسان و انعام کی یہ برکت ہے۔

تفسیر سورۃ الاخلاص

سورۂ اخلاص کی فضیلت: مسند احمد میں ہے کہ مشرکین نے حضور ﷺ سے کہا اپنے رب کے اوصاف بیان کرو اس پر یہ سورت نازل ہوئی۔ صَمَد کے معنی ہیں جو نہ تو پیدا ہوا ہو نہ اس کی اولاد ہو، اس لئے کہ جو پیدا ہوا ہے وہ ایک وقت مرے گا بھی اور دوسرے اس کے وارث ہوں گے اللہ عزوجل نہ مرے نہ اس کا کوئی وارث ہو اس جیسا اور اس کی جنس کا کوئی نہیں نہ اس کے مثل کوئی چیز ہے۔ ترمذی وغیرہ میں بھی یہ روایت ہے [1] ابو یعلی موصلی میں بھی ہے کہ ایک اعرابی نے یہ سوال کیا تھا [2] اور روایت میں ہے کہ مشرکین کے اس سوال کے جواب میں یہ سورت اتری [3] رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ہر چیز کی نسبت ہے اور اللہ کی نسبت یہ سورت ہے [4] صمد اسے کہتے ہیں جو کھوکھلا نہ ہو، بخاری شریف کتاب التوحید میں ہے کہ حضور ﷺ نے ایک چھوٹا سا لشکر کہیں بھیجا جس وقت وہ پلٹے تو انہوں نے کہا حضور ﷺ نے ہم پر جسے سردار بنایا تھا وہ ہر نماز کی قرأت کے خاتمہ پر سورہ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ﴾ الخ' پڑھا کرتے تھے آپ نے فرمایا ان سے پوچھو کہ وہ ایسا کیوں کرتے تھے؟' پوچھنے پر کہا کہ یہ سورت رحمٰن کی صفت ہے مجھے اس کا پڑھنا بہت ہی پسند ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا انہیں خبر دو کہ اللہ بھی اس سے محبت رکھتا ہے [5] بخاری شریف کتاب الصلوٰۃ میں ہے کہ ایک انصاری مسجد قبا کے امام تھے ان کی عادت تھی کہ الحمدللہ ختم کر کے اس سورت کو پڑھتے پھر جون سی سورت پڑھنی ہوتی یا جہاں سے چاہتے قرآن پڑھتے' ایک دن مقتدیوں نے کہا کہ آپ اس سورت کو پڑھتے ہیں پھر دوسری سورت ملاتے ہیں یہ کیا؟ یا تو آپ صرف اسی کو پڑھئے یا چھوڑ دیجئے دوسری سورت ہی پڑھا کیجئے انہوں نے جواب دیا میں تو جس طرح کرتا ہوں کرتا رہوں گا تم چاہو تو مجھے امام رکھو کہو تو میں تمہاری امامت چھوڑ دوں' اب انہیں یہ بھاری پڑی جانتے تھے کہ ان سب میں یہ زیادہ افضل ہیں ان کی موجودگی میں دوسرے کا نماز پڑھانا بھی گوارا نہ ہو سکا' ایک دن جبکہ حضور ﷺ ان کے پاس تشریف لائے تو ان

---

① [حسن دون الجملة : ترمذی : کتاب التفسیر : باب ومن سورة اخلاص (٣٣٦٤) مسند احمد (١٣٤/٥) مستدرک حاکم (٥٤٠/٢)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ نے ان الفاظ ﴿والصمد الذی ......﴾ کے علاوہ اسے حسن کہا ہے۔ [صحیح ترمذی]

② [ضعیف : مسند ابو یعلی (٢٠٤٤)] اس میں مجالد بن سعید راوی ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی نے بھی اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔]

③ [حسن بالشواهد : ابو الشیخ فی العظمة (٩١)] شیخ عبدالرزاق مہدی اسے شواہد کی بنا پر حسن کہتے ہیں۔]

④ [ضعیف : طبرانی اوسط (٧٣٦)] اس میں الوازع بن نافع راوی ضعیف ہے۔]

⑤ [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التوحید : باب ما جآء فی دعآء النبی امته الی توحید الله تعالی (٧٣٧٥) صحیح مسلم : کتاب صلاة المسافرین : باب فضل قراءة قل هو الله احد (٨١٣)]

لوگوں نے آپ سے یہ واقعہ بیان کیا' آپ نے امام صاحب سے کہا تم کیوں اپنے ساتھیوں کی بات نہیں مانتے اور ہر رکعت میں اس سورت کو کیوں پڑھتے ہو؟ وہ کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ مجھے اس سورت سے بڑی محبت ہے آپ نے فرمایا اس کی محبت نے تجھے جنت میں پہنچا دیا [1] ترمذی اور مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے آپ سے کہا میں اس سورت سے بہت محبت رکھتا ہوں آپ نے فرمایا اس کی محبت نے تجھے جنت میں پہنچا دیا [2] ایک شخص نے کسی کو اس سورت کو پڑھتے ہوئے رات کے وقت سنا کہ وہ بار بار دوہرا رہا ہے۔ صبح کے وقت آ کر اس نے حضور ﷺ سے ذکر کیا گویا کہ وہ اسے ہلکے ثواب کا کام جانتا تھا تو نبی ﷺ نے فرمایا اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یہ سورت مثل تہائی قرآن کے ہے (بخاری) [3] صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کیا تم سے یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک رات میں تہائی قرآن پڑھ لو تو یہ صحابہ رضی اللہ عنہم پر بھاری پڑا اور کہنے لگے بھلا اتنی طاقت تو ہر ایک میں نہیں آپ نے فرمایا سنو! سورۂ ﴿قل هو الله﴾ تہائی قرآن ہے [4] مسند احمد میں ہے کہ حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ ساری رات اسی سورت کو پڑھتے رہے حضور ﷺ سے جب یہ ذکر کیا گیا تو آپ نے قسم کھا کر فرمایا کہ یہ آدھے قرآن یا تہائی قرآن کے برابر ہے [5] ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تم میں سے کسی کو اس کی طاقت ہے کہ وہ ہر رات تیسرا حصہ قرآن کا پڑھ لیا کرے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم کہنے لگے یہ کس سے ہو سکے گا؟ آپ نے فرمایا سنو! ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ تہائی قرآن کے برابر ہے' اتنے میں رسول اللہ ﷺ بھی آ گئے آپ نے سن لیا اور فرمایا ابو ایوب رضی اللہ عنہ سچ کہتے ہیں (مسند احمد) [6] ترمذی میں ہے کہ رسول مقبول ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا جمع ہو جاؤ میں تمہیں آج تہائی قرآن سناؤں گا لوگ جمع ہو کر بیٹھ گئے۔ آپ گھر سے آئے ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ الخ' پڑھی اور پھر گھر چلے گئے اب صحابہ میں باتیں ہونے لگیں کہ وعدہ تو حضور ﷺ کا یہ تھا کہ تہائی قرآن سنائیں گے شاید آسمان سے کوئی وحی آ گئی ہو۔ اتنے میں آپ پھر واپس آئے اور فرمایا میں نے تم سے تہائی قرآن سنانے کا وعدہ کیا تھا' سنو! یہ سورت تہائی

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الاذان (۷۷٤)]

[2] [حسن صحیح : ترمذی : کتاب فضائل القرآن : باب ما جاء فی سورة الاخلاص (۲۹۰۱) مسند احمد (۱٤۱/۳)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ بھی اسے حسن صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی] شیخ عبدالرزاق مہدی فرماتے ہیں کہ اس کی سند شواہد کے ساتھ حسن ہے۔]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب فضائل القرآن : باب فضل سورة قل هو الله احد (۵۰۱۳) ابو داؤد : کتاب الوتر : باب فی سورة الصمد (۱٤٦۱)]

[4] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب فضائل القرآن : باب فضل قل هو الله احد (۵۰۱۵)]

[5] [ضعیف : مسند احمد (۱۵/۳)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (۱۱۱۱۵)] اس میں ابن لہیعہ ضعیف ہے۔]

[6] [ضعیف : مسند احمد (۱۷۳/۲)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اس میں ابن لہیعہ ضعیف ہے۔ [مجمع الزوائد (۳۰۷/۷)] شیخ شعیب ارناؤوط بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (٦٦۱۳)]

قرآن کے برابر ہے۔ ① حضرت ابوالدرداء رحمہ اللہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم اس سے عاجز ہو کہ ہر دن تہائی قرآن شریف پڑھ لیا کرو لوگوں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم اس سے عاجز اور بہت ضعیف ہیں' آپ نے فرمایا سنو! اللہ تعالیٰ نے قرآن کے تین حصے کئے ہیں' ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ تیسرا حصہ ہے (مسلم' نسائی وغیرہ) ② ایسی ہی روایتیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک بہت بڑی جماعت سے مروی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ کہیں سے آ رہے تھے آپ کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تھے تو آپ نے ایک شخص کو اس سورت کی تلاوت کرتے ہوئے سن کر فرمایا واجب ہوگئی' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا واجب ہوگئی؟ فرمایا جنت (ترمذی' نسائی) ③ ابو یعلی کی ایک ضعیف حدیث میں ہے کیا تم میں سے کوئی یہ طاقت نہیں رکھتا کہ سورہ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ کو رات میں تین مرتبہ پڑھ لے؟ یہ سورت تہائی قرآن کے برابر ہے ④ مسند احمد میں ہے عبداللہ بن خبیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم پیاسے تھے رات اندھیری تھی' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار تھا کہ آپ تشریف لائیں اور نماز پڑھائیں آپ آئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر فرمانے لگے پڑھ۔ میں چپکا رہا' آپ نے پھر فرمایا پڑھ۔ میں نے کہا کیا پڑھوں؟ آپ نے فرمایا ہر صبح شام تین مرتبہ سورہ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ اور ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ اور ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ پڑھ لیا کر یہ کافی ہو جائے گی۔ نسائی کی ایک روایت میں ہے ہر چیز سے تجھے یہ کفایت کرے گی ⑤ مسند کی ایک اور ضعیف حدیث میں ہے کہ جس نے ان کلمات کو دس مرتبہ پڑھ لیا اسے چالیس لاکھ نیکیاں ملتی ہیں وہ کلمات یہ ہیں ﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاحِدًا اَحَدًا صَمَدًا لَّمْ يَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ﴾ ان کے راوی خلیل بن مرہ ہیں' جنہیں حضرت امام بخاری رحمہ اللہ بہت ضعیف بتلاتے ہیں ⑥ مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو شخص اس پوری سورت کو دس مرتبہ پڑھ لے

---

① [صحیح: صحیح مسلم: کتاب فضائل القرآن: باب فضل قراءة قل هو الله احد (٨١٢) ترمذی: کتاب ثواب القرآن: باب ما جاء فی سورة الاخلاص (٢٩٠٠) مسند احمد (٤٢٩/٢)]

② [صحیح: صحیح مسلم: کتاب فضائل القرآن: باب فضل قراءة قل هو الله احد (٨١١) مسند احمد (٦/ ٤٤٢ـ ٤٤٧)]

③ [صحیح: ترمذی: کتاب ثواب القرآن: باب ما جاء فی سورة الاخلاص (٢٨٩٧)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی]

④ [اسنادہ ضعیف: مسند ابو یعلی (٤١١٨) مجمع الزوائد (١١٥٤٩)] اس میں عیسی بن موسیٰ اور یزید رقاشی راوی ضعیف ہے۔]

⑤ [حسن: ابو داؤد: کتاب الادب: باب ما یقول اذا اصبح (٥٠٨٢) ترمذی (٣٥٧٥) نسائی (٥٤٤٣) وفی السنن الکبری (٧٨٦٠) عبد الله بن احمد فی زوائد المسند (٣١٢/٥)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [صحیح ابو داود] شیخ عبدالرزاق مہدی بھی اسے حسن کہتے ہیں۔]

⑥ [ضعیف: مسند احمد (١٠٣/٤)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند خلیل بن مرہ کے ضعف کی وجہ سے ضعیف ہے۔ [الموسوعة الحدیثیة (١٦٩٥٢)]

گا اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت میں ایک محل تعمیر کرے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر تو ہم بہت سے محل بنوالیں گے۔ آپ نے فرمایا اللہ اس سے بھی زیادہ اور اس سے بھی اچھے دینے والا ہے۔ (1) دارمی میں ہے کہ دس مرتبہ پر ایک محل، بیس پر دو، تیس پر تین، الخ یہ حدیث مرسل ہے۔ (2) ابو یعلی موصلی کی ایک ضعیف حدیث میں ہے کہ جو شخص اس سورت کو پچاس مرتبہ پڑھ لے اس کے پچاس سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں (3) اسی کی ایک ضعیف سند والی حدیث میں ہے کہ جو شخص اس سورت کو ایک دن میں دو سو مرتبہ پڑھ لے اس کیلئے ایک ہزار پانچ سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں، بشرطیکہ اس پر قرض نہ ہو (4) ترمذی کی اس حدیث میں ہے کہ اس کے پچاس سال کے گناہ معاف کئے جاتے ہیں مگر یہ کہ اس پر قرض ہو (5) ترمذی کی ایک غریب حدیث میں ہے کہ جو شخص سونے کیلئے اپنے بستر پر جائے پھر داہنی کروٹ لیٹ کر سو دفعہ اس سورت کو پڑھ لے تو قیامت کے دن رب عزوجل فرمائے گا اے میرے بندے! اپنی داہنی طرف سے جنت چلا جا۔ (6) بزار کی ضعیف سند والی حدیث میں ہے جو شخص اس سورت کو دو سو مرتبہ پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے دو سو سال کے گناہ معاف فرما دیتا ہے (7) نسائی میں اس آیت کی تفسیر میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں آئے تو دیکھا کہ ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے دعا مانگ رہا ہے اپنی دعا میں کہتا ہے ﴿اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِاَنِّیْ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ﴾ یعنی اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اس بات کی گواہی دے کر کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو اکیلا ہے بے نیاز ہے نہ اس کے ماں باپ نہ اولاد نہ ہمسر اور ساتھی کوئی اور۔ آپ یہ سن کر فرمانے لگے اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس نے اسم اعظم کے ساتھ دعا مانگی ہے اللہ کے اس بڑے نام کے ساتھ کہ جب کبھی سوال کیا جائے تو عطا ہو اور جب کبھی اس نام کے ساتھ دعا کی جائے تو قبول ہو۔ (8) ابو یعلی میں ہے

---

(1) [ضعیف: مسند احمد (۴۳۷/۳) طبرانی کبیر (۱۷۱۰۴)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف الترغیب (۸۹۳)] اس کی سند میں ابن لہیعہ، ابن فائد اور ابن معاذ تینوں راوی ضعیف ہیں۔]

(2) [مرسل: دارمی (۴۵۹/۲)] یہ روایت مرسل ہونے کی بنا پر ضعیف ہے۔]

(3) [ضعیف: دارمی (۴۶۱/۲)] اس کی سند میں نوح بن قیس راوی ضعیف ہے۔]

(4) [ضعیف: مسند ابو یعلی (۳۳۶۵)] اس میں حاتم بن میمون راوی ضعیف ہے۔]

(5) [ضعیف: ترمذی: کتاب ثواب القرآن: باب ما جاء فی سورۃ الاخلاص (۲۸۹۸)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی، السلسلۃ الضعیفہ (۳۰۰)]

(6) [ضعیف: ضعیف الترغیب للألبانی (۳۴۸) ضعیف ترمذی (۵۵۲) ضعیف الجامع (۵۳۸۹)]

(7) [ضعیف: مسند بزار (۸۴/۳)] اس کی سند میں اغلب بن تمیم راوی منکر الحدیث ہے۔ شیخ عبدالرزاق مہدی اس کی سند کو سخت ضعیف کہتے ہیں۔]

(8) [صحیح: ابو داؤد: کتاب الوتر: باب الدعا (۱۴۹۳) ابن ماجہ: کتاب الدعاء: باب اسم اللہ الاعظم (۳۸۵۷) ترمذی: کتاب الدعوات: باب جامع الدعوات عن النبی (۳۴۷۵) مسند احمد (۳۵۰/۵)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابو داود، صحیح ترمذی]

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں تین کام ہیں جو انہیں ایمان کے ساتھ کر لے وہ جنت کے تمام دروازوں میں سے جس سے چاہے جنت میں جائے اور جس کسی حور سے چاہے نکاح کرا دیا جائے۔ جو اپنے قاتل کو معاف کر دے اور پوشیدہ قرض ادا کر دے اور فرض نماز کے بعد دس مرتبہ سورۂ ﴿قُلْ هُوَ اللهُ﴾ الخ، کو پڑھ لے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ جو ان تینوں کاموں میں سے ایک کر لے آپ نے فرمایا ایک پر بھی یہی درجہ ہے۔ (1) طبرانی میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جو شخص اس سورت کو گھر میں جاتے وقت پڑھ لے اللہ تعالیٰ اس گھر والوں سے اور اس کے پڑوسیوں سے فقیری دور کر دے گا (2) اس کی سند ضعیف ہے۔ مسند ابویعلی میں ہے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ میدان تبوک میں تھے سورج ایسی روشنی، نور اور شعاعوں کے ساتھ نکلا کہ ہم نے اس سے پہلے ایسا صاف شفاف اور روشن و منور نہیں دیکھا تھا حضور ﷺ کے پاس جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے تو حضور ﷺ نے دریافت فرمایا کہ آج سورج کی اس تیز روشنی اور زیادہ نور اور چمکیلی شعاعوں کی کیا وجہ ہے؟ تو آپ نے فرمایا آج مدینہ میں حضرت معاویہ بن معاویہ لیثی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا ہے جن کے جنازے کی نماز کیلئے اللہ تعالیٰ نے ستر ہزار فرشتے آسمان سے بھیجے ہیں پوچھا کہ کس عمل کے باعث؟ فرمایا وہ سورۂ قل ھو اللہ احد الخ کو دن رات چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے پڑھا کرتے تھے اگر آپ کا ارادہ ہو تو میں زمین سمیٹ لوں اور آپ ان کے جنازے کی نماز ادا کر لیں؟ آپ نے فرمایا بہت اچھا پس آپ نے ان کے جنازے کی نماز ادا کی۔ (3) اس حدیث کو حافظ ابوبکر بیہقی رحمہ اللہ اپنی کتاب دلائل النبوۃ میں یزید بن ہارون کی روایت سے لائے ہیں وہ علاء بن محمد سے روایت کرتے ہیں۔ ان پر موضوع حدیثیں بیان کرنے کی تہمت ہے، واللہ اعلم۔ مسند ابویعلی میں اس کی دوسری سند بھی ہے جس میں یہ راوی نہیں۔ اس میں ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام رسول مقبول ﷺ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ معاویہ بن معاویہ لیثی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا ہے کہ کیا آپ ان کے جنازے کی نماز پڑھنا چاہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں، حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اپنا پر زمین پر مارا تمام درخت اور ٹیلے پست ہو گئے ان کا جنازہ حضور ﷺ کو نظر آنے لگا آپ نے نماز شروع کی اور آپ کے پیچھے فرشتوں کی دو صفیں تھیں ہر صف میں ستر ہزار فرشتے تھے آپ نے دریافت کیا کہ آخر اس مرتبہ کی کیا وجہ ہے؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا ان کی سورت سے محبت اور ہر وقت آتے جاتے، بیٹھتے اٹھتے اس کی تلاوت (4) اسے بیہقی نے بھی روایت کیا ہے، اور بیہقی کی سند میں محبوب بن ھلال ہیں۔ ابو حاتم رازی فرماتے ہیں یہ مشہور نہیں، ابویعلی میں یہ راوی نہیں وہاں ان کی جگہ ابو عبداللہ محمود ہیں، لیکن ٹھیک بات محبوب کا ہونا ہے، اس روایت کی اور بھی بہت سی سندیں ہیں اور سب ضعیف ہیں، ہم نے اختصار کیلئے انہیں یہاں نقل نہیں کیا۔

---

(1) [ضعیف : مسند ابو یعلی (۱۷۹٤)] اس میں عمر بن نبھان راوی ضعیف اور ابوشداد مجہول ہے۔]

(2) [ضعیف : طبرانی (۲٤۱۹)] اس میں مروان بن سالم راوی ضعیف ہے۔]

(3) [ضعیف : مسند ابو یعلی (٤۲٦۷)] اس میں علاء ابومحمد ثقفی راوی متروک الحدیث ہے۔]

(4) [مسند ابو یعلی (٤۲٦۷) دلائل النبوۃ للبیہقی (٥/۲٤٦)] اس میں محبوب بن ہلال ضعیف ہے۔]

مسند احمد میں ہے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز میری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی میں نے جلدی سے آپ کا ہاتھ تھام لیا اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مومن کی نجات کس عمل پر ہے؟ آپ نے فرمایا اے عقبہ! زبان تھامے رکھ اپنے گھر میں ہی بیٹھا رہا کر اور اپنی خطاؤں پر روتا رہ' پھر دوبارہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے میری ملاقات ہوئی تو آپ نے خود میرا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا عقبہ! کیا میں تمہیں تورات' انجیل' زبور' اور قرآن میں اتری ہوئی تمام سورتوں سے بہترین سورتیں بتلاؤں؟ میں نے کہا ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ضرور ارشاد فرمایئے' اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فدا کرے پس آپ نے مجھے سورۂ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ اور ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ اور ﴿اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ پڑھائیں پھر فرمایا دیکھو عقبہ! انہیں نہ بھولنا اور ہر رات انہیں پڑھ لیا کرنا۔ فرماتے ہیں پھر نہ میں انہیں بھولا نہ کوئی رات ان کے بغیر پڑھے گزاری' میں نے پھر آپ سے ملاقات کی اور جلدی کر کے آپ کے دست مبارک کو اپنے ہاتھ میں لے کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے بہترین اعمال کا ارشاد فرمایئے؟ آپ نے فرمایا سن جو تجھ سے توڑے تو اس سے جوڑ' جو تجھے محروم رکھے تو اسے دے' جو تجھ سے ظلم کرے تو اس سے درگزر کر اور معاف کر دے [1] اس کا بعض حصہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے بھی زہد کے باب میں وارد کیا ہے اور فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ [2] مسند احمد میں بھی اس کی ایک اور سند ہے۔

صحیح بخاری شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت جب بستر پر جاتے تو ہر رات تینوں سورتوں کو پڑھ کر اپنی دونوں ہتھیلیاں ملا کر ان پر دم کر کے اپنے جسم مبارک پر پھیر لیا کرتے جہاں تک ہاتھ پہنچتے پہنچاتے' پہلے سر پر' پھر منہ پر' پھر اپنے سامنے کے جسم پر تین مرتبہ اسی طرح کرتے' یہ حدیث سنن میں بھی ہے۔ [3]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۞١ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۞٢ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۞٣ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ
كُفُوًا اَحَدٌ ۞٤

میں اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والے مہربان کے نام سے شروع کرتا ہوں

کہہ دے کہ اللہ ایک ہے ○ اللہ بے نیاز ہے ○ نہ اس سے کوئی پیدا ہوا نہ وہ کسی سے پیدا ہوا ○ اور نہ کوئی اس کا ہم جنس ہے ○

---

[1] [حسن : مسند احمد (۱٤٨/٤)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے البتہ یہ سند علی بن یزید کے ضعف کی وجہ سے ضعیف ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۱۷۳۳٤)] شیخ عبدالرزاق مہدی، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔]

[2] [حسن : مسند احمد (١٥٨/٤)] امام ہیثمی فرماتے ہیں کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ [مجمع الزوائد (۱۱٥٧)] شیخ شعیب ارناؤوط نے اسے حسن کہا ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۱۷۳۳٤)]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب فضائل القرآن : باب فضل المعوذات (٥٠١٧)، (٥٧٤٨) ابوداؤد : کتاب الادب : باب ما یقول عند النوم (٥٠٥٦) ترمذی (٣٤٠٢) ابن ماجه (٣٨٧٥)]

اللہ کا کوئی شریک وہمسر نہیں: اس کے نازل ہونے کی وجہ پہلے بیان ہو چکی ہے' حضرت عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہود کہتے تھے ہم حضرت عزیر علیہ السلام کو پوجتے ہیں جو اللہ کے بیٹے ہیں اور نصرانی کہتے تھے کہ ہم حضرت مسیح کو پوجتے ہیں جو اللہ کے بیٹے ہیں اور مجوسی کہتے تھے ہم چاند سورج کی پرستش کرتے ہیں اور مشرک کہتے تھے ہم بت پرست ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ سورت اتاری کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! تم کہہ دو کہ ہمارا معبود تو اللہ تعالیٰ ہے جو واحد اور احد ہے جس جیسا کوئی نہیں' جس کا کوئی وزیر نہیں' جس کا کوئی شریک نہیں' جس کا کوئی ہمسر نہیں' جس کا کوئی ہم جنس نہیں' جس کا برابر اور کوئی نہیں' جس کے سوا کسی میں الوہیت نہیں۔ اس لفظ کا اطلاق صرف اسی کی ذات پر ہوتا ہے وہ اپنی صفتوں میں اور اپنے حکمت بھرے کاموں میں یکتا اور بے نظیر ہے۔ وہ صمد ہے یعنی ساری مخلوق اس کی محتاج ہے اور وہ سب سے بے نیاز ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ 'صمد' وہ ہے جو اپنی سرداری میں' اپنی شرافت میں' اپنی بندگی اور اپنی عظمت میں' اپنے حلم وعلم میں' اپنی حکمت' تدبر میں سب سے بڑھا ہوا ہے۔ یہ صفتیں صرف اللہ جل شانہ میں ہی پائی جاتی ہیں۔ اس کا ہمسر اور اس جیسا کوئی اور نہیں وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سب پر غالب ہے اور اپنی ذات وصفات میں یکتا اور بینظیر ہے' صمد کے یہ معنی بھی کئے گئے ہیں کہ جو تمام مخلوق کے فنا ہو جانے کے بعد بھی باقی رہے' جو ہمیشہ کی بقا والا سب کی حفاظت کرنے والا ہو جس کی ذات لازوال اور غیر فانی ہے۔ حضرت عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں صمد وہ ہے جو نہ کچھ کھائے نہ اس میں سے کچھ نکلے۔ یہ معنی بھی بیان کئے گئے ہیں کہ صمد کی تفسیر اس کے بعد ہے یعنی نہ اس میں سے کچھ نکلے نہ وہ کسی میں سے نکلے یعنی نہ اس کی اولاد ہو نہ ماں باپ' یہ تفسیر بہت اچھی اور عمدہ ہے اور ابن جریر کی روایت سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے صراحتاً یہ مروی ہے جیسے کہ پہلے گزرا۔ اور بہت سے صحابہ اور تابعین سے مروی ہے کہ 'صمد' کہتے ہیں ٹھوس چیز کو جو کھوکھلی نہ ہو جس کا پیٹ نہ ہو۔ شعبی رحمہ اللہ کہتے ہیں جو نہ کھاتا ہو نہ پیتا ہو' عبداللہ بن بریدہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں 'صمد' وہ نور ہے جو روشن ہو اور چمک دمک والا ہو' ایک مرفوع حدیث میں بھی ہے کہ صمد وہ ہے جس کا پیٹ نہ ہو [1] لیکن اس کا مرفوع ہونا ٹھیک نہیں' صحیح یہ ہے کہ یہ موقوف ہے۔ حافظ ابوالقاسم طبرانی رحمہ اللہ اپنی کتاب ''السنۃ'' میں لفظ صمد کی تفسیر میں ان تمام اقوال وغیرہ کو وارد کر کے لکھتے ہیں کہ دراصل یہ سب سچے ہیں اور صحیح ہیں۔ یہ کل صفتیں ہمارے رب عزوجل میں ہیں اس کی طرف سب محتاج بھی ہیں وہ سب سے بڑھ کر سردار اور سب سے بڑا ہے اسے نہ پیٹ ہے نہ وہ کھوکھلا ہے نہ وہ کھائے نہ پیئے سب فانی ہیں اور وہ باقی ہے۔ وغیرہ۔

پھر فرمایا اس کی اولاد نہیں نہ اس کے ماں باپ ہیں نہ بیوی۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿بَدِيعُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ أَنَّىٰ يَكُونُ لَهُ وَلَدٌ وَلَمْ تَكُن لَّهُ صَاحِبَةٌ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ﴾ [2] یعنی وہ زمین وآسمان کا پیدا کرنے والا ہے اسے اولاد کیسے ہوگی؟ اس کی بیوی نہیں ہر چیز کو اس نے پیدا کیا ہے' یعنی وہی ہر چیز کا خالق

---

[1] [ضعیف : طبرانی (۱۱۶۲) مجمع الزوائد (۱۱۵۳۰)] اس میں صالح بن حیان راوی ضعیف ہے۔]

[2] [سورۃ الانعام : آیت ۱۰۱]

مالک ہے پھر اس کی مخلوق اور ملکیت میں سے اس کی برابری اور ہمسری کرنے والا کون ہوگا؟ وہ ان تمام عیوب اور نقصان سے پاک ہے جیسے اور جگہ فرمایا ﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا﴾ [1] الخ، یعنی یہ کفار کہتے ہیں کہ اللہ کی اولاد ہے تم تو ایک بڑی بری چیز لائے قریب ہے کہ آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ پارہ پارہ ہو کر گر پڑیں، اس بنا پر کہ انہوں نے کہا کہ اللہ کی اولاد ہے حالانکہ اللہ کو یہ لائق ہی نہیں کہ اس کی اولاد ہو تمام زمین و آسمان میں کل کے کل اللہ کے غلام ہی بن کر آنے والے ہیں اللہ کے پاس تمام کا شمار ہے اور انہیں ایک ایک کر کے گن رکھا ہے اور یہ سب کے سب تنہا تنہا اس کے پاس قیامت کے دن حاضر ہونے والے ہیں اور جگہ ہے ﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحَانَهُ بَلْ﴾ [2] الخ، یعنی ان کافروں نے کہا کہ رحمٰن کی اولاد ہے اللہ اس سے پاک ہے بلکہ وہ تو اللہ کے باعزت بندے ہیں بات میں بھی اس سے سبقت نہیں کرتے اسی کے فرمان کے عامل ہیں۔ اور جگہ ہے ﴿وَجَعَلُوا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا﴾ [3] الخ، یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اور جنات کے درمیان نسب قائم کر رکھا ہے حالانکہ جنات تو خود اس کی فرمانبرداری میں حاضر ہیں اللہ تعالیٰ ان کے بیان کردہ عیوب سے پاک و برتر ہے۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ ایذا دینے والی باتوں کو سنتے ہوئے صبر کرنے میں اللہ سے زیادہ صابر کوئی نہیں لوگ اس کی اولاد بتاتے ہیں اور پھر بھی وہ انہیں روزیاں دیتا ہے اور عافیت و تندرستی عطا فرماتا ہے۔ [4] بخاری کی اور روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ابن آدم مجھے جھٹلاتا ہے حالانکہ اسے ایسا نہ چاہئے مجھے گالیاں دیتا ہے اور اسے یہ بھی لائق نہ تھا اس کا مجھے جھٹلانا تو یہ ہے کہ وہ کہتا ہے جس طرح اولاً اللہ نے مجھے پیدا کیا ایسے ہی پھر نہیں لوٹائے گا حالانکہ پہلی مرتبہ کی پیدائش دوسری مرتبہ کی پیدائش سے کچھ آسان تو نہ تھی جب میں اس پر قادر ہوں تو اس پر کیوں نہیں؟ اور اس کا مجھے گالیاں دینا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ اللہ کی اولاد ہے حالانکہ میں تنہا ہوں میں ایک ہی ہوں میں صمد ہوں نہ میری اولاد ہے نہ میرے ماں باپ نہ مجھ جیسا کوئی اور۔ [5]

الحمدللہ سورۂ اخلاص کی تفسیر اللہ کے فضل وکرم اور اس کے لطف و رحم سے ختم ہوئی۔

تفسیر سورۃ الفلق اور سورۃ الناس

مضبوط پناہ گاہیں نا قابل تسخیر مدافعت اور شافی علاج: مسند احمد میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس سورت کو اور اس کے بعد کی سورت کو قرآن شریف میں نہیں لکھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ میری گواہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خبر دی کہ جبرائیل علیہ السلام نے آپ سے فرمایا ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ الخ تو میں نے

---

[1] [سورۃ مریم: آیت ۸۸-۹۵] [2] [سورۃ الانبیاء: آیت ۲۶-۲۷]

[3] [سورۃ الصافات: آیت ۱۵۸-۱۵۹]

[4] [**صحیح**: صحیح بخاری: کتاب التوحید: باب قول اللہ تعالی ان اللہ ھو الرزاق ذو القوۃ المتین (۷۳۷۸) صحیح مسلم: کتاب صفات المنافقین: باب فی الکفارۃ (۲۸۰۴)]

[5] [**صحیح**: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب سورۃ قل ھو اللہ احد (۴۹۷۴)]

بھی یہی کہا۔ پھر کہا ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ الخ ، تو میں نے بھی یہی کہا۔ پس ہم بھی اسی طرح کہتے ہیں جس طرح حضور ﷺ نے کہا [1] حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے ان دونوں سورتوں کے بارے میں پوچھا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ آپ کے بھائی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ تو ان دونوں کو قرآن شریف میں سے کاٹ دیا کرتے تھے تو فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تو انہوں نے فرمایا مجھ سے کہا گیا کہو میں نے کہا پس ہم بھی کہتے ہیں جس طرح حضور ﷺ نے کہا (ابوبکر حمیدی) [2] مسند میں بھی یہ روایت الفاظ کے تغیر وتبدل کے ساتھ مروی ہے [3] اور بخاری شریف میں بھی [4] مسند ابویعلی وغیرہ میں ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان دونوں سورتوں کو قرآن میں نہیں لکھتے تھے اور نہ قرآن میں انہیں شمار کرتے تھے [5] بلکہ قاریوں اور فقیہوں کے نزدیک مشہور بات یہی ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان دونوں کو قرآن میں نہیں لکھتے تھے، شاید انہوں نے آنحضرت ﷺ سے نہ سنا ہو اور تواتر کے ساتھ ان تک نہ پہنچا ہو، پھر یہ اپنے اس قول سے رجوع کر کے جماعت کے قول کی طرف پلٹ آتے ہیں، صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ان سورتوں کو قرآن میں داخل کیا جس کے نسخے چاروں طرف پھیلے، وللہ الحمد والمنۃ۔ صحیح مسلم شریف میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم نے نہیں دیکھا چند آیتیں مجھ پر اس رات ایسی نازل ہوئی ہیں جن جیسی کبھی دیکھی نہیں گئیں، پھر آپ نے ان دونوں سورتوں کی تلاوت فرمائی، یہ حدیث مسند احمد، ترمذی اور نسائی میں بھی ہے۔ [6] امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن صحیح کہتے ہیں۔ مسند احمد میں ہے حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں حضور ﷺ کے ساتھ مدینہ کی گلیوں میں آپ کی سواری کی نکیل تھامے چلا جا رہا تھا کہ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا، اب آؤ تم سوار ہو جاؤ میں نے اس خیال سے کہ آپ کی بات نہ مانوں گا تو نافرمانی ہو گی سوار ہونا منظور کر لیا تھوڑی دیر بعد میں اتر گیا اور حضور ﷺ سوار ہو گئے پھر آپ نے فرمایا عقبہ میں تجھے دو بہترین سورتیں نہ سکھاؤں؟ میں نے کہا ہاں یا رسول اللہ ﷺ ضرور سکھایئے۔ آپ نے مجھے ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ اور ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ پڑھائیں پھر نماز کھڑی ہوئی آپ نے نماز پڑھائی اور ان ہی دونوں سورتوں کی تلاوت کی پھر مجھ سے فرمایا تو نے دیکھ لیا؟ سن جب تو سوئے اور جب کھڑا

---

[1] [صحیح وهذا اسناد حسن : مسند احمد (۱۲۹/۵)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے البتہ یہ سند حسن ہے۔[الموسوعة الحديثية (۲۱۱۸٦)] شیخ عبدالرزاق مہدی اور مولانا مبشر احمد ربانی نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔]

[2] [صحیح : مسند حمیدی (۳۷٤)] حافظ زبیر علی زئی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[3] [صحیح : مسند احمد (۱۲۹/۵)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (۲۱۱۸۳)]

[4] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب تفسیر القرآن : باب قل اعوذ برب الناس (٤٩٧٧)]

[5] [مسند بزار (۲۳۰۱)، (۱۲۹/۵) طبرانی کبیر (۹۱۵۲)] امام ہیثمی نے فرمایا ہے کہ ان کے راوی ثقہ ہیں۔ [مجمع الزوائد (۱۱۵٦۳)]

[6] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب صلاۃ المسافرین : باب فضل القراءۃ المعوذتین (۸۱٤) نسائی : کتاب الافتتاح (۹۵۳) ترمذی : کتاب التفسیر (۳۳٦۷) مسند احمد (۱۵۱/٤)]

ہوا نہیں پڑھ لیا کر' ترمذی' ابوداؤد اور نسائی میں بھی یہ حدیث ہے۔ (1) مسند احمد کی اور حدیث میں ہے کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نماز کے بعد ان سورتوں کی تلاوت کا حکم دیا۔ (2) یہ حدیث بھی ابوداؤد' ترمذی اور نسائی میں ہے امام ترمذی اسے غریب بتلاتے ہیں اور روایت میں ہے کہ ان جیسی سورتیں تو نے پڑھی ہی نہیں (3) حضرت عقبہ والی حدیث جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کے ساتھ آپ کا ہونا مذکور ہے اس کے بعض طرق میں یہ بھی ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ سورتیں بتائیں تو مجھے کچھ زیادہ خوش ہوتے نہ دیکھ کر فرمایا کہ شاید تو انہیں چھوٹی سی سورتیں سمجھتا ہے سن نماز کے قیام میں ان جیسی سورتوں کی قراءت اور ہے ہی نہیں۔ (4) نسائی شریف کی حدیث میں ہے کہ ان جیسی سورتیں کسی پناہ پکڑنے والے کیلئے اور نہیں۔ (5) ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کو یہ سورتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھائیں پھر فرمایا نہ تو دعا کی ان جیسی اور سورتیں ہیں نہ تعویذ کی (6) ایک روایت میں ہے صبح کی فرض نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ہی دونوں صورتوں سے پڑھائی (7) اور حدیث میں ہے حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کے پیچھے جاتے ہیں اور آپ کے قدم پر ہاتھ رکھ کر عرض کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے سورۂ ہود یا سورۂ یوسف پڑھایئے آپ نے فرمایا اللہ کے پاس نفع دینے والی کوئی سورت ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ سے زیادہ نہیں (8) اور حدیث میں ہے کہ آپ نے اپنے چچا سے فرمایا میں تمہیں بتاؤں کہ پناہ حاصل کرنے والوں کیلئے ان دونوں سورتوں سے افضل سورت اور کوئی نہیں (9) پس بہت سی حدیثیں اپنے تواتر کی وجہ سے اکثر علماء کے نزدیک قطعیت کا فائدہ دیتی ہیں اور وہ حدیث بھی بیان ہو چکی ہے کہ آپ نے ان دونوں سورتوں اور سورۂ اخلاص کی نسبت فرمایا کہ چاروں کتابوں میں ان جیسی سورتیں نہیں اتریں' نسائی وغیرہ میں ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے سواریاں کم تھیں باری باری سوار ہوتے تھے حضرت نے ایک شخص کے

---

(1) [صحیح : ابو داؤد : کتاب الوتر : باب فی المعوذتین (١٤٦٢) نسائی (٢٥٢/٨) مسند احمد (١٥١/٤)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود]

(2) [صحیح : ابو داؤد: کتاب الوتر : باب فی الاستغفار (١٥٢٣) ترمذی (٢٩٠٣) نسائی (١٣٣٥)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود]

(3) [صحیح وهذا اسناد ضعیف : مسند احمد (١٤٦/٤)] شیخ شعیب ارناؤوط نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے البتہ یہ سند ابن لہیعہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔[الموسوعة الحديثية (١٧٣٢٢)]

(4) [صحیح وهذا اسناد حسن : مسند احمد (١٥١/٤) نسائی فی السنن الکبری (٧٨٤٢)] شیخ شعیب ارناؤوط نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے البتہ یہ سند حسن ہے۔[الموسوعة الحديثية (١٧٣٤٢)]

(5) [حسن : نسائی : کتاب الاستعاذہ : باب ماجاء فی سورة المعوذتین (٥٤٣٣)]

(6) [حسن : نسائی فی السنن الکبری (٧٨٣٨)]

(7) [حسن : نسائی فی السنن الکبری (٧٨٥٠)]

(8) [ضعیف : نسائی فی السنن الکبری (٧٨٣٩)] اس میں یزید مدلس راوی کا عنعنہ ہے۔]

(9) [حسن : نسائی فی السنن الکبری (٧٨٤١)]

مونڈھوں پر ہاتھ رکھ کر یہ دونوں سورتیں پڑھائیں اور فرمایا جب نماز پڑھو تو انہیں پڑھا کرو (۱) بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ ہوں گے' واللہ اعلم۔ حضرت عبداللہ اسلمی رضی اللہ عنہ کے سینے پر ہاتھ رکھ کر آپ نے فرمایا کہہ وہ نہ سمجھے کہ کیا کہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ ﴿قل ھو اللہ﴾ پڑھی۔ آپ نے فرمایا کہہ پھر سورۂ فلق پڑھی آپ نے پھر بھی یہی فرمایا تو سورۂ ناس پڑھی تو آپ نے فرمایا اسی طرح پناہ مانگا کر۔ اس جیسی پناہ مانگنے کی اور سورت نہیں۔ (۲) نسائی کی اور حدیث میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ دونوں سورتیں آپ نے پڑھوائیں پھر فرمایا انہیں پڑھتا رہ ان جیسی سورتیں تو اور نہ پڑھے گا (۳) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا والی وہ حدیث پہلے گزر چکی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں پڑھ کر اپنے دونوں ہاتھوں پر پھونک کر اپنے سر' چہرے اور سامنے کے جسم پر پھیر لیتے تھے (۴) موطا امام مالک میں ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیمار پڑتے تو ان دونوں سورتوں کو پڑھ کر اپنے اوپر پھونک لیا کرتے تھے جب آپ کی بیماری سخت ہوئی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا معوذات پڑھ کر خود آپ کے ہاتھوں کو آپ کے جسم مبارک پر پھیرتی تھیں اس عمل کا مقصد آپ کے ہاتھوں کی برکت کا ہوتا تھا (۵) سورۂ نون کی تفسیر کے آخر میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنات کی اور انسانوں کی آنکھوں سے پناہ مانگا کرتے تھے جب یہ دونوں سورتیں اتریں تو آپ نے انہیں لے لیا اور باقی سب چھوڑ دیں' امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن صحیح فرماتے ہیں۔ (۶)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ الۡفَلَقِ ۙ﴿۱﴾ مِنۡ شَرِّ مَا خَلَقَ ۙ﴿۲﴾ وَ مِنۡ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۙ﴿۳﴾

وَ مِنۡ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الۡعُقَدِ ۙ﴿۴﴾ وَ مِنۡ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ﴿۵﴾ ع ۲۸

اللہ تعالیٰ مہربانی اور رحم کرنے والے کے نام سے شروع کرتا ہوں

---

(۱) [اسنادہ صحیح : مسند احمد (۵/۷۹)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۲۰۷۴۵)]

(۲) [حسن : نسائی فی السنن الکبری (۷۸۴۵)]

(۳) [حسن : نسائی فی السنن الکبری (۷۸۵۴)]

(۴) [صحیح : مؤطا امام مالك (۱۰) كتاب العين]

(۵) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب فضائل القرآن : باب فضل الموذات (۵۰۱۶) صحیح مسلم : کتاب السلام : باب رقية المرض بالمعوذات والنفث (۲۱۹۲) ابن ماجه : كتاب الطب : باب النفث في الرقية (۳۵۲۹) مسند احمد (۶/۱۰۴)]

(۶) [صحیح : ترمذی : کتاب الطب : باب ماجآء فی الرقية بالمعوذتين (۲۰۵۸) ابن ماجه : كتاب الطب : باب من استرقى في العين (۳۵۱۱) نسائی (۵۴۹۶)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی ، المشکاۃ (۴۵۶۳)] شیخ عبدالرزاق مہدی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ البتہ حافظ زبیر علی زئی نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔]

تو کہہ کہ میں صبح کے رب کی پناہ میں آتا ہوں ○ ہر اس چیز کی برائی سے جسے اس نے پیدا کیا ہے ○ اور اندھیری رات کی برائی سے جب اس کا اندھیرا پھیل جائے ○ اور گرہ لگا کر ان میں پھونکنے والیوں کی برائی سے ○ اور حسد کرنے والے کی برائی سے جب وہ حسد کرے ○

جادو جنات سے بچاؤ کا بہترین ذکر: حضرت جابر رضی اللہ عنہ وغیرہ فرماتے ہیں فلق کہتے ہیں صبح کو خود قرآن میں اور جگہ ہے ﴿فَالِقُ الْإِصْبَاحِ﴾ [1] ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فلق سے مراد مخلوق ہے، حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں فلق جہنم میں ایک جگہ ہے جب اس کا دروازہ کھلتا ہے تو اس کی آگ کی گرمی اور سختی کی وجہ سے تمام جہنمی چیخنے لگتے ہیں۔ ایک مرفوع حدیث میں بھی اسی کے قریب قریب مروی ہے لیکن وہ حدیث منکر ہے۔ یہ بھی بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ جہنم کا نام ہے۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سب سے زیادہ ٹھیک قول پہلا ہی ہے یعنی مراد اس سے صبح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ بھی یہی فرماتے ہیں اور یہی صحیح ہے۔

تمام مخلوق کی برائی سے جس میں جہنم بھی داخل ہے اور ابلیس اور اولاد ابلیس بھی۔ غَاسِق سے مراد رات ہے۔ ''اِذَا وَقَبَ'' سے مراد سورج کا غروب ہو جانا ہے، یعنی رات جب اندھیرا لئے ہوئے آ جائے، ابن زید رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ عرب ثریا ستارے کے غروب ہونے کو غاسق کہتے ہیں [2] بیماریاں اور وبائیں اس کے واقع ہونے کے وقت بڑھ جاتی تھیں اور اس کے طلوع ہونے کے وقت اٹھ جاتی تھیں۔ ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ ستارہ غاسق ہے، لیکن اس کا مرفوع ہونا صحیح نہیں، بعض مفسرین کہتے ہیں مراد اس سے چاند ہے، ان کی دلیل مسند احمد کی یہ حدیث ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہاتھ تھامے ہوئے چاند کی طرف اشارہ کر کے فرمایا اللہ تعالیٰ سے اس غاسق کی برائی سے پناہ مانگ۔ [3] اور روایت میں ہے کہ ﴿غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ﴾ سے یہی مراد ہے، دونوں قولوں میں با آسانی یہ تطبیق ہو سکتی ہے کہ چاند کا چڑھنا اور ستاروں کا ظاہر ہونا وغیرہ، یہ سب رات ہی کے وقت ہوتا ہے کہ جب رات آ جائے، واللہ اعلم۔ گرہ لگا کر پھونکنے والیوں سے مراد جادوگر عورتیں ہیں، حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں شرک کے بالکل قریب وہ منتر ہیں جنہیں پڑھ کر سانپ کے کاٹے پر دم کیا جاتا ہے اور آسیب زدہ پر۔ دوسری حدیث میں ہے [4] کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کیا آپ بیمار

---

[1] [سورہ الانعام : آیت ۹٦]

[2] [**ضعیف** : تفسیر ابن جریر الطبری (۳۸۳۷۵)] اس میں محمد بن عبدالعزیز راوی متروک ہے۔]

[3] [**صحیح** : صحیح ترمذی : کتاب التفسیر : باب ومن سورة المعوذتین (۳۳٦٦) نسائی فی السنن الکبری (۱۰۱۳۸) مسند احمد (٦/٦۱) مستدرك حاكم (۲/۵٤۰)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی، السلسلة الصحیحة (۳۷۲)] مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ شیخ عبدالرزاق مہدی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

[4] [**صحیح** : صحیح مسلم : کتاب السلام : باب الطب والمرضی والرقی (۲۱۸٦) ترمذی : کتاب الجنائز : باب ما جاء فی التعوذ للمریض (۹۷۲) مسند احمد (۲/۲۸)]

ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے یہ دعا پڑھی ﴿بِسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيكَ مِنْ كُلِّ دَاءٍ يُؤْذِيكَ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ حَاسِدٍ وَعَيْنٍ اَللّٰهُ يَشْفِيكَ﴾ یعنی اللہ کے نام سے دم کرتا ہوں ہر اس بیماری سے جو تجھے دکھ پہنچائے اور ہر حاسد کی برائی اور بدی سے اللہ تجھے شفا دے۔ اس بیماری سے مراد شاید وہ بیماری ہے جبکہ آپ ﷺ پر جادو کیا گیا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو عافیت اور شفا بخشی اور حاسد یہودیوں کے جادو کے مکر کو رد کر دیا اور ان کی تدبیروں کو بے اثر کر دیا اور انہیں رسوا اور فضیحت کیا' لیکن باوجود اس کے رسول اللہ ﷺ نے کبھی بھی اپنے اوپر جادو کرنے والے کو ڈانٹا ڈپٹا تک نہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کی کفایت کی' اور آپ کو عافیت اور شفا عطا فرمائی۔ مسند احمد میں ہے نبی ﷺ پر ایک یہودی نے جادو کیا جس سے کئی دن تک آپ بیمار رہے پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آ کر بتایا کہ فلاں یہودی نے آپ پر جادو کیا ہے اور فلاں فلاں کنویں میں گرہیں لگا کر رکھا ہے آپ کسی کو بھیج کر اسے نکلوا لیجئے۔ آنحضرت ﷺ نے آدمی بھیجا اور اس کنویں سے وہ جادو نکال کر گرہیں کھول دیں سارا اثر جاتا رہا پھر نہ تو آپ نے اس یہودی سے کبھی اس کا ذکر کیا اور نہ کبھی اس کے سامنے غصہ کا اظہار کیا۔ [1]

صحیح بخاری شریف کتاب الطب میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر جادو کیا گیا آپ سمجھتے تھے کہ آپ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس آئے حالانکہ نہ آئے تھے حضرت سفیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہی سب سے بڑا جادو کا اثر ہے' جب یہ حالت آپ کی ہوگئی ایک دن آپ فرمانے لگے عائشہ رضی اللہ عنہا میں نے اپنے رب سے پوچھا اور میرے پروردگار نے بتا دیا دو شخص آئے ایک میرے سرہانے بیٹھا ایک پائینتی کی طرف' سرہانے والے نے اس دوسرے سے پوچھا ان کا کیا حال ہے؟ دوسرے نے کہا ان پر جادو کیا گیا ہے پوچھا کس نے جادو کیا ہے؟ کہا لبید بن اعصم نے جو بنو زریق کے قبیلے کا ہے جو یہود کا حلیف ہے اور منافق شخص ہے' کہا کس چیز میں؟ کہا سر کے بالوں اور کنگھی میں' پوچھا دکھا کہاں ہے؟ کہا تر کھجور کے درخت کی چھال میں پتھر کی چٹان تلے ذروان کے کنویں میں' پھر حضور ﷺ اس کنویں کے پاس آئے اور اس میں سے وہ نکلوایا اس کا پانی ایسا تھا کہ گویا مہندی کا گدلا پانی اس کے پاس کے کھجوروں کے درخت شیطانوں کے سر جیسے تھے' میں نے کہا بھی یا رسول اللہ ﷺ ان سے بدلہ لینا چاہئے آپ نے فرمایا الحمدللہ اللہ تعالیٰ نے مجھے شفا دے دی اور میں لوگوں میں برائی پھیلانا پسند نہیں کرتا [2] دوسری روایت میں بھی ہے کہ ایک کام کرتے نہ تھے اور اس کے اثر سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ

---

[1] [صحیح بغیر هذا السیاق: مسند احمد (٤/٣٦٧) مسند ابن ابی شیبة (٥١٣) مسند عبد بن حمید (٢٧١) المسند الجامع (٣٨٠٨) نسائی فی السنن الکبری (٣٥٤٣)] حافظ ابن حجر نے نقل فرمایا ہے کہ اسے حاکم اور عبد بن حمید نے صحیح کہا ہے۔[فتح الباری (١٠/٢٢٨)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس سیاق کے علاوہ صحیح ہے اور اس کی سند میں اعمش کی تدلیس موجود ہے۔[الموسوعة الحدیثیة (١٩٢٦٧)] شیخ عبد الرزاق مہدی اور حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الطب: باب هل یستخرج السحر (٥٧٦٥)]

گویا میں کر چکا ہوں' اور یہ بھی ہے کہ اس کنویں کو آپ کے حکم سے بند کر دیا گیا[1] یہ بھی مروی ہے کہ چھ مہینے تک آپ کی یہی حالت رہی' تفسیر ثعلبی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ یہود کا ایک بچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا اسے یہودیوں نے بہلا سکھا کر آپ کے چند بال اور آپ کی کنگھی کے چند دندانے منگوا لئے اور ان میں جادو کیا اس کام میں زیادہ تر کوشش کرنے والا لبید بن اعصم تھا پھر ذروان نامی کنویں میں جو بنو زریق کا تھا اسے ڈال دیا پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے سر کے بال جھڑنے لگے خیال آتا تھا کہ میں عورتوں کے پاس ہو آیا حالانکہ آتے نہ تھے گو آپ اسے دور کرنے کی کوشش میں تھے لیکن وجہ معلوم نہ ہوتی تھی چھ ماہ تک یہی حال رہا پھر وہ واقعہ ہوا جو اوپر بیان کیا کہ فرشتوں کے ذریعے آپ کو اس کا تمام حال معلوم ہو گیا اور آپ نے حضرت علی' حضرت زبیر' اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم کو بھیج کر کنویں میں سے وہ سب چیزیں نکلوائیں ان میں ایک تانت تھی جس میں بارہ گرہیں لگی ہوئی تھیں' اور ہر گرہ پر ایک سوئی چبھی ہوئی تھی' پھر اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں سورتیں اتاریں' حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایک آیت ان پر پڑھتے جاتے تھے اور ایک ایک گرہ اس کی خود بخود کھلتی جاتی تھی' جب یہ دونوں سورتیں پوری ہوئیں وہ سب گرہیں کھل گئیں اور آپ بالکل شفایاب ہو گئے' ادھر جبرائیل علیہ السلام نے وہ دعا پڑھی جو اوپر گزر چکی ہے' لوگوں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اجازت دیجئے کہ ہم اس خبیث کو پکڑ کر قتل کر دیں آپ نے فرمایا نہیں اللہ نے مجھے تندرستی دے دی اور میں لوگوں میں شر و فساد پھیلانا نہیں چاہتا۔ یہ روایت تفسیر ثعلبی میں بلا سند مروی ہے اس میں غرابت بھی ہے اور اس کے بعض حصے میں سخت نکارت ہے اور بعض کے شواہد بھی ہیں جو پہلے بیان ہو چکے ہیں۔ واللہ اعلم۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ﴿١﴾ مَلِكِ النَّاسِ ﴿٢﴾ اِلٰهِ النَّاسِ ﴿٣﴾ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۥ
الْخَنَّاسِ ﴿٤﴾ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ﴿٥﴾ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ﴿٦﴾

ع

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ بخشش اور مہربانی کرنے والے کے نام سے

تو کہہ کہ میں لوگوں کے پروردگار کی پناہ میں آتا ہوں ○ لوگوں کے مالک کی ○ لوگوں کے معبود کی ○ وسوسہ ڈالنے والے پیچھے ہٹ جانے والے کی برائی سے ○ جو لوگوں کے سینوں میں وسوسہ ڈالتا ہے ○ خواہ وہ جن ہو یا انسان ○

لوگوں کو شیطان سے پناہ دینے والا معبودِ برحق: اس میں اللہ تعالیٰ عزوجل کی تین صفتیں بیان ہوئی ہیں' پالنے اور پرورش کرنے کی' اور شہنشاہ ہونے کی' معبود اور لائق عبادت ہونے کی' تمام چیزیں اس کی پیدا کی ہوئی ہیں اسی کی ملکیت میں ہیں اور اسی کی غلامی میں مشغول ہیں' پس وہ حکم دیتا ہے کہ ان پاک اور برتر صفات والے اللہ کی پناہ میں

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الطب (٥٧٦٦ـ ٦٠٦٣) صحیح مسلم: کتاب السلام (٢١٨٩)]

آ جائے جو بھی پناہ اور بچاؤ کا طالب ہو' شیطان جو انسان پر مقرر ہے اس کے وسوسوں سے وہی بچانے والا ہے' شیطان ہر انسان کے ساتھ ہے۔ برائیوں اور بدکاریوں کو خوب زینت دار کر کے لوگوں کے سامنے پیش کرتا رہتا ہے اور بہکانے میں' راہ راست سے ہٹانے میں کوئی کمی نہیں کرتا۔ اس کے شر سے وہی محفوظ رہ سکتا ہے جسے اللہ بچالے۔ صحیح حدیث میں ہے تم میں سے ہر شخص کے ساتھ ایک شیطان ہے لوگوں نے کہا کیا آپ کے ساتھ بھی؟ آپ نے فرمایا ہاں لیکن اللہ تعالیٰ نے اس پر میری مدد فرمائی ہے پس میں سلامت رہتا ہوں وہ مجھے نیکی اور اچھائی کی بات ہی کہتا ہے۔ [1] بخاری مسلم کی اور حدیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی زبانی ایک واقعہ منقول ہے جس میں بیان ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب اعتکاف میں تھے تو ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا آپ کے پاس رات کے وقت آئیں جب واپس جانے لگیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی پہنچانے کیلئے ساتھ چلے راستے میں دو انصاری صحابی رضی اللہ عنہما مل گئے جو آپ کو بیوی صاحبہ کے ساتھ دیکھ کر جلدی چل دیئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آواز دے کر ٹھہرایا اور فرمایا سنو! میرے ساتھ میری بیوی صفیہ بنت حیی (رضی اللہ عنہا) ہیں انہوں نے کہا سبحان اللہ! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس فرمان کی ضرورت ہی کیا تھی؟ آپ نے فرمایا انسان کے خون کے جاری ہونے کی جگہ شیطان گھومتا پھرتا رہتا ہے' مجھے خیال ہوا کہ کہیں تمہارے دلوں میں وہ کوئی بدگمانی نہ ڈال دے [2] حافظ ابو یعلی موصلی رحمہ اللہ نے ایک حدیث وارد کی ہے جس میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ شیطان اپنا ہاتھ انسان کے دل پر رکھے ہوئے ہے اگر یہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تب اس کا ہاتھ ہٹ جاتا ہے اور اگر یہ ذکر اللہ بھول جاتا ہے تو وہ اس کے دل پر پورا قبضہ کر لیتا ہے' یہی ﴿وَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ﴾ ہے [3] یہ حدیث غریب ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گدھے پر سوار ہو کر کہیں جا رہے تھے ایک صحابی رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے گدھے نے ٹھوکر کھائی تو ان کے منہ سے نکلا شیطان برباد ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یوں نہ کہو اس سے شیطان پھول کر بڑا

---

[1] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب صفات المنافقین: باب تحریش الشیطن و بعثه سرایاه لفتنة الناس (٢٨١٤) مسند احمد (١/٣٨٥)]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الاعتکاف: باب هل یخرج المعتکف لحوائجه الی باب المسجد (٢٠٣٥)، (٦٢١٩)، (٧١٧١) صحیح مسلم: کتاب السلام: باب بیان انه یستحب من رؤی خالیا بامراة (٢١٧٥) ابوداؤد: کتاب الادب: باب حسن الظن (٤٩٩٤) ابن ماجه: کتاب الصیام: باب فی المعتکف یزوره اهله فی المسجد (١٧٧٩) مسند احمد (٦/٣٣٧)]

[3] [ضعیف: مسند ابویعلی (٤٣٠١) مجمع الزوائد (٧/١٤٩)] حافظ بوصیریؒ نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔ [اتحاف الخیرة المهرة (٦/٣١٥)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اس میں عدی بن ابی عمارہ راوی ضعیف ہے۔ [مجمع الزوائد (١١٥٦٠)] شیخ البانیؒ نے بھی اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔ [السلسلة الضعیفة (١٣٦٧)] حسین سلیم اسد بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ [التعلیق علی مسند ابی یعلی (٤٣٠١)] شیخ عبدالرزاق مہدی اور حافظ زبیر علی زئی نے بھی اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔]

ہو جاتا ہے [1] اور کہتا ہے کہ میں نے اپنی طاقت سے گرادیا اور جب تم بسم اللہ کہو تو وہ گھٹ جاتا ہے یہاں تک کہ مکھی کے برابر ہو جاتا ہے' اس سے ثابت ہوا کہ ذکر اللہ سے شیطان پست اور مغلوب ہو جاتا ہے اس کے چھوڑ دینے سے وہ بڑا ہو جاتا ہے' اور غالب آ جاتا ہے' مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جب تم میں سے کوئی مسجد میں ہوتا ہے اس کے پاس شیطان آتا ہے اور اسے تھپکتا اور بہلاتا ہے جیسے کوئی شخص اپنے جانور کو بہلاتا ہو پھر اگر وہ خاموش رہا تو وہ ناک میں نکیل یا منہ میں لگام چڑھا دیتا ہے' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان فرما کر فرمایا کہ تم خود اسے دیکھتے ہو نکیل والا تو وہ ہے جو ایک طرف جھکا کھڑا ہو اور اللہ کا ذکر نہ کرتا ہو [2] اور لگام والا وہ ہے جو منہ کھولے ہوئے ہو اور اللہ کا ذکر نہ کرتا ہو' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں شیطان ابن آدم کے دل پر چٹکی مارے ہوئے ہے جہاں یہ بھولا اور غفلت کی اس نے وسوسے ڈالنے شروع کئے جہاں اس نے ذکر کیا اور یہ پیچھے ہٹا' سلیمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں مجھ سے بیان کیا گیا ہے کہ شیطان راحت و رنج کے وقت انسان کے دل میں سوراخ کرنا چاہتا ہے یعنی اسے بہکانا چاہتا ہے اگر یہ اللہ کا ذکر کرے تو یہ بھاگ کھڑا ہوتا ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی مروی ہے کہ شیطان برائی سکھاتا ہے جہاں انسان نے اس کی مان لی پھر ہٹ جاتا ہے' پھر فرمایا جو وسوسے ڈالتا ہے لوگوں کے سینے میں' لفظ ناس جو انسان کے معنی میں ہے اس کا اطلاق جنوں پر بھی بطور غلبہ کے آ جاتا ہے۔ قرآن میں اور جگہ ہے ﴿بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ﴾ [3] کہا گیا ہے تو جنات کو لفظ ناس میں داخل کر لینے میں کوئی قباحت نہیں' غرض یہ ہے کہ شیطان جنات کے اور انسان کے سینے میں وسوسے ڈالتا رہتا ہے۔

اس کے بعد کے جملے میں ﴿مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ﴾ کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ جن کے سینوں میں شیطان وسوسے ڈالتا ہے وہ جن بھی ہیں اور انسان بھی' اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ وہ وسواس ڈالنے والا خواہ کوئی جن ہو خواہ کوئی انسان۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْإِنسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا﴾ [4] یعنی اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن انسانی اور جناتی شیطان بنائے ہیں ایک دوسرے کے کان میں دھوکے کی باتیں بنا سنوار کر ڈالتے رہتے ہیں۔ مسند احمد میں حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں رسول اللہ ﷺ کے پاس مسجد میں آیا اور بیٹھ گیا' آپ نے فرمایا نماز پڑھی؟ میں نے کہا نہیں۔ فرمایا کھڑے ہو جاؤ اور دو رکعت ادا کر لو۔ میں اٹھا اور دو رکعت پڑھ کر بیٹھ گیا۔ آپ نے فرمایا اے ابو ذر! اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو انسان

---

[1] [صحیح: مسند احمد (۵/۷۱)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح الاسناد کہا ہے۔ [مستدرك حاكم (۷۷۹۲)] حافظ بوصیریؒ نے اس کی سند کو جید کہا ہے۔ [اتحاف الخيرة المهرة (۶۱۴۷)] شیخ شعیب ارناؤوط اس حدیث کو صحیح کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۲۰۵۹۲)] شیخ البانیؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ [صحيح الترغيب (۳۱۲۸) صحيح الجامع الصغير (۷۴۰۱)] شیخ عبدالرزاق مہدی نے اس کی سند کو قوی کہا ہے۔]

[2] [اسنادہ قوی: مسند احمد (۲/۳۳۰) مسند الصحابه (۶/۲۹۷) المسند الجامع (۱۲۷۷۵) مجمع الزوائد (۱۲۴۷)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند قوی ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۸۳۷۰)] شیخ عبدالرزاق مہدی اور حافظ زبیر علی زئی نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔]

[3] [الجن: ۶]

[4] [الانعام: ۱۱۲]

شیطانوں اور جن شیطانوں سے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کیا انسانی شیطان بھی ہوتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں، میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ نماز کیسی چیز ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا بہترین چیز ہے، جو چاہے کم کرے جو چاہے اس عمل کو زیادہ کرے، میں نے پوچھا روزہ؟ فرمایا کافی ہونے والا فرض ہے اور اللہ کے پاس اجر و ثواب لا انتہا ہے۔ میں نے پھر پوچھا صدقہ؟ حضور ﷺ نے فرمایا بہت ہی بڑھا چڑھا کر کئی کئی گنا کر کے بدلہ دیا جائے گا۔ میں نے پھر عرض کی حضور ﷺ کون سا صدقہ افضل ہے؟ فرمایا باوجود مال کی کمی کے صدقہ کرنا یا چپکے سے چھپا کر کسی مسکین فقیر کے ساتھ سلوک کرنا، میں نے سوال کیا حضور ﷺ سب سے پہلے نبی کون تھے؟ آپ نے فرمایا حضرت آدم علیہ السلام میں نے پوچھا کیا وہ نبی تھے؟ آپ نے فرمایا ہاں وہ نبی تھے اور وہ بھی جن سے اللہ تعالیٰ نے بات چیت کی، میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ رسول کتنے ہوئے؟ فرمایا تین سو کچھ اوپر دس بہت بڑی جماعت، اور کبھی فرمایا تین سو پندرہ، میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ جو کچھ آپ پر نازل کیا گیا ان سب سے بڑی عظمت والی آیت کون سی ہے؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا آیت الکرسی ﴿اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ﴾ [1] الخ، یہ حدیث نسائی میں بھی ہے [2] اور ابو حاتم بن حبان کی صحیح ابن حبان میں تو دوسری سند سے دوسرے الفاظ کے ساتھ یہ حدیث بہت بڑی ہے، فاللہ اعلم۔

مسند احمد کی ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میرے دل میں تو ایسے ایسے خیالات آتے ہیں کہ ان کا زبان سے نکالنا مجھ پر آسمان سے گر پڑنے سے بھی زیادہ برا ہے، نبی ﷺ نے فرمایا ﴿اَللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ﴾ اللہ ہی کیلئے حمد و ثنا ہے جس نے شیطان کے مکر و فریب کو وسوسے میں ہی لوٹا دیا، یہ حدیث ابوداؤد اور نسائی میں بھی ہے۔ [3] الحمد للہ اللہ تعالیٰ کے احسان سے یہ تفسیر ختم ہوئی۔ والحمد لله رب العالمین۔

اللہ کے فضل و کرم سے تیسویں پارے کی تفسیر بھی ختم ہوئی اور تفسیر ابن کثیر کا ترجمہ تفسیر محمدی بالکل کامل ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے پاک کلام کی صحیح سمجھ دے اور اس پر عمل نصیب فرمائے اور پھر قبول کرے۔ آمین اِلٰـهَ الْحَقِّ اٰمِیْن! وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی جَمِیْعِ الْمُرْسَلِیْنَ۔

---

[1] [البقرہ : ٢٥٥]

[2] [ضعیف: مسند احمد (١٧٨/٥) مسند بزار (١٠١/٢) نسائی : کتاب الاستعاذة : باب الاستعاذة من شر شیاطین الانس (٥٥٠٩) بیہقی فی شعب الایمان (٢٩١/٣) غایة المقصد فی زوائد المسند (١٢٦٨/٢) مجمع الزوائد (٧٢٥)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے۔[الموسوعة الحدیثیة (٢١٥٤٦)] شیخ عبد الرزاق مہدی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

[3] [صحیح: مسند احمد (٢٣٥/١) مسند طیالسی (٢٧٠٤) ابو داؤد : کتاب الادب : باب فی رد الوسوسة (٥١١٢) صحیح ابن حبان (١٤٧) اتحاف الخیرة المهرة (١٤٢) السنن الکبری للنسائی (١٧١/٦) کنز العمال (١٢٥٩) مسند الصحابة (٥٠٣) المسند الجامع (٧٠٦٧)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود، الظلال (٦٥٨) تخریج الایمان لابن تیمیة (ص : ١٠٢)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو شیخین کی شرط پر صحیح کہتے ہیں۔[الموسوعة الحدیثیة (٢٠٩٧)] شیخ عبد القادر ارناؤوط نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔[التعلیق علی جامع الاصول (٣٤٣/١)، (٣٣)] شیخ عبد الرزاق مہدی اسے شیخین کی شرط پر صحیح کہتے ہیں۔ مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی نے بھی اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔]